علمائے اہل سنت کے کلامی اقوال کی تاویل و تشریح

تاویلِ اقوالِ کلامیہ

تحریر: طارق انور مصباحی

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی، (توپسیا: کلکتہ)

(وتعاونوا علی البر والتقوی)
(سورہ مائدہ: آیت ۲)

علمائے اہل سنت کے اقوال کی تاویل وتوضیح

تاویلات اقوال کلامیہ

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

اسم کتاب: تاویلات اقوال کلامیہ

ترتیب: طارق انور مصباحی

فرسٹ ایڈیشن: رجب المرجب ۱۴۴۳ھ/فروری ۲۰۲۲ء

سیکنڈ ایڈیشن: ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ/ جون ۲۰۲۳ء

تعداد صفحات: تین سو پچیس (۳۲۵)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

مقدمہ	**12**
باب اول	**13**
کافر کلامی کے کفر میں شبہ کا حکم	13
بحث اول	**15**
بداہت ونظریت اور انقلاب حقیقت	15
سوال اول: کیا نظری کبھی بدیہی ہو جاتا ہے؟	15
انقلاب حقیقت اور فقہائے کرام	17
بدیہی ونظری کا بیان	22
سوال دوم: کیا بدیہی کبھی نظری ہو جاتا ہے؟	24
بدیہی غیر اولی اور تنبیہ	25
بداہت ونظریت اور قول امام اہل سنت	27
امام اہل سنت کے قول کی تشریح	32
بدیہی اور ملحق بالبدیہی میں فرق	33
بدیہی کبھی نظری نہیں ہوتا	33
بحث دوم	**34**
کفر بدیہی اور کفر نظری	34
ضروریات اہل سنت کے انکار پر تکفیر فقہی	35
تکفیر فقہی کا طریق کار حضرات صحابہ کرام سے منقول	36
اشخاص اربعہ کے بدیہی کفری اقوال نظری ہو سکتے ہیں؟	37

عوام مسلمین اور شبہ کے سبب کفر کلامی کا انکار	38
ضروریات دین اور مسئلہ تکفیر میں شبہ کا حکم شرعی	40
بحث سوم	**42**
تھانوی کے کلام میں عوام الناس کو شبہ	42
منقولہ بالا احتمال سوم کا جواب	43
اشخاص اربعہ کے حکم کفر کی شہرت	43
کفر بدیہی کی تین قسمیں	44
کفر بدیہی غیر اولی (کفر بدیہی خفی)	44
کفر بدیہی غیر کسبی	46
شبہ کے سبب انکار کی گنجائش نہیں	48
شبہ دور کر کے حکم شرعی ماننا لازم	49
خلیل بجنوری کے باطل شبہات	49
حکم شرعی بتا دینے کے بعد عوامی شبہات کا اعتبار نہیں	50
عوام وخواص سب کو حکم شرعی ماننا لازم	50
نہار الرجال کا واقعہ	53
مسئلہ تکفیر کلامی اور فقہائے کرام	56
مسئلہ تکفیر کلامی اور تقلید متکلمین	57
نفس مسئلہ کو جاننا اور حقائق ودقائق کو جاننا	61
عوام مسلمین کا حکم کیا ہے؟	61
مذہب معتزلہ اور خلیل بجنوری	63
تصدیق وایمان خدا کا عطائی نور	69

گمرہی کا خوف ہوتو استدلال کی ممانعت 79

بحث چہارم 81

تھانوی کی عبارت پرایک عالم کا شبہ 85

امام اہل سنت کے فتویٰ کی تشریح 86

سوال کے مطابق جواب 88

کافر کلامی کو کافر ماننا ضروری اور شبہ دور کرنے کا حکم 90

ضروریات دین وضروریات اہل سنت اور شبہات باطلہ 92

شبہ یا تاویل کے سبب انکار پر حکم کفر 102

شبہ کے سبب کفر کلامی کے انکار کی گنجائش نہیں 106

بحث پنجم 110

کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات اہل سنت سے ہے؟ 110

غیر ضروریات میں تاویل متکلمین کے یہاں کفر نہیں 115

نماز سے متعلق ایک فتویٰ 117

باب دوم 118

ایک قصہ کا عجیب وغریب قصہ 118

قطعی مسائل میں تفردات قبول نہیں 118

قصہ کا جواب بقلم امام اہل سنت 119

پس منظر اور فتویٰ 120

داستان بے نشان 122

قصہ مذکورہ پر تبصرہ اور جوابات 125

قصہ مذکورہ اور شرعی اصول وقوانین 131

مکفرین کا شرعی حکم	133
مسئلہ تکفیراورامت مسلمہ	135
مسئلہ تکفیر کلامی اور متکلمین	137
فقہائے کرام کوتکفیر کلامی کی اجازت نہیں	138
مسئلہ تکفیر کلامی اور فقہائے کرام	140
عبارت پر اطلاع یا کفریہ عقیدہ پر اطلاع کا حکم؟	143
باب سوم	**146**
فتاویٰ مظہریہ کی عبارتوں کی تشریح	146
بحث اول	**146**
سوال اول:اشخاص اربعہ کی تکفیر سے سکوت کیوں؟	146
سوال اول کا جواب	147
تکفیر سے سکوت کا سبب موت یا توبہ کی خبر؟	148
کیا موت کے سبب تکفیر سے سکوت ہے؟	148
کیا سکوت کا حکم سب کے لیے ہے؟	149
قادیانی کو موت کے بعد کافر کہنا	152
اشخاص اربعہ پر نافذ شدہ حکم شرعی کو ماننا لازم	153
مذکورہ مباحث کا نتیجہ وخلاصہ	154
توبہ کی کیسی خبر معتبر ہے؟	156
الصوارم الہندیہ میں تصدیق	158
احتمال توبہ کس کے حق میں مفید؟	159

بحث دوم 162

سوال دوم: کفریہ عبارت سمجھ میں نہ آئے تو کیا حکم ہے؟ 162

سوال دوم کے جوابات 163

لغزش وخطا اور مذہب ومسلک 163

احکام شرعیہ اور عقل تکلیفی 164

فتاویٰ مظہریہ کی قابل تنقیح عبارت 165

تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کا حکم 167

عقل تکلیفی کیا ہے؟ 169

عقل بالملکہ مدار تکلیف 176

سات سال کا بچہ صاحب تمیز 179

ضروری دینی کا علم کافی: حقائق ودقائق سمجھنا لازم نہیں 181

ذات خداوندی کا ادراک عقل سے ماورا 184

بالغ شاہق جبل کا مسئلہ 184

مکفرات کو جاننے کا حکم 185

عدم علم کے وقت سوال کا حکم 186

قطعی امور میں غلط راہ اختیار کرنا غلط 186

مسئلہ تکفیر کلامی اور مجتہدین 189

فقہا کو مسئلہ تکفیر کلامی کی تحقیق کی اجازت نہیں 194

گمرہی کا خوف ہو تو استدلال سے ممانعت 195

عوام مسلمین سے متعلق معتزلہ کا مذہب 197

نفس مسئلہ کو جاننا اور حقائق ودقائق کو جاننا 199

بحث سوم	**199**
سوال سوم: منکر تکفیر کی دیانۃً تکفیر ہوگی یا نہیں؟	199
سوال سوم کا جواب	200
نفس مسئلہ کو باشعور بچہ بھی سمجھ سکتا ہے	201
فصل اول	**202**
ایمان وکفر کا ادراک عقل سے یا شرع سے؟	202
فصل دوم	**206**
قضاودیانت کے اصول کا تعلق فقہیات سے	206
فصل سوم	**209**
عنداللہ کافر نہ ہونے کا مفہوم	209
علامت کفریہ اختیار کرنے والے کا حکم	209
اکراہ ناقص کی صورت میں کفریہ کلام کہنے کا حکم	211
طائع کی تکفیر پر اجماع	212
فقہی کتابوں میں قضائی کفر کا ذکر	215
کفر وتکفیر دو متغایر امر	219
کلی حکم اور شخصی حکم میں فرق	222
تکفیر کی اختراعی تقسیم	223
فصل چہارم	**225**
کفر حقیقی اور کفر حکمی کا ذکر	225
ایمان وکفر پر موت کا یقینی علم نہیں	226
تصدیق واقرار اور ایمان	231

اشخاص اربعہ کو کافر ماننا ضروری دینی کیسے؟	233
باب چہارم	**234**
شرعی مسائل اور عدم فہم	234
فصل اول	**234**
مسائل کو سمجھ کر قبول کرنے کا حکم	234
عدم فہم یا تعنت وہٹ دھرمی؟	239
اسلامی عقیدہ کو سمجھنا اور اس کو ماننا لازم	241
قلت فہم اور عقائد اسلامیہ	242
فصل دوم	**247**
کم فہمی کے سبب کافر کو کافر نہ ماننے والے کا حکم	247
مفسر کلام میں متعدد معانی کا احتمال نہیں ہوتا	248
مرتضیٰ حسن دربھنگوی کا نظریہ	248
خلیل بجنوری کو بھی کفر سمجھ میں نہیں آیا	250
عوام مسلمین کا حکم	250
اصحاب علم وفضل کا حکم	253
مسئلہ تکفیر کلامی اور تقلید متکلمین	254
مذہب معتزلہ اور خلیل بجنوری	257
کافر کلامی کے کفر میں شک کرنا کفر	262
کافر کلامی کو مومن ماننے والا کافر کلامی	264
''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کی غلط تشریح	265
کفر بدیہی اولی میں عدم فہم کا سبب کیا ہے؟	266

بدیہی کسبی اولی میں شبہات باطلہ کا امکان	267
پیغمبران کرام علیہم السلام کی بعثت کی حکمت	269
عالم وجاہل سب کو کفر کلامی کے فتویٰ کی تصدیق لازم	271
باب پنجم	**275**
تحقیق ومناظرہ اور لغزش وخطا	275
فصل اول	**275**
ظنی واجتہادی مسائل میں خطا کا حکم	275
فتویٰ میں لغزش کا علم ہونے پر رجوع کا حکم	277
غلط فتویٰ پر عمل کرنا گناہ	278
مرجوح اقوال پر عمل جائز نہیں	279
سستی وکاہلی کے سبب غلط فتویٰ دینے پر حکم شرع وارد	279
جاہل کی لغزش پر حکم شرع وارد	280
جاہل کو فتویٰ دینا حرام	281
مسئلہ تکفیر میں مفتی کی لغزش کا حکم	282
لغزش کے سبب کفری کلام کا صدور	285
فصل دوم	
مناظرہ اور افتا کے درمیان فرق	289
مناظراتی ابحاث اور عقائد ونظریات	294
لغزش کے سبب کفر لزومی کا حکم عائد نہیں ہوتا	296
حکم شرعی اور بحث محض	297
اقوال علما کا صحیح مفہوم مراد لینا واجب	299

باب ششم	**300**
پھلواروی کی تعزیت سے رئیس القلم کا رجوع	300
خانقاہ مجیبیہ: پھلواری شریف	300
رئیس القلم کا تعزیت نامہ اور اہل خانقاہ کے پوشیدہ عقائد	303
تعزیت نامہ: رئیس القلم	303
تعزیت نامہ سے رجوع	303
خاتمہ	**308**
دین ومذہب کا تحفظ لازم	308
داخلی مسائل پر بحث کے بعد محاذ کی طرف واپسی	308
داخلی مسائل کی طرف متوجہ ہونے کا سبب	309
اس کا تعلق کس طبقہ سے ہے؟	309
باب اعتقادیات میں مداہنت کی اجازت نہیں	310
اصحاب علم وفضل حقائق کو واضح کریں	311
اشاعت فاحشہ کیا ہے؟	312
داخلی مسائل میں ہمارا طریق کار	314
ایک عجیب وغریب نظریہ	316
ہماری ذمہ داری محدود	317
فقہی اختلاف، اکابر پرستی اور اعتقادی اختلاف	319
بالواسطہ ربط وتعلق واسطہ پر موقوف ومنحصر	320
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا	320

مقدمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

رسالہ حاضرہ میں علمائے اہل سنت وجماعت کے کلامی اقوال کی توضیح وتشریح ہے۔ بعض اعتقادی اقوال اسلامی اصول وقوانین کے خلاف معلوم ہوئے، پس ان کلمات کی تصحیح مرقوم ہوئی۔اس نوع کی تحاریر کی فائنل فائل منظر عام پر لانے سے قبل دربار اعظم میں عرضی پیش کردی جاتی ہے،لہٰذا باحیات اصحاب معاملات میری جانب توجہ ارزانی نہ فرمائیں، بلکہ دربار اعظم کی طرف بصورت دریوزہ گر متوجہ ہوں،تاکہ دیر یا سویر رہنمائی فرمادی جائے۔

اہل سنت وجماعت کے خمیر میں عشق مصطفوی شامل ہے،لہٰذا دربار اعظم کی جانب ان کا فطری میلان ہوگا۔اہل سنت وجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد وفات مثل سابق باحیات ہیں،لہٰذا اپنے باحیات رسول علیہ الصلوٰۃ السلام کی جانب رجوع کریں اور دونوں جہاں کے حسنات وبرکات سے مستفیض ہوں۔جو چند بار انتہائی ادب وتعظیم اورخوب متانت ویکسوئی کے ساتھ متوجہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ وہ پکار اٹھے گا:

ان کا خیال ان کی طلب ان کی جستجو

اب اور زندگی کے فسانے نہیں رہے

دنیا میں جو کچھ ہے، وہ جسم سے روح نکلتے ہی ہمارے حق میں کالعدم ہوجائے گا۔

دینی ومذہبی رسائل وکتب امت مسلمہ کی ہدایت کے واسطے رقم کی جاتی ہیں،لہٰذا ان تحریروں میں لغزش وخطا نظر آئے تو فوراً مطلع فرمائیں،تاکہ غور وفکر کے بعد تصحیح کردی جائے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

05:رجب المرجب1443 مطابق07:فروری2022=بروز:دوشنبہ

باب اول

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

کافر کلامی کے کفر میں شبہ کا حکم

باب اول میں رسالہ: ''اہل قبلہ کی تکفیر'' کے مؤلف کے ایک کلامی فتویٰ کے بعض مشمولات پر تبصرہ ہے۔صاحب رسالہ کے فتویٰ کا عنوان ہے: ''تکفیر میں شبہہ کا حکم''۔

فتویٰ کے چند اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں، تا کہ تبصرہ وتجزیہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

(1)''بداہت ونظریت چوں کہ اشخاص وافراد کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، اس لیے ممکن ہے کہ کوئی بات کسی کے نزدیک بدیہی ہو، اور کسی کے نزدیک نظری''۔

(2)''اللہ تعالیٰ کے خاص محبوب، رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کی فرضیت یقینی وبدیہی ہونے میں امت کے کسی بھی فرد کا اختلاف نہیں ملے گا۔

مگر مولانا اشرف علی تھانوی کی متنازع عبارت جو ایک خاص علمی اسلوب لیے ہوئے ہے، اس میں چار احتمالات ہیں۔

(الف) یہ متنازع عبارت تعظیم وتوقیر کے برخلاف توہین وتنقیص کے معنی میں عوام وخواص سب کے نزدیک بدیہی اولی ہو۔

(ب) خواص کے نزدیک بدیہی اولی ہو، اور عوام کے نزدیک بدیہی غیر اولی۔

(ج) خواص کے نزدیک بدیہی ہو، اور عوام کے نزدیک نظری۔

(د) خواص وعوام سب کے نزدیک نظری ہو۔

چوتھے احتمال کی صورت میں چوں کہ عوام وخواص سب کے نزدیک نظری مانی گئی ہے، اس لیے بالاتفاق کفر نہیں ہوگی۔تیسرے احتمال کی صورت میں چوں کہ خواص کے نزدیک

بدیہی اور عوام کے نزدیک نظری مانی گئی ہے،اس لیے صرف خواص کے نزدیک کفر ہوگی ،اور عوام کو دلیل کی حاجت ہوگی۔واضح رہے کہ یہاں عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو خاص اس فن اور اس کے اسلوب سے کما حقہ واقف نہیں ہیں۔فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۱۵:ص ۳۰۰ میں ہے:

''عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو مقام حقائق تک نہ پہنچے،اگر چہ علما کہلاتے ہوں''۔

دوسرے احتمال کی صورت میں چوں کہ خواص کے نزدیک بدیہی اولی اور عوام کے نزدیک بدیہی غیر اولی مانی گئی ہے،اس لیے خواص کے نزدیک کفر ہوگی اور عوام کو تنبیہ کی حاجت ہوگی۔

چوتھے احتمال کی صورت میں چوں کہ خواص وعوام سب کے نزدیک بدیہی اولی مانی گئی ہے،اس لیے بالاتفاق کفر ہوگی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا تھانوی کی عبارت میں چوتھا احتمال یعنی خواص وعوام سب کے نزدیک نظری ہو،ایسا نہیں ہے۔امام احمد رضا اور ان مفتیان عرب وعجم جنہوں نے حسام الحرمین کی تصدیق فرمائی ،اور اس پر تقریظات لکھیں ،انہوں نے اس کو بدیہی طور پر توہین کے معنی میں متعین سمجھا جس کی وضاحت فقیر کی مطبوعہ تصنیف ''علمائے دیوبند کی تکفیر کیوں؟'' میں دیکھی جاسکتی ہے،اس لیے ان حضرات نے بجا طور پر تکفیر کی اور فرمایا:''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر''۔(جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے،وہ بھی مسلمان نہیں)

ایسے ہی پہلا احتمال یعنی خواص وعوام سب کے نزدیک بدیہی اولی ہو،ایسا بھی نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس اہل علم نے مولانا اشرف علی تھانوی کو حق کا معاند قرار دیتے ہوئے بھی اس کی تکفیر میں شبہہ پیش کیا۔

رہا تیسرا احتمال یعنی خواص کے نزدیک بدیہی اور عوام کے نزدیک نظری ہو۔اس صورت میں عوام کو''شبہہ'' ہونا فطری ہے،لہٰذا ان کے نزدیک اس وقت تک حتمی طور پر کفر نہیں ہوگی، جب تک دلیل کی روشنی میں ان کا''شبہہ'' دور کرنا ثابت نہ ہوجائے کہ یہ

عبارت توہین وتنقیص کے معنی میں متعین ہے۔

یونہی دوسرا احتمال یعنی خواص کے نزدیک بدیہی اولی اورعوام کے نزدیک بدیہی غیر اولی ہو۔اس صورت میں عوام کوتنبہ تام سے پہلے شبہہ ہوسکتا ہے،لہٰذاعوام کے نزدیک اس وقت تک تکفیرنہیں ہوگی ، جب تک ان کوتنبہ نہ ہوجائے کہ یہ عبارت توہین وتنقیص کے معنی میں متعین ہے''۔

(3)''تکفیر کے لیے دین کی کسی بدیہی بات کی بدیہی طور پرمخالفت ضروری ہے۔ یعنی اگر دین کی بات ہی بدیہی نہ ہوتو اس کی مخالفت بدیہی ہونے کے باوجودتکفیر نہیں ہوگی،اوردین کی بات توبدیہی ہو،مگرمخالفت بدیہی نہ ہوتو بھی تکفیرنہیں ہوگی''۔

بحث اول

بداہت ونظریت اورانقلاب حقیقت

مذکورہ فتویٰ کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ بدیہی کسی کے حق میں نظری ہوجاتا ہے،اور نظری کسی کے حق میں بدیہی ہوجاتا ہے،حالاں کہ اصول وضوابط کے اعتبار سے بدیہی ونظری کی حقیقت بدل نہیں سکتی۔بدیہی ہمیشہ بدیہی رہتا ہےاورنظری ہمیشہ نظری رہتا ہے۔ ہاں،نظری کبھی بدیہی سے ملحق ہوجاتا ہے،لیکن بدیہی کبھی ملحق بالنظری نہیں ہوتا ہے۔

سوال اول: کیانظری کبھی بدیہی ہوجاتا ہے؟

سوال اول: کیانظری کبھی بدیہی ہوجاتا ہے؟

جواب:متفق علیہ نظری کبھی بدیہی نہیں ہوسکتا۔نظری کا حصول نظروکسب سے ہوتا ہے۔نظری اگر بدیہی ہوجائے تو وہ بلانظروکسب حاصل ہوجائے۔جونظروکسب سے حاصل ہوتا ہے، وہ بلانظروکسب کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔وہ نظروکسب سے من کل الوجوہ بے نیاز

نہیں ہوسکتا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ مقدمات کے یقینی ہونے کے سبب ترتیب مقدمات کی ضرورت درپیش نہ ہو۔ یہاں بھی معنوی طور پر نظر وکسب ہے، گر چہ عملی طور پر مقدمات کی ترتیب نہیں۔

(1) بالفرض اگر متفق علیہ نظری بلا نظر وکسب حاصل ہو جائے تو مناطقہ کی تقسیم باطل قرار پائے گی کہ بعض تصورات وتصدیقات فی نفسہ بدیہی ہیں اور بعض تصورات وتصدیقات فی نفسہ نظری ہیں۔ جب نظری، بدیہی ہو جائے، یا بدیہی، نظری ہو جائے تو فی نفسہ کسی امر کا بدیہی یا نظری ہونا باطل ہو گیا۔

(2) دوسرا عیب یہ لازم آئے گا کہ متفق علیہ نظری اگر بدیہی ہو جائے تو انقلاب حقیقت لازم آئے گا اور عقل پر اعتماد ختم ہو جائے گا، حالاں کہ عقل ہی مدار تکلیف ہے۔

سید السند میر سید شریف جرجانی حنفی نے امکان عقلی، وجوب عقلی اور امتناع عقلی کے بارے میں رقم فرمایا: (**ان الامکان لازمة للماهية الممكنة،لايجوز انفكاكها عنه–والا لجاز خلو الماهية عنه–فينقلب الممكن ممتنعًا او واجبًا–ان كان خلوها عنه بزواله عنها–اوبالعكس،اى ينقلب الممتنع او الواجب ممكنًا،ان كان خلوها عنه بحدوثه لها بعد ما لم يكن.**

وانه،اى جواز خلوها عنه على احد الوجهين ينفى الامان عن الضروريات–فيرتفع الوثوق عن حكم العقل بوجوب الواجب واستحالة المستحيلات وجواز الجائزات–لجواز انقلاب بعضها الى بعض حينئذ–وذلك سفسطة ظاهرة البطلان)

(شرح مواقف: المرصد الثالث: المقصد الرابع فی ابحاث الممکن لذاتہ)

(جلد سوم ص174-174-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: ماہیت ممکنہ کے لیے امکان لازم ہے جس سے اس کا جدا ہونا محال ہے، ورنہ جائز ہوگا کہ ماہیت ممکنہ امکان سے خالی ہو، پس ممکن یا تو محال یا واجب ہو جائے گا۔

اگر ماہیت ممکنہ کا امکان سے خالی ہونا اس طرح ہو کہ پہلے امکان تھا، پھر زائل ہو گیا، یا اس کے برعکس ہو،یعنی ممتنع یا واجب،ممکن ہو جائے ،اگر یہ ہو کہ پہلے ماہیت میں امکان نہ تھا،بعد میں امکان حادث ہوا۔

اور اگر ماہیت کا اپنے لازم (امکان،وجوب ،امتناع) سے خالی ہونا ممکن ہوتو بدیہیات سے امان اٹھ جائے گا ،اور واجب کے وجوب اور محالات کے استحالہ اور ممکنات کے امکان کا عقل نے جو فیصلہ کیا ہے،اس پر اعتماد قائم نہ رہے گا ،اس لیے کہ اس وقت واجب کا محال وممکن ہونا،محال کا واجب وممکن ہونا اور ممکن کا واجب ومحال ہونا ممکن ہوگا۔یہ ایسی سوفسطائیت ہے،جس کا بطلان ظاہر ہے۔

جب امکان عقلی ،وجوب عقلی وامتناع عقلی کے بدل جانے سے عقل پر اعتماد اٹھ جاتا ہے تو بداہت عقلی اور نظریت عقلی کے بدل جانے پر بھی عقل سے اعتماد اٹھ جائے گا ،کیوں کہ یہ فیصلہ بھی عقل ہی کرتی ہے کہ کون سا امر بدیہی ہے اور کون سا امر نظری ہے۔

الحاصل نظری، بدیہی نہیں ہوتا ،نہ ہی بدیہی ،نظری ہوتا ہے،ورنہ انقلاب حقیقت لازم آئے گا،اور عقل پر اعتماد اٹھ جائے گا،حالاں کہ ان امور میں عقل ہی کا فیصلہ نافذ ہے۔

انقلاب حقیقت اورفقہائے کرام

سوال:فقہائے کرام کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ انقلاب حقیقت صحیح ہے؟

علامہ شامی نے رقم فرمایا:(**والظاهر أن مذهبنا ثبوت انقلاب الحقائق بدليل ما ذكروه في انقلاب عين النجاسة كانقلاب الخمر خلا،والدم مسكا ونحو ذلك–والله أعلم**)(ردالمختار:جلداول:ص108-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:ظاہر ہے کہ ہمارا مذہب انقلاب حقائق کا ثابت ہونا ہے،اس دلیل سے جو فقہائے کرام نے عین نجاست کے بدل جانے میں ذکر فرمایا،جیسے شراب کا سرکہ ہو جانا اور

(ہرن کے) خون کا مشک ہوجانا اور اس جیسے امور، اور اللہ تعالیٰ زیادہ علم والا ہے۔

جواب: فقہائے کرام اشیائے خارجیہ میں انقلاب حقیقت کی صحت کے قائل ہیں، اور علوم عقلیہ میں ماہیات عقلیہ اور کلیات ذہنیہ میں انقلاب حقیقت کو غلط بتایا گیا ہے۔

گوبر جل کر راکھ ہوجائے تو یہ راکھ پاک ہے۔نطفہ ناپاک ہے۔اس سے پیدا ہونے والا انسان پاک ہے۔انگور کا رس پاک ہے اور اس سے بننے والی شراب ناپاک ہے، پھر شراب سرکہ بن جائے تو پاک ہے۔یہ تمام امور اشیائے خارجیہ اور جزئیات وافراد ہیں۔

جس کو فقہائے کرام انقلاب حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں، فلاسفہ اس کو کون وفساد کا نام دیتے ہیں، اور فلاسفہ بھی اشیائے خارجیہ وافراد وجزئیات میں کون وفساد کے قائل ہیں۔ کتب فلسفہ میں ''عنصریات'' کی بحث میں اشیائے خارجیہ میں کون وفساد کا تفصیلی ذکر مرقوم ہوتا ہے۔عناصر اربعہ بھی کون وفساد کو قبول کرتے ہیں اور بخار ودخان (بھاپ اور دھواں) میں تبدیلی ہونے سے متعدد معدنیات واجسام ارضیہ پیدا ہوتے ہیں۔

(1) علامہ اثیر الدین ابہری سمرقندی: مفضل بن عمر بن مفضل نے رقم فرمایا:

(فصل فی البسائط العنصریة–الماء والارض والنار والهواء–وکل واحد منها یخالف الأخر فی صورته الطبعیة،والا لشغل کل واحد منها بالطبع حیز الأخر،والتالی باطل فالمقدم مثله.

وکل واحد منها قابل للکون والفساد–لان الماء ینقلب حجرا–والحجر ینحل ماء–وکذا الهواء ینقلب ماءً کما یری فی قلل الجبال فانه یغلظ الهواء ویصیر ماءً ویتقاطر دفعة–والماء ایضا ینقلب هواءً بالتبخیر–وکذا الهواء ینقلب نارًا کما فی کور الحدادین–والنار ایضًا تنقلب هواءً کما یشاهد فی المصباح) (ہدایۃ الحکمۃ:ص46-47-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ: یہ فصل بسائط عنصریہ: پانی، مٹی، آگ اور ہوا کے بارے میں ہے۔ان میں

سے ہر ایک اپنی صورت طبعیہ (صورت نوعیہ) میں دوسرے کے خلاف ہے، ورنہ ان میں سے ہر ایک طبعی طور پر دوسرے کے حیز میں چلا جاتا، اور تالی باطل ہے، پس مقدم اسی کی طرح باطل ہے۔

بسائط عنصریہ میں سے ہر ایک کون وفساد کو قبول کرتا ہے، اس لیے کہ (1) پانی پتھر بن جاتا ہے (2) اور پتھر پگھل کر پانی بن جاتا ہے (3) اور اسی طرح ہوا پانی بن جاتی ہے، جیسا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہوا گاڑھی ہو کر پانی بن جاتی ہے، اور اچانک پانی برسنے لگتا ہے (4) اور پانی بھی بخار (بھاپ) بن کر ہوا ہو جاتا ہے (5) اور اسی طرح ہوا آگ بن جاتی ہے، جیسا کہ لوہاروں کی بھٹی میں (6) اور آگ بھی ہوا بن جاتی ہے، جیسا کہ چراغ میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

(2) علامہ عبدالحق خیر آبادی نے رقم فرمایا کہ بارہ قسم کی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ مصنف نے چھ قسم کی تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے۔ علامہ موصوف نے فصل مذکور کی شرح میں رقم فرمایا:

(وكل منها قابل للكون والفساد) يعني: ان كل واحد من العناصر الاربعة ينقلب الى الأخر – وتفصيله: ان الكون والفساد انما يقع بين الجسمين بان يفسد احدهما ويكون الأخر – ولما كانت العناصر اربعة ويمكن ان يقع هذا التغير بين كل واحد منها وكل من الثلاثة الباقية – فانواع الكون والفساد اثنا عشر الحاصل من ضرب الاربعة فى الثلاثة.

فست منها لانقلاب عنصر الٰى جاره الملاصق كانقلاب النار هواءً وبالعكس – والهواء نارًا وبالعكس – والماء ارضًا وبالعكس – واربعة منها لانقلاب عنصر الٰى آخر بوسط واحد كانقلاب النار الى الماء وبالعكس – والهواء الى الارض وبالعكس – واثنان منها لانقلاب عنصر الٰى آخر بوسائط كانقلاب النار ارضًا وبالعكس – والمصنف اشار الى وقوع الستة

الاولی)(شرح ہدایۃ الحکمۃ:ص188-189)

ترجمہ:ان میں سے ہرایک کون وفساد کوقبول کرنے والا ہے،یعنی عناصراربعہ میں سے ہرایک دوسرے سے بدل جاتا ہے اوراس کی تفصیل یہ ہے کہ کون وفساد دوجسم کے درمیان واقع ہوتا ہے،اس طرح کہ ایک جسم فاسد ہوجائے اوردوسرا جسم ہوجائے۔

اور جب عناصر چار ہیں اور یہ تغیر ان میں سے ہرایک میں واقع ہوسکتا ہے اور باقی ماندہ ہرتین میں واقع ہوسکتا ہے،پس کون وفساد کی قسمیں بارہ ہوں گی جو چار کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ہوں گی۔

پس ان میں سے چھ قسمیں ایک عنصر کے اپنے قریبی متصل عنصر سے بدل جانے کے سبب ہیں،جیسے آگ کا ہوا سے بدل جانا اوراس کے برعکس،اور ہوا کا آگ سے بدل جانا اوراس کے برعکس اور پانی کا مٹی سے بدل جانا اوراس کے برعکس۔

اوران میں سے چار قسمیں ایک عنصر کا کسی ایک واسطے سے دوسرے عنصر سے بدل جانے کی وجہ سے ہے،جیسے آگ کا پانی سے بدل جانا اوراس کے برعکس اور ہوا کا مٹی ہوجانا اوراس کے برعکس،اوران میں سے دوقسمیں ایک عنصر کے متعدد وسائط کے سبب دوسرے عنصر سے بدل جانے کی وجہ سے ہیں،جیسے آگ کا مٹی ہوجانا اوراس کے برعکس،اور مصنف نے ان میں سے پہلی چھ قسموں کے واقع ہونے کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ تغیر ان میں سے ہرایک میں واقع ہوسکتا ہے اور باقی ماندہ ہرتین میں واقع ہوسکتا ہے''کامفہوم ہے کہ مثلاً پانی باقی ماندہ تین عناصر آگ،ہوا،مٹی میں بدل سکتا ہے۔

(3)جس طرح بسائط عنصریہ میں تبدیلی اورکون وفساد ہوتا ہے۔اسی طرح مرکبات میں بھی تبدیلی اورکون وفساد ہوتا ہے۔علامہ خیرآبادی نے فصل مذکورکی شرح میں رقم فرمایا:

(ثم ان الاستحالة كما يكون فى البسائط يكون فى المركبات ايضا -أ ليس ان الحنطة يستحيل دما-والدم يستحيل عظما وعصبا ورباطا-

فما کان من هذه الجملة یبقی نوعه ویبطل کیفیته یسمی استحالة–وما لا یبقی نوعه عند تغیره،یسمی کونا وفسادا) (شرح ہدایۃ الحکمۃ:ص190)

ترجمہ: جس طرح بسائط عنصریہ میں تبدیلی ہوتی ہے،اسی طرح مرکبات میں بھی تبدیلی ہوتی ہے۔کیا گیہوں (شکم انسانی میں جا کر) خون نہیں بن جاتا؟اورخون، ہڈی، عصبہ اوررگ بن جاتا ہے،پس ان تمام صورتوں میں سے جس صورت میں اس (شئ متأثر) کی صورت نوعیہ باقی رہے اوراس کی کیفیت بدل جائے،اس کا نام استحالہ (حالت کی تبدیلی) ہے اورجس صورت میں تبدیلی کے وقت اس (شئ متأثر) کی صورت نوعیہ باقی نہ رہے،اس کا نام کون وفساد ہے۔

(4)علامہ اثیرالدین ابہری نے رقم فرمایا:**(فصل فی المعادن:الابخرة والادخنة المحتبسة فی الارض اذا لم تکن کثیرة اختلطت علٰی ضروب من الاختلاطات المختلفة فی الکم والکیف–فتکون منها الاجسام المعدنیة.**

فان غلب البخار علی الدخان،یتولد الیشم والبلور والزیبق والزرنیخ والرصاص وغیرها من الجواهر المشفة–وان غلب الدخان یتولد الملح والزاج والکبریت والنوشادر–ثم من اختلاط بعض هذه مع بعض تولدت الاجسام الارضیة) (ہدایۃ الحکمۃ:ص53-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:یہ فصل معادن کے بیان میں ہے۔زمین میں محبوس بخار ودخان (بھاپ اور دھواں) جب کثیر نہ ہوں تو (ان دونوں میں) متعدد قسموں کے اختلاط ہوتے ہیں جومقدار وکیفیت (کم وکیف) میں مختلف ہوتے ہیں،پس ان سے معدنی اجسام بنتے ہیں۔

پس اگر بخار (بھاپ) دخان (دھواں) پرغالب ہوتو یشم (سبز رنگ کا قیمتی پتھر)،بلور ، پارہ، ہڑتال اوررانگا وغیرہ شفاف جواہر پیدا ہوتے ہیں،اوراگر دخان (دھواں بھاپ پر) غالب تو نمک، پھٹکری، گندھک،نوشادر پیدا ہوتے ہیں، پھران میں سے بعض کے بعض

سے اختلاط کے سبب اجسام ارضیہ پیدا ہوتے ہیں۔

اجسام ارضیہ سات ہیں جو زیبق (پارہ) اور کبریت (گندھک) کے اختلاط سے پیدا ہوتے ہیں۔وہ سونا، چاندی، تانبا، رانگا، خارصینی، شیشہ اور لوہا ہیں۔

علامہ خیر آبادی نے فصل مذکور کی شرح میں رقم فرمایا:(ثم من اختلاط بعض هذه مع بعض تولدت الاجسام)السبعة(الارضية)يعنى:يتولد من تركيب الزيبق مع الكبريت الاجساد السبعة:وهى الذهب والفضة والنحاس والرصاص والخارصينى والاسرب والحديد-والزيبق عنصر هذه الاجساد السبعة)

(شرح ہدایۃ الحکمۃ:ص208)

ترجمہ: پھر ان میں سے بعض کے بعض سے اختلاط کے سبب سات زمینی اجسام پیدا ہوئے، یعنی زیبق (پارہ) اور کبریت (گندھک) کے اختلاط سے پیدا ہوتے ہیں۔وہ سونا، چاندی، تانبا، رانگا، خارصینی، شیشہ اور لوہا ہیں۔

الغرض اشیائے خارجیہ میں تبدیلی ہوتی ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امور عقلیہ میں بھی تبدیلی ہوتی ہے۔وجود ذہنی اور وجود خارجی کے احکام آثار جداگانہ ہیں۔

بدیہی ونظری کا بیان

امام قطب الدین رازی نے رقم فرمایا:(العلم اما بديهى-وهو الذى لم يتوقف حصوله على نظر وكسب كتصور الحرارة والبرودة،وكالتصديق بان النفى والاثبات لا يجتمعان ولا يرتفعان.

واما نظرى-وهو الذى يتوقف حصوله على نظر وكسب كتصور العقل والنفس وكالتصديق بان العالم حادث.

فاذا عرفت هذا فنقول:ليس كل واحد من كل واحد من التصور

والتصديق بديهيا-فانه لو كان جميع التصورات والتصديقات بديهيا لما كان شيء من الاشياء مجهول لنا-وهذا باطل وفيه نظر،لجواز ان يكون الشيء بديهيا ومجهولا لنا.

فان البديهي وان لم يتوقف حصوله على نظر وكسب-لكن يمكن ان يتوقف حصوله على شيء آخر من توجه العقل اليه والاحساس به،او الحدس او التجربة او غير ذلك-فما لم يحصل ذلك الشيء الموقوف عليه،لم يحصل البديهي-فان البداهة لا تستلزم الحصول.

فالصواب ان يقال:لو كان كل واحد من التصورات والتصديقات بديهيا،لما احتجنا في تحصيل شيء من الاشياء الٰی كسب ونظر)

(شرح رسالہ شمسیہ (قطبی) ص:30-طبع ہندی)

ترجمہ:علم یا تو بدیہی ہوگا،اور بدیہی وہ ہے جس کا حصول نظر وکسب پر موقوف نہ ہو، جیسے گرمی وٹھنڈک کا تصور اور جیسے اس کی تصدیق کہ نفی واثبات نہ (دونوں ایک ساتھ) جمع ہوتے ہیں،نہ (دونوں ایک ساتھ) مرتفع ہوتے ہیں۔

اور یا تو علم نظری ہوگا،اور نظری وہ ہے جس کا حصول نظر وکسب پر موقوف ہو، جیسے عقل اور نفس کا تصور اور جیسے اس کی تصدیق کہ دنیا حادث ہے۔

جب آپ نے یہ جان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ تصور اور تصدیق میں سے ہر ایک ایک بدیہی نہیں ،اس لیے کہ اگر تمام تصورات وتصدیقات بدیہی ہوں تو ہمارے لیے کوئی چیز مجہول (غیر معلوم) نہ ہو،اور یہ باطل ہے،اور اس دلیل میں اعتراض ہے، کیوں کہ جائز ہے کہ کوئی چیز بدیہی ہو،اور ہمیں معلوم نہ ہو۔

اس لیے کہ گرچہ بدیہی کا حصول نظر وکسب پر موقوف نہیں ،لیکن ہوسکتا ہے کہ اس کا حصول کسی دوسری چیز پر موقوف ہو،یعنی عقل کا اس جانب متوجہ ہونا اور اس کا احساس کرنا، یا

حدس یا تجربہ یا اس کے علاوہ کوئی چیز،پس جب تک وہ موقوف علیہ چیز حاصل نہ ہوتو بدیہی حاصل نہیں ہوگا،کیوں کہ بداہت حصول علم کومستلزم نہیں۔

پس یہ کہنا درست ہے کہ اگر تصورات وتصدیقات میں سے ہر ایک بدیہی ہوں تو ہم اشیامیں سے کسی شیٔ کے حصول میں نظر وکسب کے محتاج نہ ہوں۔

منقولہ بالاعبارت میں بدیہی اور نظری کی تعریف اور مثالیں مرقوم ہیں ۔ بدیہی بلا نظر وکسب حاصل ہوتا ہے اور نظری نظر وکسب سے حاصل ہوتا ہے۔جس طرح تصور کبھی تصدیق نہیں ہوتا،تصدیق کبھی تصور نہیں ہوتی ۔اسی طرح نظری کبھی بدیہی نہیں ہوتا اور بدیہی کبھی نظری نہیں ہوتا۔ایک مقسم کی قسمیں ایک دوسرے سے مباین ہوتی ہیں ۔نظری اور بدیہی تصور اور تصدیق کی قسمیں ہیں ۔نظری وبدیہی دونوں مباین ہیں ۔بیل کبھی گائے نہیں ہوسکتا۔گائے کبھی بیل نہیں ہوسکتی۔وہی صورت یہاں ہے۔

سوال دوم: کیابدیہی کبھی نظری ہوجاتا ہے؟

سوال دوم: کیابدیہی کبھی نظری ہوجاتا ہے؟

جواب: متفق علیہ بدیہی کبھی نظری نہیں ہوسکتا،ورنہ جواب اول میں ذکر کردہ دونوں اعتراض لازم آئیں گے۔

بدیہی کے حصول کے تین اسباب ہیں: حواس ظاہرہ،خبر متواتر اور بداہت عقل۔

اسباب حصول کے اعتبار سے بدیہی کی بھی تین قسمیں ہیں۔ان میں سے کوئی بدیہی کسی کے لیے نظری نہیں ہوسکتا۔بدیہی کا سمجھ میں نہ آنا الگ ہے،اور نظری ہونا الگ ہے۔

نظری وہ ہے جونظر وکسب کے ذریعہ حاصل ہو۔ایسا نہیں کہ جو بات نہ سمجھ میں آئے ،وہ نظری ہوگئی۔بدیہی خفی میں خفاوپوشیدگی ہوتی ہے۔اس کے سمجھنے میں بھی پریشانی ہوسکتی ہے۔بدیہی غیر اولی (بدیہی خفی) کی پوشیدگی دورکرنے کے واسطے تنبیہ کی ضرورت ہوتی

ہے۔ بدیہی خفی (بدیہی غیر اولی) کا حصول بھی نظر وکسب سے نہیں ہوتا، اور جب بدیہی کا حصول نظر وکسب سے ہوتا ہی نہیں تو بدیہی کبھی نظری نہیں ہوسکتا ہے۔

بدیہی غیر اولی اور تنبیہ

(1) علامہ عبدالرشید جونپوری نے رقم فرمایا: ((**المدعی من نصب نفسه لاثبات الحکم بالدلیل)فیما اذا کان الحکم نظریا(او التنبیه)فیما اذا کان بدیهیا غیر اولی)** (مناظرہ رشیدیہ:ص10-طبع ہندی)

ترجمہ: مدعی وہ ہے جو اپنے آپ کو دعویٰ ثابت کرنے واسطے متعین کرے، دلیل کے ذریعہ جب کہ حکم نظری ہو، یا تنبیہ کے ذریعہ جب کہ حکم بدیہی غیر اولی ہو۔

(2) علامہ عبدالرشید جونپوری نے رقم فرمایا: (**الدعوی ما یشتمل علی الحکم المقصود اثباته)بالدلیل–او اظهاره بالتنبیه–وفیه انه قد یکون الحکم المُدَّعٰی بدیهیا اولیا–ویمکن ان یقال اذا کان الحکم کذلک لم یتحقق المناظرة– لانه لم ینکره الا مجادل او مکابر**)

(مناظرہ رشیدیہ:ص11-طبع ہندی)

ترجمہ: دعویٰ وہ ہے جو اس حکم پر مشتمل ہو جس کو دلیل سے ثابت کرنا مقصود ہو، یا جس کو تنبیہ کے ذریعہ ظاہر کرنا مقصود ہو۔ اس میں یہ اعتراض ہے کہ دعویٰ کا حکم کبھی بدیہی اولی ہوتا ہے تو اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ جب حکم بدیہی اولی ہو تو مناظرہ متحقق نہیں ہوگا، اس لیے کہ حکم بدیہی اولی کا انکار صرف مجادل یا مکابر کرسکتا ہے۔

(3) علامہ عبدالرشید جونپوری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ((**الدلیل هو المرکب من قضیتین للتأدی الی مجهول نظری–وان ذکر ذلک) المرکب من قضیتین(لازالة خفاء البدیهی)الغیر الاولی(یسمی تنبیها)**

(مناظرہ رشیدیہ:ص14-15-طبع ہندی)

ترجمہ: دلیل وہ ہے جو دوقضیوں سے مرکب ہو، مجہول نظری تک پہنچانے کے لیے، اوراگر وہ دوقضیوں سے مرکب مجموعہ بدیہی غیراولی کے خفا کودور کرنے کے لیے ذکر کیا جائے تواس کانام تنبیہ ہے۔

بدیہی غیراولی میں جو پوشیدگی ہوتی ہے، وہ تنبیہ کے ذریعہ دور ہوتی ہے۔

منطق کی کتابوں میں تفصیل مرقوم ہے کہ بعض تصورات وتصدیقات فی نفسہ بدیہی ہیں اور بعض تصورات وتصدیقات فی نفسہ نظری۔نہ تمام نظری ہیں، نہ تمام بدیہی۔

ہرایک کے حصول کے طریقے جداگانہ ہیں۔اسی طرح بدیہی کی دونوں قسموں یعنی بدیہی اولی اور بدیہی غیراولی (بدیہی خفی) کے حصول کے طریقے بھی جداگانہ ہیں۔

آگ میں ہاتھ ڈالنے پراس کی حرارت کاعلم ہوتا ہے۔آگ کی حرارت کاعلم حواس ظاہرہ سے ہوتا ہے۔حواس ظاہرہ سے معلوم ہونے والے امور میں نظروکسب کی ضرورت نہیں۔بالفرض اگر بدیہی کوترتیب مقدمات کے ذریعہ سمجھایا جائے تو بھی وہ بدیہی رہے گا۔ وہ نظری نہیں ہوسکتا۔تفہیم وتسہیل کے واسطے مقدمات کومرتب کر کے نتیجہ پیش کیا جاسکتا ہے، تاکہ مخاطب آسانی سے سمجھ سکے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**ثم حصول العلم من التواتر ضروری لا یفتقر الی ترکیب الحجة حتی انه یحصل لمن لا یعلم ذلک کالصبیان-وجواز ترتیب المقدمات لا ینافی ذلک کما فی بعض الضروریات**)

(التلویح مع التوضیح: جلددوم:ص4:دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: تواتر سے یقین کاحصول بدیہی ہے۔ترکیب دلیل کی ضرورت نہیں، یہاں تک کہ بدیہی علم اسے بھی حاصل ہوجاتا ہے جودلیل وحجت کی ترتیب کاعلم نہیں رکھتے، جیسے بچے،اورمقدمات کی ترتیب کاجائز ہونا بداہت کے منافی نہیں،جیسا کہ بعض بدیہیات میں۔

کبھی تفہیم وتسہیل کے واسطے بدیہیات میں بھی مقدمات کومرتب کیا جاتا ہے۔ ترتیب مقدمات کے سبب بدیہی،نظری نہیں ہوجاتا۔محض تسہیل وتفہیم کے واسطے مقدمات کی ترتیب ہوتی ہے،جیسا کہ بدیہی خفی کی پوشیدگی دور کرنے کے واسطے ترتیب مقدمات۔

علامہ عبدالرشید جونپوری قدس سرہ نے رقم فرمایا:((الدلیل ھو المرکب من قضیتین للتأدی الی مجھول نظری-وان ذکر ذلک)المرکب من قضیتین(لازالۃ خفاء البدیھی)الغیر الاولی(یسمی تنبیھا)

(مناظرہ رشیدیہ:ص14-15-طبع ہندی)

ترجمہ:دلیل وہ ہے جو دوقضیوں سے مرکب ہو،مجہول نظری تک پہنچانے کے لیے، اوراگر وہ دوقضیوں سے مرکب مجموعہ بدیہی غیراولی کے خفا کودور کرنے کے لیے ذکر کیا جائے تواس کا نام تنبیہ ہے۔

الحاصل بدیہی کبھی نظری نہیں ہوتا ہے اورنظری کبھی ملحق بالبدیہی ہوجاتا ہے،یعنی مثل بدیہی ہوجاتا ہے کہ ترتیب مقدمات کی ضرورت نہیں ہوتی،لیکن وہ من کل الوجوہ بدیہی نہیں ہوتا ہے۔ان مقدمات کے سبب ہی اس کا حصول ہوتا ہے،گرچہ بعد میں ان مقدمات اورترتیب مقدمات کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔بدیہیات کا حصول اکتسابی مقدمات سے نہیں ہوتا ہے،بلکہ دیگر اموریعنی حواس ظاہرہ،توجہ عقل وغیرہ سے ہوتا ہے۔

بداہت ونظریت اورقول امام اہل سنت

سوال سوم: مندرجہ ذیل عبارت میں بتایا گیا کہ بداہت ونظریت افراد واشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے،یعنی بعض امرکسی کے لیے بدیہی اوردوسروں کے لیے نظری ہو؟

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(وقد تقرران البداھۃ والنظریۃ تختلف باختلاف الناس-فرب مسألۃ نظریۃ مبنیۃ علٰی نظریۃ

اُخْرٰی–اذا تَبَیَّنَ الْمَبْنٰی عند قوم حَتّٰی صَارَ اَصْلًا مُقَرَّرًا وَعِلْمًا ظَاھِرًا– فَالْاُخْرٰی التی لم تکن تحتاج فی ظھورھا الا اِلٰی ظُھُوْرِ الْاُوْلٰی –تلتحق عندھم بالضروریا ت وان کانت نظریۃً فی نفسھا.

اَلَا تَرٰی ان کل قوس لم تبلغ ربعًا تاما من اربعۃ ارباع الدور وجود کل من القاطع والظل الاول لھا بدیھی عند المھندس لا یحتاج اصلا الی اعمال نظر وتحریک فکر بعد ملاحظۃ المصادرۃ المشھورۃ المسلمۃ المقررۃ– وان کان ھو والمصادرۃ کلاھما نظریین فی انفسھما)

(فتاویٰ رضویہ: جلداول:ص6-رضااکیڈمی ممبئ)

ترجمہ: یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ مختلف لوگوں کے اعتبار سے بداہت ونظریت بھی مختلف ہوتی ہے۔ بہت سے نظری مسائل کی بنیاد کسی دوسرے نظری پر ہوتی ہے۔اگروہ بنیاد کسی طبقہ کے نزدیک روشن وواضح ہوکر ایک مقررہ قاعدہ اورواضح علم کی حیثیت اختیار کرلے تو دوسرا مسئلہ جس کے واضح ہونے کے لیے بس اسی پہلے مسئلہ کے واضح ہونے کی ضرورت تھی،اس طبقہ کے نزدیک بدیہیات سے ملحق ہوجاتا ہے،اگر چہ وہ بذات خودنظری تھا۔ دیکھو! اہل ہندسہ کے نزدیک مشہور ومسلم اور مانے ہوئے مصادرہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہراس قوس کے لیے ظل اول اورقاطع کا وجود بدیہی ہے، جو دور کے چار ربع میں سے ایک کامل ربع کے برابر نہ پہنچے۔ اس میں کسی نظر کے استعمال اورفکر کوحرکت دینے کی ضرورت نہیں،اگر چہ یہ مسئلہ اوروہ مصادرہ بذات خوددونوں نظری ہیں۔

جواب: نظری جب مقدمات قریبہ سے حاصل ہوجائے تووہ اس شخص کے حق میں یقینی ہوجاتا ہے۔اسے باربارترتیب مقدمات کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ان مقدمات قریبہ سے بھی ذہول ہوسکتا ہے،جن مقدمات قریبہ سے اس مطلوب نظری کا حصول ہوا تھا۔

علامہ میرسید شریف جرجانی حنفی نے رقم فرمایا:(لا شک ان الحرکات

الفكرية معدات لحصول المطلوب ممتنعة الاجتماع معه–واما ما يقع فيه تلك الحركات اعنى العلوم والادراكات وان لم يمتنع اجتماعها مع المطلوب لكنها ليست مما يجب اجتماعها باسرها معه.

فانا نجد من انفسنا فى القياسات المركبة الكثيرة المقدمات والنتائج التى يتوصل بها الى المطلوب،انا نذهل عند حصول المطلوب عن كثير من تلك المقدمات السابقة مع الجزم بالمطلوب.

بل ربما نغفل بعد ما حصل لنا المطلوب عن المقدمات القريبة التى بها حصل لنا المطلوب ابتداءً مع ملاحظة المطلوب وحصوله بالفعل– وذلك ظاهر فى كثير من المسائل الهندسية الكثيرة المقدمات جدا–فان من زاولها، علم انه عند ما حصل له التصديق المطلوب بتلك المسائل، قد ذهل عن المقدمات البعيدة ذهولا تاما بلا ارتياب فى ذلك التصديق.

وعلم ايضًا انه يلاحظ تلك المسائل بعد حصولها ويجزم بها جزما يقينيا مع الغفلة عن المقدمات القريبة ايضًا–نعم يعلم اجمالًا ان هناك مقدمات يقينية توجب اليقين بهذا التصديق.

فظهر ان العلوم والادراكات السابقة لا يجب اجتماعها مع المطلوب دفعة–بل يكفى حصولها متعاقبة–وح كان ذلك الاعتراض غير ساقط متجها ومحتاجا الى الجواب الذى ذكره الشارح.

وانما حكم على تلك الامور الغير المتناهية بكونها معدات لانها محال المعدات وفى حكمها فى عدم لزوم الاجتماع فى الوجود–وان كانت ممتازة عن المعدات فى جواز الاجتماع فى الجملة.

فان قلت:العلوم السابقة وان لم يجب اجتماعها مع المطلوب

مفصلة ای بالفعل لکنها یجب ان تجامعه مجملة ای بالقوة القریبة کما ذکرت فی المسائل الهندسیة؟

قلت: ادراک النفس دفعة واحدة لامور غیر متناهیة مجملة غیر محال–وانما المحال ادراکها ایاها دفعة مفصلة: الخ)

(حاشیۃ المیر علی القطبی :ص20-21-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:اس میں کوئی شک نہیں کہ فکری حرکات (نظر وفکر یعنی ترتیب مقدمات) مطلوب کے حصول کے لیے معدات ہیں ،مطلوب کے ساتھ ان کا اجتماع محال ہے،لیکن جن میں وہ فکری حرکات واقع ہوتی ہیں ،یعنی علوم وادراکات ،گر چہ ان علوم وادراکات کا اجتماع مطلوب کے ساتھ محال نہیں ہے ،لیکن یہ ان امور میں سے نہیں ہے کہ ان تمام کا اجتماع مطلوب کے ساتھ واجب ہو، کیوں کہ کثیر مقدمات والے مرکب قیاس اوران نتائج کہ جن کے ذریعہ مطلوب تک پہنچا جاتا ہے،ہم اپنے اندر پاتے ہیں کہ ہم مطلوب کے جزم ویقین کے باوجودان مقدمات سابقہ میں سے بہت سے مقدمات کومطلوب کے حصول کے وقت بھول جاتے ہیں، بلکہ کبھی مطلوب حاصل ہوجانے کے بعدان مقدمات قریبہ کوبھول جاتے ہیں جن سے ابتدائی طور پر مطلوب ہمیں حاصل ہوا ،مطلوب کو ملاحظہ کرنے اور مطلوب کے بالفعل موجودرہنے کے باوجود۔

اور یہ بہت سے کثیر مقدمات والے مسائل ہندسیہ میں بہت ظاہر ہے، کیوں کہ جس نے مسائل ہندسیہ کی مشق ومزاولت کی ،وہ جانتا ہے کہ ان مسائل کے ذریعہ تصدیق مطلوب حاصل ہوجانے کے بعداس تصدیق مطلوب میں کسی شک وشبہ کے بغیر مقدمات بعیدہ سے مکمل طور پر ذہول ہوجاتا ہے ،اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان مسائل کے حصول کے بعد مقدمات قریبہ سے غفلت کے باوجودبھی ان مسائل کوملاحظہ کیا جاتا ہے اوران مسائل کا یقین ہوتا ہے۔ہاں ،اجمالی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں یقینی مقدمات ہیں جواس تصدیق

(مطلوب تصدیقی) کے یقین کا سبب ہیں۔

پس ظاہر ہوگیا کہ سابقہ علوم وادراکات کا مطلوب کے ساتھ اجتماع واجب نہیں ہے، بلکہ یکے بعد دیگرے ان کا حصول کافی ہے اوراس وقت وہ اعتراض غیر ساقط ہوگا، متوجہ ہوگا اوراس جواب کا محتاج ہوگا جس کو شارح نے ذکر کیا ہے۔

اوران امور غیر متناہیہ پر معدات ہونے کا حکم لگایا، کیوں کہ وہ معدات (حرکات فکریہ ونظر وترتیب) کے مقامات ہیں اور وجود میں مطلوب کے ساتھ جمع نہ ہونے میں معدات کے حکم میں ہیں، گرچہ اجمالی طور پر مطلوب کے ساتھ اجتماع کے جائز ہونے میں معدات سے ممتاز ہیں۔

پس اگرتم اعتراض کروکہ گرچہ علوم سابقہ کا مطلوب کے ساتھ تفصیلی طور پر اجتماع یعنی بالفعل اجتماع واجب نہیں، لیکن ضروری ہے کہ علوم سابقہ کا مطلوب کے ساتھ اجمالی طور پر اجتماع یعنی قوت قریبہ کے ساتھ اجتماع ہو، جیسا کہ آپ نے مسائل ہندسیہ میں ذکر کیا۔

میں جواب دوں گا کہ نفس ناطقہ کا ایک وقت میں امور غیر متناہیہ کا اجمالی طور پر ادراک محال نہیں ہے، بلکہ نفس ناطقہ کا ایک وقت میں امور غیر متناہیہ کا تفصیلی طور پر ادراک محال ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں اہل ہندسہ کے مسئلہ کی تفہیم ہے، جس کا ذکر امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے۔منقولہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا کہ مسائل ہندسیہ میں مقدمات کی کثرت ہوتی ہے، اورمقدمات میں نظر وترتیب کے ذریعہ یکے بعد دیگرے نظری مسائل کا حصول ہوتا رہتا ہے۔مقدمات سے حصول کے بعد وہ امور نظریہ یقینی ہوجاتے ہیں اور مطلوب نظری کے حصول کے بعد اس کے مقدمات قریبہ سے بھی ذہول ہوسکتا ہے، نیز اب مطلوب بطریق نظر حاصل ہوکر یقینی ہو چکا ہے۔مقدمات قریبہ کے ذہول سے مطلوب پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔وہ حسب سابق یقینی رہے گا۔

اب جو مطلوب نظری ان حاصل شدہ مطالب یقینیہ پر موقوف ہو، وہ بلا نظر وترتیب حاصل ہو جاتا ہے، کیوں کہ موقوف علیہ امور یقینی ہو چکے ہیں۔اس سے امر موقوف کا ثبوت یقینی طور پر ہوگا۔اسی امر موقوف کو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ''ملحق بالبدیہی'' قرار دیا۔امر موقوف کے حصول کے لیے اب ظاہری طور پر ترتیب کی ضرورت نہیں۔

یہاں امر موقوف کے حصول کے لیے گرچہ بظاہر نظر وترتیب نہ ہو،لیکن معنوی طور پر نظر وترتیب کی صورت موجود ہے،اسی لیے وہ مطلوب موقوف بدیہی نہیں، بلکہ ملحق بالبدیہی قرار پایا۔اگر وہ ترتیب ونظر سے من کل الوجوہ مستغنی ہوتا،تب بدیہی قرار پاتا،لیکن نظری ترتیب ونظر سے من کل الوجوہ مستغنی ہو جائے تو انقلاب حقیقت لازم آئے گا،جس کا بطلان ماقبل میں ہو چکا۔

مسئلہ مذکورہ کی تفہیم:استاذ مدرسہ آنے کے بعد ہر دن بچوں کو مٹھائی دیتے ہیں،کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ استاذ آئے ہوں اور بچوں کو مٹھائی نہ دیئے ہوں۔ایسی صورت میں بچے اپنے استاذ کو دیکھ کر ہی سمجھ جاتے ہیں کہ اب ہمیں مٹھائی ملنے والی ہے۔

اسی طرح موقوف علیہ امور یقینی ہوں تو مطلوب موقوف ظاہری ترتیب ونظر کے بغیر حاصل ہو جاتا ہے اور اس صورت میں ملحق بالبدیہی ہو جاتا ہے۔معنوی طور پر نظر وترتیب کی صورت موجود ہوتی ہے،گرچہ اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

امام اہل سنت کے قول کی توضیح

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی عبارت میں غور کیا جائے۔کوئی نظری کبھی بدیہی نہیں ہوتا، بلکہ ملحق بالبدیہی ہو جاتا ہے۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(تلتحق عندهم بالضروريات–وان كانت نظريةً فی نفسها)

(اس طبقہ کے نزدیک بدیہیات سے ملحق ہو جاتا ہے،اگرچہ وہ بذات خود نظری تھا)

نظری کے بدیہی ہونے سے ملحق بالبدیہی ہونا مراد ہے۔وہ حقیقت میں بدیہی نہیں ہوجاتا ہے، نیز یہ حکم نظری کے ساتھ خاص ہے کہ نظری ملحق بالبدیہی ہوجاتا ہے، لیکن بدیہی کبھی ملحق بالنظری نہیں ہوتا۔یہ معاملہ یک طرفہ ہے۔علامہ تفتازانی کا قول ماقبل میں منقول ہوا کہ بدیہی کبھی نظری نہیں ہوتا، گرچہ اس کے لیے مقدمات کی ترتیب بھی دی جائے۔

بدیہی اور ملحق بالبدیہی میں فرق

بدیہی اور ملحق بالبدیہی میں فرق ہے، جیسے رباعی اور ملحق برباعی میں فرق ہے۔ملحق برباعی اصل میں ثلاثی ہے۔نظری کبھی بدیہی نہیں ہوتا، بلکہ ملحق بالبدیہی ہوجاتا ہے۔اسی کا ذکر امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔بدیہی کبھی نظری یا ملحق بالنظری نہیں ہوتا۔

مناطقہ کے اعتبار سے انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے۔یہ تصور نظری ہے، لیکن اہل منطق کے لیے یہ تصور نظری، بدیہی کے مماثل ہوگیا۔اب انہیں استدلال کے ذریعہ انسان کے لیے حواس ظاہرہ اور حرکت ارادی یعنی حساس ومتحرک بالارادہ ہونا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، نہ ہی انسان کے لیے نطقیت کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے، بلکہ بوجہ ممارست وہ مناطقہ کے حق میں مثل بدیہی ہوگیا۔ایسے امور کو ملحق بالبدیہی کہا جاتا ہے۔

اگر کہیں مرقوم ہو کہ نظری کبھی بدیہی ہوجاتا ہے تو اس سے مراد یہی ہے کہ نظری ملحق بالبدیہی ہوجاتا ہے، کیوں کہ متفق علیہ نظری بدیہی نہیں ہوتا، بلکہ ملحق بالبدیہی ہوتا ہے۔

بدیہی کبھی نظری نہیں ہوتا

بدیہی کبھی ملحق بالنظری نہیں ہوتا۔حواس ظاہرہ، خبر متواتر اور بداہت عقل سے ثابت ہونے والے امور بدیہی ہیں۔ان میں سے کوئی ایسا امر نہیں، جس کو نظر وکسب سے حاصل کیا جاسکے۔علامہ تفتازانی کا قول مرقوم ہوا کہ اگر بدیہی کے لیے مقدمات کی ترتیب بھی ہو، پھر بھی وہ بدیہی رہتا ہے۔اب بدیہی کے نظری سے ملحق ہونے کی کوئی صورت موجود نہیں۔

بحث دوم

کفر بدیہی اور کفر نظری

کفر فقہی کفر نظری ہے اور کفر کلامی کفر بدیہی ہے۔دونوں کی متعدد قسمیں ہیں۔
ان قسموں کی تفصیل ہمارے رسالہ: ''کفر کلامی اور کفر فقہی'' میں مرقوم ہے۔

سوال اول: کیا صاحب رسالہ کے فتویٰ میں مرقوم مندرجہ ذیل عبارت صحیح ہے؟

''تکفیر کے لیے دین کی کسی بدیہی بات کی بدیہی طور پر مخالفت ضروری ہے۔

یعنی اگر دین کی بات ہی بدیہی نہ ہوتو اس کی مخالفت بدیہی ہونے کے باوجود تکفیر نہیں ہوگی،اور دین کی بات تو بدیہی ہو،مگر مخالفت بدیہی نہ ہوتو بھی تکفیر نہیں ہوگی''۔

جواب: کفر کی دو قسمیں ہیں: کفر بدیہی اور کفر نظری۔کفر کلامی کفر بدیہی ہے اور کفر فقہی کفر نظری ہے،لہٰذا منقولہ بالا عبارت میں ''مخالفت بدیہی نہ ہوتو بھی تکفیر نہیں ہوگی'' سے یہ مراد لیا جائے گا کہ ضروری دینی کی بدیہی مخالفت نہ ہوتو تکفیر کلامی نہیں ہوگی۔

ضروری دینی کی غیر بدیہی مخالفت یعنی نظری مخالفت پر تکفیر فقہی ہوتی ہے۔چوں کہ عہد حاضر میں مذبذبین تکفیر فقہی کا انکار کرتے ہیں، حالاں کہ تکفیر فقہی کا طریق کار بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے منقول ہے،لہٰذا مذکورہ عبارت کی تعبیر بدلنے کی ضرورت ہے،تاکہ کوئی مریض القلب اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو،نیز دین کے غیر بدیہی امور کی مخالفت وانکار پر بھی کفر فقہی کا حکم نافذ ہوتا ہے۔تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) ضروریات اہل سنت کا شمار دین کے بدیہی امور یعنی ضروریات دین (قسم اول) میں نہیں ہوتا ہے،حالاں کہ ضروریات اہل سنت کے انکار پر فقہائے احناف کفر فقہی کا حکم نافذ کرتے ہیں۔منقولہ بالا عبارت میں صریح لفظوں میں مرقوم ہے:

''اگر دین کی بات ہی بدیہی نہ ہوتو اس کی مخالفت بدیہی ہونے کے باوجود تکفیر نہیں ہوگی''۔

اس جملے سے اہل بدعت استدلال کر کے اپنا مقصد باطل ثابت کر سکتے ہیں کہ تکفیر فقہی کا وجود نہیں،لہٰذا اس عبارت کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔اسی میں احتیاط ہے۔

(2)اگر دین کی بدیہی بات یعنی ضروریات دین کا بدیہی انکار نہ ہو، بلکہ نظری انکار ہو تو فقہائے کرام کفر فقہی کا حکم نافذ کرتے ہیں۔انکار بدیہی پر تکفیر کلامی ہوتی ہے،اور انکار نظری پر تکفیر فقہی ہوتی ہے۔منقولہ بالا عبارت میں ہے:

''دین کی بات تو بدیہی ہو،مگر مخالفت بدیہی نہ ہو تو بھی تکفیر نہیں ہوگی''۔

اس جملے سے بھی اہل بدعت استدلال کر کے اپنا مقصد باطل ثابت کر سکتے ہیں کہ تکفیر فقہی کا وجود نہیں،لہٰذا اس عبارت کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔اسی میں احتیاط ہے۔

ضروریات اہل سنت کے انکار پر تکفیر فقہی

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:(اقول:تحقیق المقام اَنَّ اَکْثَرَ الْحنفیة یُکَفِّرُوْنَ بانکار کل مقطوع به کما ھومُصَرَّحٌ فی رد المحتار وغیرہ-وھم ومن وافقھم،ھم القائلون بانکار کل مجمع علیه-بَعْدَ مَا کَانَ الْاِجْمَاعُ قَطْعِیًّا نَقْلًا وَدَلَالَةً-وَلَاحَاجَةَ اِلٰی وجود النص-وَالْمُحَقِّقُوْنَ لَا یُکَفِّرُوْنَ اِلَّا بانکارمَا عُلِمَ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَةً بحیث یشترک فی معرفته الخاص والعام المخالطون للخواص-فان کان المجمع عَلَیْهِ ھکذا-کَفَرَ مُنْکِرُہ-وَاِلَّا،لا-وَلَا حَاجَةَ عند ھم اَیْضًا اِلٰی وجود نَصٍّ-فَاِنَّ کَثِیْرًا مِنْ ضَرُوْرِیَاتِ الدِّیْن مِمَّا لَا نَصَّ عَلَیْهِ کَمَا یَظْھَرُبِمُرَاجَعَةِ ''الاعلام''وغیرہ-فالتقیید بوجود النص ضائع علی القولین فاعرف)

(المعتمد المستند:ص195-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:اقول:اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ اکثر فقہائے احناف قطعی امر کے انکار پر

تکفیر کرتے ہیں،جیسا کہ اس کی تصریح ردالمحتار وغیرہ میں ہے،اور یہ فقہائے احناف اوران کے موافقین ہر اجماعی امر کے انکار پر تکفیر فرماتے ہیں،بشرطے کہ وہ اجماع روایت ودلالت کے اعتبار سے قطعی ہو،اور(اس امر قطعی سے متعلق)نص کا وجود ضروری نہیں۔

اور محققین (متکلمین)صرف اس امر کے انکار پر تکفیر کرتے ہیں جو ضروری دینی ہو، اس طرح کہ اس کی معرفت میں خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام شریک ہوں ،پس اگر اجماعی امر ایسا ہوتو اس کا منکر کافر ہے، ورنہ کافر نہیں،اور متکلمین کے یہاں بھی نص کا وجود ضروری نہیں،اس لیے کہ بہت سی ضروریات دین وہ ہیں جن پر نص نہیں،جیسا کہ''الاعلام بقواطع الاسلام''وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے،پس وجود نص کی قید لگانا دونوں قول کے مطابق رائیگاں ہے،پس اس کو جان لو۔

ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص دینی امور ہیں اورضروریات اہل سنت قطعی بالمعنی دینی امور ہیں۔فقہائے احناف ہر قطعی امر کے انکار پر تکفیر کرتے ہیں،خواہ وہ ضروریات دین میں سے ہو،یا ضروریات اہل سنت میں سے ۔جس امر پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع قطعی ہو،اور یہ قطعی طور پر منقول ہو،یعنی تواتر کے ساتھ منقول ہو، اوراپنے مفہوم پر دلالت میں قطعی ہو،جیسے خلافت صدیقی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع قطعی ہے اور یہ تواتر کے ساتھ منقول ہے،لہٰذا یہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔اس کا انکار فقہائے احناف اوران کے مؤیدین کے یہاں کفر فقہی ہے۔

تکفیر فقہی کا طریقہ حضرات صحابہ کرام سے منقول

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:(وَقَدْ تَوَاتَرَعن الصحابة والتابعين العظام والمجتهدين الاعلام عليهم الرضوان التام،اِكْفَارُ الْقَائِلِ بِخَلْقِ الكلام كَمَا نَقَلْنَا نُصُوْصًا كَثِيْرًا منهم فى(سبحٰن السبوح عن عيب

کذب مقبوح)وَهُمُ الْقُدْوَةُ لِلْفُقَهَاءِ الْكِرَامِ فِيْ اِكْفَارِ كُلِّ مَنْ اَنْكَرَ قَطْعِيًّا–
وَالْمُتَكَلِّمُوْنَ خَصُّوْهُ بالضروری–وهو الاحوط)

(المعتمد المستند :ص50:المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور مجتہدین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے قرآن مقدس کومخلوق ماننے والے کی تکفیر متواتر ہے، جیسا کہ ہم نے ان حضرات کے بہت سے اقوال سبحان السبوح میں نقل کیے، اور یہی حضرات امر قطعی کے ہر منکر کی تکفیر کے باب میں فقہائے کرام کے پیشوا ہیں، اور متکلمین نے تکفیر کو ضروری دینی کے ساتھ خاص کیا، اور یہ زیادہ احتیاط والا طریقہ ہے۔

دینی مسائل میں جو امور قطعی بالمعنی الاخص ہوں، وہ ضروریات دین میں سے ہیں اور جو مسائل قطعی بالمعنی الاعم ہوں، وہ ضروریات اہل سنت میں سے ہیں۔قرآن مجید کے غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ قطعی بالمعنی الاخص نہیں، لہٰذا وہ ضروریات دین میں سے نہیں۔قرآن مجید کومخلوق ماننے والا متکلمین کے یہاں گمراہ ہوگا اور فقہائے کرام کے یہاں کافر فقہی ہوگا۔

کیا اشخاص اربعہ کے بدیہی کفری اقوال نظری ہوسکتے ہیں؟

سوال دوم: اشخاص اربعہ کی عبارتیں ضروریات دین کے انکار اور اللہ ورسول (عز وجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بے ادبی میں صریح متعین اور بدیہی اولی ہیں۔کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہی انکار واستخفاف کسی کے واسطے نظری ہوجائے؟

جواب: اس نظریہ کی بنیاد اس بات پر تھی کہ بدیہی کبھی نظری ہو جاتا ہے اور اس کا بطلان ماقبل میں رقم کیا جا چکا ہے۔جب اشخاص اربعہ کی عبارتوں میں ضروریات دین کا انکار واستخفاف بدیہی طور پر ہے تو وہ سب کے لیے بدیہی رہے گا۔متفق علیہ بدیہی اگر نظری ہوجائے تو انقلاب حقیقت لازم آئے گا۔بدیہی کبھی ملحق بالنظری بھی نہیں ہوتا۔

عوام مسلمین اور شبہہ کے سبب کفر کلامی کا انکار

سوال سوم: شبہ کے سبب عوام مسلمین اگر اشخاص اربعہ کے کفر کلامی کا انکار کر دیں تو کیا حکم ہے؟ وہ معذور قرار پائیں گے، یا ان پر شرعی حکم نافذ ہوگا؟

جواب: جب تک علمائے حق نے اشخاص اربعہ کے بارے میں واضح فیصلہ نہیں سنایا تھا، تب تک دیابنہ کی باطل تاویلات کے سبب عوام کو شبہ ہوسکتا تھا۔علمائے حق کے فیصلہ کے بعد عوام کو حکم شرعی ماننا ہوگا۔ بالفرض حکم شرعی بتادینے کے بعد متعلقات حکم میں کسی کو شبہہ ہو جائے تو علمائے حق سے پوچھ کر وہ شبہ دور کرے۔حکم شرعی کے انکار کی گنجائش نہیں۔

اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر کلامی کا مسئلہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے، اور بہت سخت ہے، یہاں تک کہ جو لوگ اشخاص اربعہ کے کفریہ عقائد اور ان پر نافذ کردہ حکم کفر سے قطعی طور پر واقف ہو کر ان لوگوں کو مومن مانیں، وہ لوگ بھی کافر ہیں۔دیوبندیوں کو بھی اشخاص اربعہ کے کفریہ کلام میں شبہات باطلہ ہیں، جن کے سبب وہ اشخاص اربعہ کی تکفیر کا انکار رتے ہیں، لیکن تاویلات باطلہ وشبہات باطلہ کے باوجود ان منکرین تکفیر کو کافر قرار دیا گیا۔

فقہی مسائل سے متعلق بھی معتمد علمائے حق کے فتاویٰ کو ماننا عوام پر لازم ہے۔

فقہی فتویٰ سے متعلق فتاویٰ رضویہ سے ایک سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے:

سوال: مستند علمائے دین کے فتاویٰ کو جو شخص ہیچ و پوچ سمجھ کر اس پر عمل نہ کرے، اور کہے کہ فتویٰ وہی ہے جو ہمارا دل گواہی دِے۔ایسا شخص شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا: ''یہ شخص اگر خود عالم کامل نہیں تو مستند علمائے دین کے فتویٰ کو نہ ماننے کے سبب ضال وگمراہ ہے۔قرآن عظیم نے غیر عالم کے لیے یہ حکم دیا کہ عالم سے پوچھو، نہ یہ کہ جس پر تمہارا دل گواہی دے، عمل کرو۔قال اللہ تعالیٰ:(فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون)۔جاہل کیا اور جاہل کا دل کیا۔

نعم من کان عالما فقیہا مبصرا ماہرا متبحرا فہو مامور بقولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم: استفت قلبک وان افتاک المفتون''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جزدوم:ص140-رضااکیڈمی ممبئی)

ترجمہ: ہاں جو عالم، صاحب بصیرت ماہر وتبحر فقیہ ہوتو اسے حضور اقدس تاجدار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادمبارک کاحکم ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ پوچھے، گرچہ مفتیان کرام تمہیں (کوئی دوسرا) فتویٰ دیں۔

منقولہ بالاحکم باب فقہیات کے ظنی واجتہادی مسائل سے متعلق ہے۔فقہی مسائل میں عوام کو قیل وقال کی اجازت نہیں، بلکہ مستند ومعتمد علمائے حق کے بیان کردہ حکم شرعی کو ماننا ہے۔اسی طرح جو تبحر و ماہر فقیہ نہ ہو، اس کو بھی اختلاف کا حق حاصل نہیں۔اختلاف کا حق اس عالم کو ہے جو صاحب بصیرت اور ماہر وتبحر فقیہ ہو۔عوام مسلمین فقیہ نہیں اور تمام ناقلین فتویٰ صاحب بصیرت اور ماہر وتبحر فقیہ نہیں، گرچہ عوام انہیں عظیم وبے نظیر فقیہ سمجھتے ہوں۔

بعض ظنی مسائل میں علمائے حق کے متعدد اقوال ہوتے ہیں،اس کی وضاحت علمائے کرام فرمادیتے ہیں کہ راجح قول پر عمل کرنا ہے۔اسی طرح دیگر ضروری تفاصیل بھی بیان کی جاتی ہیں۔اگرفتویٰ میں ضروریات دین کا بیان ہو،اور صحیح حکم شرعی بیان کیا گیا ہوتو اس کے انکار کا حق عالم وجاہل کسی کو نہیں۔اس سے متعلق امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا مکمل فتویٰ ہمارے رسالہ:''مسئلہ تکفیر اور تحقیق وتصدیق''(باب دوم) میں منقول ہے۔

اس فتویٰ کا آخری حصہ مندرجہ ذیل ہے۔

''مگر آں کہ مسئلہ از ضروریات دین باشد کہ انکار، بلکہ شک دراں کفراست۔والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جزاول:ص237-رضااکیڈمی ممبئی)

(فتاویٰ رضویہ: جلد21:ص136-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ: مگر یہ کہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو کہ اس کا انکار، بلکہ اس میں شک کرنا کفر

ہے۔اللہ تعالیٰ کی پناہ،اور اللہ سب سے زیادہ علم والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''جاہل کو احکام شرع خصوصًا کفر واسلام میں جرأت سخت حرام،اشد حرام ہے۔کوئی ہو،کسے باشد۔واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم:ص209-رضا اکیڈمی ممبئ)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ عوام کو مسئلہ تکفیر یا دیگر مسائل شرعیہ میں تحقیق کی اجازت نہیں،لہٰذا انہیں اختلاف کی بھی اجازت نہیں۔تکفیر کلامی کا فتویٰ صحیح ہو تو عوام وخواص کسی کو بھی اختلاف کا حق نہیں، بلکہ صحیح فتویٰ کو ماننا سب پر لازم ہے۔کافر کلامی کو مومن ماننے والا کافر کلامی ہے۔جس کو کچھ معلوم ہی نہیں،وہ معذور ہے۔

تمام امت مسلمہ اجمالی طور پر یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہے۔اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بے ادبی کرنے والا کافر ہے۔جب کسی کو کسی خاص ملزم کے بارے میں یقینی طور پر اطلاع ہو جائے کہ اس نے کسی ضروری دینی کا انکار کیا ہے،اور علمائے حق نے اسے کافر کہا ہے تو اسے کافر ماننا لازم ہوگا۔

ضروریات دین اور مسئلہ تکفیر میں شبہ کا شرعی حکم

جب عوام کو خبر متواتر سے معلوم ہو گیا کہ قادیانی اور اشخاص اربعہ کے فلاں فلاں کفریہ عقائد کے سبب علمائے عرب وعجم نے ان لوگوں پر کفر کلامی کا حکم نافذ فرمایا ہے،پس عوام کو تواتر کے سبب مجرمین سے متعلق حکم شرعی اور مجرمین کے کفریہ عقائد کا یقینی علم حاصل ہو گیا۔جس چیز کا یقینی علم حاصل ہو گیا،اسے ماننا ہوگا۔اب اگر متعلقات حکم مثلاً شرائط ولوازم اور دلیل تکفیر میں شبہہ ہو جائے ، یا قول کے کفر ہونے میں شبہہ ہو جائے تو علمائے حق سے اس شبہہ کا جواب معلوم کر لیں۔فتویٰ تکفیر کے انکار کی گنجائش نہیں۔

المعتمد المستند اور دیگر کتابوں میں ضروریات دین میں شبہہ کا یہی حکم بیان کیا گیا

ہے کہ شبہہ کو دور کرے۔حکم شرعی کے انکار کی گنجائش نہیں،مثلاً کسی کو توحید ورسالت میں شبہہ ہو جائے تو علمائے حق سے شبہہ کا جواب معلوم کر لے۔توحید ورسالت کے انکار کی گنجائش نہیں ، نیز عوام مسلمین کو علمائے محققین ومناظرین ومدققین کی طرح منکرین کے ہر سوال کا جواب معلوم ہونا ضروری نہیں۔صرف حکم شرعی کو ماننا ضروری ہے۔معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ عوام کو بھی علمائے محققین کی طرح ہر شبہہ کا جواب معلوم ہونا لازم ہے۔

عوام مسلمین کو اس بات کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے کہ کسی شرعی مسئلہ یا توحید ورسالت پر منکرین کے جو شبہات ہیں،ان تمام شبہات کے جوابات جانیں۔یہ معتزلہ کا مذہب ہے جسے خلیل بجنوری نے اہل سنت وجماعت کے درمیان پھیلانے کی کوشش کی تھی۔

عوام مسلمین کو شرعی احکام ماننا ہے۔اصحاب علم وفضل کو شبہات باطلہ کا جواب معلوم کرنا ہے۔عوام وعلما کا حکم جداگانہ ہے۔معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ عالم وغیر عالم ہر ایک کو عقلی استدلال کے ذریعہ تمام ضروری عقائد کا ایسا علم حاصل ہونا لازم ہے کہ مخالفین ومنکرین کے شبہات کا جواب دے سکے۔اگر کسی عقیدہ کا ایسا علم نہ ہو تو اسے مومن نہیں سمجھا جائے گا۔

یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب نہیں۔

محدث ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:(**وعند المعتزلة ما لم يعرف كل مسألة بدلالة العقل على وجه يمكنه دفع الشبهة،لا يكون مؤمنًا-قال القونوى:عند المعتزلة انما يحكم بايمانه اذا عرف ما يجب اعتقاده بالدليل العقلى علىٰ وجه يمكنه مجادلة الخصوم-وحل جميع ما يوردونه عليه من الشبهة-حتى اذا عجز عن شيئ من ذلك،لم يحكم باسلامه**)(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص403-دار السلامہ بیروت)

ترجمہ:معتزلہ کے یہاں مومن نہیں ہوگا جب تک کہ دلالت عقلی سے ہر مسئلہ کو اس طرح نہ جان لے کہ اس کے لیے دفع شبہہ ممکن ہو۔امام قونوی نے فرمایا:معتزلہ کے یہاں

کسی کواس وقت مومن مانا جائے گا جب وہ ضروری عقائد کوعقلی دلیل سے اس طرح جان لے کہ مخالفین سے مباحثہ کرنا اوران کے تمام وارد کردہ شبہات کا حل اس کے لیے ممکن ہو، یہاں تک کہ جب اس میں سے کسی چیز سے عاجز ہوتو اس کو مومن نہیں تسلیم کیا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ضروریات دین میں شبہہ کا حکم ''المعتمد المستند''(ص 238-المجمع الاسلامی مبارک پور) میں تفصیل کے ساتھ رقم فرمایا کہ شبہہ دور کرے،اورتوقف نہ کرے۔حکم شرعی کے انکار کی گنجائش نہیں۔فی الوقت یہ عقیدہ رکھے کہ جوعنداللہ حق ہے،وہی میرا عقیدہ ہے۔دفع شبہہ کی کوشش فرض ہے،اورتوقف کواپنا عقیدہ بنانا کفر ہے۔بعض لوگ سرتوڑ کوشش کررہے ہیں کہ دربار اعظم کے گستاخوں کے گلے سے طوق کفر نکال پھینکیں،لیکن مجرمین کی موت کے بعد کوئی راہ نہیں۔

بحث چہارم میں المعتمد المستند کی عبارت منقول ہے۔عہد حاضر میں عجیب وغریب نظریات گڑھے جارہے ہیں۔ان شاءاللہ تعالیٰ خداعزوجل کی توفیق اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دستگیری سے میں امت مسلمہ کے ایمان کی حفاظت کی کوشش کرتا رہوں گا۔

بحث سوم

تھانوی کے کلام میں عوام الناس کوشبہ

زیرتبصرہ فتویٰ میں تھانوی کی عبارت پر بحث کرتے ہوئے مرقوم ہے:

''رہا تیسرا احتمال یعنی خواص کے نزدیک بدیہی اورعوام کے نزدیک نظری ہو۔اس صورت میں عوام کو''شبہہ'' ہونا فطری ہے،لہٰذا ان کے نزدیک اس وقت تک حتمی طور پرکفر نہیں ہوگی، جب تک دلیل کی روشنی میں ان کا''شبہہ'' دورکرنا ثابت نہ ہوجائے کہ یہ عبارت توہین وتنقیص کے معنی میں متعین ہے۔یونہی دوسرا احتمال یعنی خواص کے نزدیک بدیہی اولی اورعوام کے نزدیک بدیہی غیراولی ہو۔اس صورت میں عوام کوتنبہ تام سے پہلے

شبہہ ہوسکتا ہے، لہٰذا عوام کے نزدیک اس وقت تک تکفیر نہیں ہوگی، جب تک ان کو تنبہ نہ ہو جائے کہ یہ عبارت توہین وتنقیص کے معنی میں متعین ہے"۔

کیا منقولہ بالا نظریہ شرعی اصول وضوابط کے مطابق صحیح ہے؟

جواب:منقولہ بالا نظریہ شرعی اصول وضوابط کے اعتبار سے صحیح نہیں۔عوام مسلمین شرعی احکام کے دقائق وتفصیلات جاننے کے مکلف نہیں۔نفس مسئلہ جاننا اوراس کو ماننا ان کے حق میں کافی ہے۔اگر کسی کو شبہہ ہوتو وہ اپنا شبہہ دور کرے۔تفصیل درج ذیل ہے۔

(1)منقولہ بالا احتمال سوم کا جواب

تیسرے احتمال کا جواب بحث اول میں مرقوم ہوا کہ متفق علیہ بدیہی کبھی نظری یا ملحق بالنظری نہیں ہوتا ہے۔ہاں،نظری کبھی ملحق بالبدیہی ہوجاتا ہے۔

تکفیر کلامی اسی وقت ہوتی ہے، جب ضروریات دین کا انکار یا استخفاف بدیہی ہو۔ یہ بدیہی انکار واستخفاف عوام کے حق میں نظری نہیں ہوسکتا۔بدیہی ہمیشہ بدیہی رہتا ہے۔

(2)اشخاص اربعہ کے حکم کفر کی شہرت

احتمال دوم میں یہ بتایا گیا ہے کہ خواص کے نزدیک بدیہی اولی ہو، اورعوام کے نزدیک بدیہی غیر اولی (بدیہی خفی) ہوتو عوام کو تنبیہ کی ضرورت ہوگی،یعنی عوام کو یہ بتانے کی ضرورت ہوگی کہ یہ عبارت توہین وتنقیص اورکفری معنی میں متعین ہے،لہٰذا قائل کافر ہے۔

چوں کہ یہ بحث تھانوی کی کفریہ عبارت سے متعلق ہے،جس عبارت پر قریباً سوا صدی قبل علمائے عرب وعجم کفر کلامی کا حکم نافذ فرما چکے ہیں۔مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ کی عبارتوں پراس طویل مدت میں بے شمار مناظرے ومباحثے ہو چکے۔سب کو یہ معلوم ہو چکا کہ یہ عبارتیں کفری معانی میں متعین ہیں۔المعتمد المستند میں تکفیر اور دلائل شرعیہ مرقوم ہوئے۔حسام الحرمین میں علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات منظرعام پر لائی گئیں اورعوام

وخواص کو مطلع کردیا گیا۔ الصوارم الہندیہ میں برصغیر کے 268: علمائے اہل سنت وجماعت کی تصدیقات شائع کی گئیں۔ علمائے حق اپنی تحاریر وتقاریر میں مسلسل بیان فرمارہے ہیں کہ قادیانی واشخاص اربعہ کی عبارتیں کفری معانی میں متعین ہیں۔ ان سب سے عوام کو تنبہ تام ہو چکا ہے۔ تکفیر کلامی کے فتویٰ سے قبل ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا حکم نہیں دیا گیا۔

زیر تبصرہ فتویٰ میں جس طرح تدقیقات مرقوم ہوئی ہیں، اگر آج ایسی تدقیقات پیش کی جائیں تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ آج بھی عوام کے لیے یہی حکم ہے، حالاں کہ عوام کو جس تنبیہ کی ضرورت تھی، وہ کی جا چکی ہے۔ مخالفین کے شبہات کے جوابات دیئے جا چکے۔

کفر بدیہی کی تین قسمیں

کفر بدیہی کی تین قسمیں ہیں۔ تینوں قسموں کی مختصر وضاحت مرقومہ ذیل ہے۔

بدیہی کی دو قسمیں ہیں: بدیہی کسبی و بدیہی غیر کسبی۔

بدیہی کسبی کی دو قسمیں ہیں: بدیہی اولی اور بدیہی غیر اولی۔

قسم اول: کفر بدیہی غیر اولی (بدیہی خفی)

کفر بدیہی غیر اولی میں کچھ پوشیدگی ہوتی ہے۔ جب علمائے کرام تحقیق وتدقیق کے بعد کسی کے کافر کلامی ہونے کا صحیح فتویٰ جاری کردیں، تب عوام وخواص سب پر ماننا لازم ہے۔ کفر بدیہی غیر اولی (بدیہی خفی) میں علمائے حق کے فتویٰ سے قبل شبہہ ہو سکتا ہے، اسی لیے ایسے امور میں فتویٰ تکفیر سے قبل عوام پر ''من شک'' کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔ تکفیر کلامی کا فیصلہ وہ علمائے کرام کریں گے جو شرعی اصول وضوابط اور علم کلام سے کما حقہ واقف وآشنا ہوں۔

قسم دوم: کفر بدیہی اولی

کفر بدیہی اولی میں کسی سبب سے عوام مسلمین کو باطل شبہہ لاحق ہو سکتا ہے، جیسا کہ دیوبندیوں کی جانب سے اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں کی تاویلات باطلہ کے سبب عوام

الناس کے شبہہ کا لحاظ کرتے ہوئے تکفیر کلامی کا شرعی فتوی مشتہر کرنے سے قبل عمومی طور پر ''من شک'' کا حکم نافذ نہیں کیا گیا۔ جب مکمل تحقیق وتنقیح کے بعد المعتمد المستند اور حسام الحرمین میں قادیانی اور اشخاص اربعہ کا حکم بیان ہو چکا تو اب عوام کے باطل شبہہ کا اعتبار نہیں۔

حکم شرعی واضح الفاظ میں مشہور کر دینے اور بتا دینے کے بعد عوام وخواص سب کو حکم شرعی ماننے کا حکم ہے۔ اس کی تفصیلی بحث امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ''تمہید ایمان'' کے اخیر میں رقم فرمادی ہے۔ باب نہم میں تفصیلی بحث مرقوم ہے۔ بدیہی اولی میں بھی کسی سبب سے عوام کو باطل شبہہ لاحق ہوسکتا ہے۔ بدیہی اولی میں بعض عوام کے شبہہ کا ذکر درج ذیل فتویٰ میں ہے۔ بعض بدیہی اولی میں شدت ظہور نہ ہونے کے سبب بعض عوام کو شبہہ لاحق ہوسکتا ہے، لیکن علمائے حق کے فتویٰ کا علم ہونے کے بعد حکم شرعی ماننا لازم ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ایک سوال کے جواب میں رقم فرمایا: ''فتویٰ کہ فقیر نے کوٹہ بھیجا تھا، اس کی نقل حاضر ہے۔ اس کے کون سے حرف میں ان کے لئے حکم کفر سے نجات ہے۔ اس میں دو شقیں کیں: اول یہ کہ کلمات دل سے کہے، اس پر یہ لکھا کہ:

''جب تو اس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہوسکتا''۔

اس کا مفہوم مخالف صرف اس قدر کہ اگر دل سے نہ کہے تو کفر ایسا واضح نہیں جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہ ہوسکے۔ نہ یہ کہ دل سے نہ کہے تو کفر ہی نہیں، کفر ضرور ہے۔

اگرچہ اس درجہ شدت ظہور پر نہیں کہ کوئی جاہل بھی تامل نہ کر سکے، بلکہ اس سے ظاہر یہ ہے کہ دل سے نہ کہے جب بھی اس کے کفر میں کوئی جاہل تامل کر سکے، کسی اہل علم کو تامل نہیں ہوسکتا اور جاہلوں میں سب کو نہیں کسی کو، اور وہ بھی یقیناً نہیں امکاناً، یعنی دل سے نہ کہے کی حالت میں احتمال ہے کہ شاید کوئی جاہل اس کے کفر میں تامل کرے، اور دل سے کہے تو اتنا احتمال بھی نہیں۔ دوسری شق یہ کہ آریہ کو دھوکا دینے کے لیے استعمال کیے، دل سے ان کلمات ملعونہ کو پسند نہیں کرتا۔ یہی وہ عذر ہے جو وہ اب بیان کرتے ہیں، ان کے بیان سے

پہلے ہی فتوے میں اس کا رد موجود ہے کہ:''دھوکے کا عذر محض جھوٹ اور باطل ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص597-602- جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ کفر بدیہی اولی میں بعض جاہلوں کو شبہ ہوسکتا ہے۔تکفیر اور تصدیق دونوں کے شرائط جدا گانہ ہیں۔حکم شرعی کی تصدیق ہر اس مسلمان پر لازم ہے جس کو اس کا علم ہو،خواہ وہ عالم ہو یا غیر عالم۔قادیانی اور اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ جو ان لوگوں کو کافر نہ مانے،وہ کافر ہے۔حکم شرعی بتانے سے قبل یہ نہیں فرمایا۔اس کی تفصیل تمہید ایمان کے اخیر میں بھی رقم فرمائی کہ جو تحقیق ہونی تھی،وہ ہو چکی ہے۔اب تمام مسلمانوں کو حکم شرعی ماننا ہے۔فتویٰ سے قبل دیوبندیوں کی باطل تاویلات کے سبب عوام مسلمین کو شبہہ ہوسکتا تھا۔جب تحقیق کے بعد شرعی فیصلہ قوم کو سنا دیا گیا اور مشہور کر دیا گیا تو اب شبہہ کا عذر ختم ہو گیا۔

قسم سوم: کفر بدیہی غیر کسبی

کفر کلامی کی بعض صورت بالکل واضح یعنی بدیہی غیر کسبی ہوتی ہے۔اس میں عوام کو بھی کسی قسم کا شبہہ لاحق نہیں ہوتا۔اس میں علمائے کرام کے فتویٰ کی ضرورت نہیں،بلکہ علما کے فتویٰ دیئے بغیر عوام کو بھی شریعت کے واضح حکم پر عمل کرنا ہے،کیوں کہ وہاں شرعی حکم بالکل واضح ہوتا ہے،مثلاً زید اعلانیہ طور پر اسلام مذہب چھوڑ کر مجوسی بن گیا۔مجوسیوں کی عبادت گاہ میں جا کر مجوسیوں کی طرح عبادت کرتا ہے۔وہ خود کو مجوسی کہتا ہے۔اب عوام مسلمین میں سے کوئی شخص کہے کہ کسی عالم نے اس کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا تو ہم اس کو کافر کیسے کہیں تو یہ بات غلط ہے۔جب وہ اسلام کو مانتا ہی نہیں تو اسے مسلمان کیسے کہے گا؟

کفر کلامی کی جو صورت بالکل واضح یعنی بدیہی غیر کسبی ہو،اس میں مفتی کے فتویٰ کی ضرورت نہیں۔وہاں حکم شرعی واضح ہوتا ہے۔عوام مسلمین کو اسی واضح حکم پر عمل کرنا ہے۔

امام اہل سنت سے ایک پیر کے بارے میں سوال کیا گیا جو سب کو خدا کہتا تھا۔زید

وبکر سب کو خدا کہتا۔خود کو بھی اللہ کہتا۔نماز،روزے وحج سے منع کرتا۔شریعت کو خود ساختہ کہتا وغیرہ۔امام اہل سنت نے فرمایا کہ جو اس کے حالات کا علم ہونے کے باوجود اس کو پیر مانے ،وہ کافر ہے۔ان کی عورتیں نکاح سے نکل چکی ہیں،حالاں کہ ابھی کسی مفتی نے فتویٰ ہی نہیں دیا تھا تو ’’من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر‘‘ کا حکم کیسے نافذ ہوگا۔دراصل ایسا کفر بدیہی غیر کسبی ہے۔سوال وجواب طویل ہیں۔جواب کا ضروری حصہ درج ذیل ہے۔

’’جو لوگ مرید اس کے ہو چکے ہیں،ان پر فرض ہے کہ اس سے جدا ہوں،دور بھاگیں کہ وہ بیعت اس کے ہاتھ پر نہیں،ابلیس کے ہاتھ پر ہوئی،پھر ان مریدوں میں جو اس کے ان کفروں سے آگاہ تھے،اور اس کے بعد مرید ہوئے،یا بعد مریدی کے آگاہ ہوئے،اور اس کی بیعت سے الگ نہ ہوئے،وہ سب بھی اسلام سے خارج ہیں۔

ان پر بھی فرض کہ نئے سرے سے مسلمان ہوں،توبہ کریں،توبہ واسلام کے بعد ان کی عورتیں اگر ان سے دربارہ نکاح پر راضی نہ ہوں تو ان پر جبر نہیں۔عورتیں جس سے چاہیں ،اگر عدت گزر چکی ہے تو ابھی،ورنہ بعد عدت اپنا نکاح کرلیں،اور اگر انہیں سے دوبارہ نکاح کریں تو مہر جدید لازم آئے گا،اور پہلا مہر بھی،اگر باقی ہے،دینا ہوگا‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ:جلد ششم:ص195-رضا اکیڈمی ممبئ)

مذکورہ بالا فتویٰ سے واضح ہوگیا کہ ایسا بدیہی غیر کسبی کفر جس میں شبہات باطلہ بھی نہ ہوں،اس میں مفتی کے فتویٰ کی ضرورت نہیں۔جب ایسے واضح کفر کا علم ہو تو اسی وقت سے مرتکب کو کافر ماننا ہے۔مذکورہ فتویٰ میں بتایا گیا کہ ان کی بیویوں سے نکاح ٹوٹ چکے ہیں۔ اگر ان کی عدت گزر چکی ہے تو ابھی جس سے نکاح کرنا چاہیں تو کرسکتی ہیں۔فسخ نکاح کفر کلامی میں ہوتا ہے۔گویا مذکورہ مریدین کافر کلامی ہو چکے ہیں اور فتویٰ سے قبل ہی سارے احکام نافذ ہو چکے،اسی لیے کہا گیا کہ اگر ان کی بیویوں کی عدت گزر چکی ہے تو جس سے چاہے، ابھی نکاح کرسکتی ہیں۔اگر اسی شوہر سے نکاح ہو تو نیا مہر دینا ہوگا،کیوں کہ یہ نیا نکاح ہے۔

الحاصل ایسا بدیہی غیر کسبی کفر جس میں کوئی شبہہ نہ ہو،اس میں مفتی کے فتویٰ کی ضرورت نہیں۔تفصیلی بحث فتاویٰ مفتی اعظم (جلد دوم:ص120-امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف) میں مرقوم ہے۔اسی طرح بار بار یہ بتایا جا چکا ہے کہ جو اشخاص اربعہ کے کفریات اوران پر نافذ کردہ حکم کفر سے واقف ہوکران کو مومن مانے تو وہ بھی کافر ہے۔اب ایسے کافروں کے لیے بھی مستقل فتویٰ کی ضرورت نہیں۔عام مشہور حکم شرعی کے تحت اس پر حکم کفر نافذ ہوگا۔

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''وہ امر جس کا کفر ہونا بدیہی ہو، روز روشن کی طرح آشکار ہو،وہ جب ہی کفر ٹھہرے گا جب کوئی صاحب فتویٰ اسے کفر بتائے گا؟ صاف صاف غیر خدا کی خدائی کا ادعا واقرار بھی کفر نہیں تو یارب اور کیا کفر ہوگا؟

شاہ علی حسین صاحب فتویٰ نہیں تو مسلمان تو ہیں۔انہیں کفر واسلام میں امتیاز تو ہے۔ ایک بات جو کھلی کفر ہے، جو کسی طرح اسلام نہیں،اسے ہر مسلمان کفر کہے گا۔عالم وغیر عالم اس میں برابر ہیں،اور یہ کفر تو اخبث کفر ہے، جسے ایک عامی بھی کفر بتائے ، چہ جائے کہ شیخ وعالم۔فرعون ونمرود کے کفر کو کون کفر نہیں جانتا، پھر کیا ان کا کفر ان کی شخصیتوں کے ساتھ خاص تھا کہ وہ انہوں نے کیا تو اس لیے کہ وہ فرعون نے کیا،کفر ہوا، دوسرا کوئی بھی وہ کفر کرے،کفر نہیں؟ کہ وہ خاص فرعون ونمرود نہیں''۔(فتاویٰ مفتی اعظم: جلد دوم:ص121)

اسی فتویٰ میں مرقوم ہے:''بہت وہ کفریات ہوتے ہیں جنہیں جاہل سا جاہل بھی مانتا ہے،وہ لائق استفتا نہیں ہوتے تو کیا ایسے تمام اخبث ترین کفریات کفر نہ ہوں گے کہ ان کے کفر ہونے کا مفتی نے فتویٰ تو دیا ہی نہیں''۔(فتاویٰ مفتی اعظم: جلد دوم:ص121)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ جو کفر واضح ہو،اس میں فتویٰ کی ضرورت نہیں۔

(3)شبہ کے سبب انکار کی گنجائش نہیں

شبہ کے سبب حکم شرعی کے انکار کی گنجائش نہیں۔ملحدین توحید ورسالت پر شبہات وارد کرتے ہیں،لیکن ان شبہات کے سبب توحید ورسالت کے انکار کا حق نہیں۔

نیز سب کو شبہ لاحق نہیں ہوسکتا۔ یہود ونصاریٰ ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت سے متعلق چودہ صدیوں سے شبہات وارد کرتے آرہے ہیں، لیکن مومنین ان شبہات پر توجہ نہیں دیتے۔غلط لوگوں کی صحبت سے پرہیز کا حکم ہے، تاکہ ان کی صحبت بد کا اثر نہ ہوسکے۔عوام الناس کو وقت نظر کی حاجت نہیں۔علمائے حق کے فتویٰ پر عمل کا حکم ہے۔

(4)شبہ دور کر کے حکم شرعی ماننا لازم

بالفرض اگر کسی کو شبہہ ہو جائے تو خاص اس شخص کو سمجھایا جائے گا،اور خود اس پر بھی لازم ہوگا کہ اپنے شبہات کو اہل علم کے سامنے رکھ کر حل کرلے۔سب کو شبہہ نہیں ہوتا۔

علامہ عزبن عبدالسلام شافعی نے رقم فرمایا:(**والاصح ان النظر لا یجب علی المکلفین الا ان یکونوا شاکین فیما یجب اعتقادہ–فیلزمھم البحث عنہ والنظر فیہ الی ان یعتقدوہ اویعرفوہ**)

(قواعد الاحکام فی مصالح الانام:جز اول:ص202-مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ)

ترجمہ:اصح یہ ہے کہ مکلفین پر(اعتقادی امور میں)غور وفکر لازم نہیں ہے،مگر جب انہیں ان امور میں شک ہو،جن کا اعتقاد واجب ہے تو انہیں ان امور کی تحقیق اور اس میں غور وفکر لازم ہے،یہاں تک کہ وہ اس کا اعتقاد کرلیں اور اسے جان لیں۔

(5)خلیل بجنوری کے باطل شبہات

خلیل بجنوری کو شبہہ اور احتمال تھا جس کے سبب وہ اشخاص اربعہ کے بارے میں کف لسان کرتا تھا۔وہ اپنے کف لسان پر دلیل بھی دیتا تھا،لیکن علمائے اہل سنت وجماعت نے اس کی تاویل اور کف لسان کو غلط بتایا اور اس پر حکم کفر نافذ فرمایا۔الاقوال القاطعۃ فی رد مؤید الوہابیہ میں بجنوری کی تکفیر پر ایک سواسی علما کے دستخط ہیں۔جب ایک تعلیم یافتہ شخص کے شبہات کا لحاظ نہیں کیا گیا تو عوام الناس کے شبہات کا لحاظ کیسے کیا جائے گا۔

(6)حکم شرع بتادینے کے بعدعوام کے شبہات باطلہ کا اعتبار نہیں

اگر شبہہ کے سبب عوام کومعذور سمجھا جائے تو رافضی عوام، قادیانی عوام اور جملہ مرتد فرقوں کے عوام کے شبہات کا لحاظ کرنا ہوگا۔تمام مرتد فرقے کے عوام مذکورہ قانون کے اعتبار سے معذورقرار پائیں گے، حالاں کہ اگر اسی قانون کوکوئی قادیانی فرقہ کے عوام کے لیے استعمال کرے تو کوئی بھی اس کو درست نہیں قرار دے گا۔ جب کہ قادیانی فرقہ اور دیوبندی فرقہ دونوں ہی مرتد فرقہ ہیں۔ دونوں کے بنیادی عقائد میں ضروریات دین کا انکارواستخفاف ہے۔دیوبندیوں سے ربط وتعلق کے سبب لوگ نرم ہوتے جارہے ہیں۔

(7)عوام وخواص سب کوحکم شرعی ماننالازم

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا کہ عوام کو بھی حکم کفر ماننا ہے۔

عالم وجاہل سب پرلازم ہے کہ قادیانی واشخاص اربعہ کوکافر مانیں۔

غیر عالم سے متعلق فتاویٰ رضویہ کے دواقتباس منقولہ ذیل ہیں:

(1)(سوال دوم) زید مولویان فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کوعالم دین سمجھتا ہے، اوران کی تعظیم وتکریم بھی کرتا ہے، لیکن خود عالم نہیں ہے۔اب زید مذکور اہل سنت وجماعت کی امامت کرسکتا ہے یانہیں؟اوراس کی امامت سے نماز سنی کی صحیح ہے، یا کیا؟

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا:

’’دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں ،اورشفائے امام قاضی عیاض وبزازیہ ومجمع الانہرودرمختار وغیرہا کے حوالہ سے فرمایا کہ’’من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر‘‘ جوان کے اقوال پرمطلع ہوکران کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر،اوران کی حالت کفر وضلال اوران کے کفری وملعون اقوال طشت ازبام ہوگئے۔ ہرشخص کہ نراجنگلی نہ ہو، ان کی حالت سے آگاہ ہے، پھرانھیں عالم دین جانے تو ضرور‘‘

منہم‘‘ ہے،اوراس کے پیچھے نماز باطل محض : واللہ تعالیٰ اعلم‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدسوم:ص265-رضااکیڈمی ممبئ)

منقولہ بالاعبارت میں آخری حصے میں ان کی حالت کفروضلال اوران کے کفری اقوال کی شہرت کا ذکر ہے۔حالت کفروضلال یہ ہے کہ حرمین طیبین سے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ آیااور یہ لوگ تائب نہ ہوئے ،پس اب تک کفر میں مبتلا ہیں۔ان کے کفریہ عقائداور ان پرنافذشدہ حکم کفرمشہورومتواتر ہیں تواب جوان کوکافرنہ مانے ،وہ بھی کافر ہے۔

ہاں،اگرکوئی شخص حقیقت میں ناواقف ہوتواس کودیوبندیوں کے کفریہ عقائد بتائے جائیں اورعلمائے عرب وعجم کے نافذ کردہ کفرکلامی کے فتاویٰ کے بارے میں بتایا جائے۔ اگروہ دیوبندیوں کے کفریہ عقائدکاقطعی علم اورفتویٰ تکفیر کاقطعی علم ہوجانے کے بعدبھی انکار کرےتووہ کافرہے۔’’منہم‘‘ کامفہوم یہ ہے کہ جواشخاص اربعہ کےحکم کفراوران کےکفری عقائد سے آگاہ ہوکربھی ان کومومن مانے ،وہ بھی کافر ہے۔جس کوکچھ بھی معلوم نہیں،اس کا حکم درج ذیل ہے کہ وہ سمجھانے کے بعدشرعی حکم کومان لےتواس پرکوئی حکم نہیں۔

(2)امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان سے سوال ہوا:’’جواشخاص نہ عالم ہیں، نہ دیوبند کےتعلیم یافتہ ۔نہ ان سے بیعت وعقیدت رکھتے ہیں۔محض اپنی لاعلمی عقائد کی وجہ سےان کوکافرنہیں سمجھتے ،اوران کےعقائدبھی ایسے بالکل نہیں ہیں،جن پرتکفیرلازم آتی ہے توان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے ،یاتنہا بہتر ہے‘‘؟

(فتاوی رضویہ: جلدنہم: جزدوم:ص313-رضااکیڈمی ممبئ)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جواب میں رقم فرمایا:

’’سائل صورت وہ فرض کرتا ہے جوواقع نہ ہوگی۔دیوبندیوں کےعقائدکفرطشت ازبام ہوگئے۔منکر بننے والےاپنی جان چھڑانے کے لیےانکارکرتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں ۔جومنکر ہو،اس سے کہئے۔فتاویٰ موجودوشائع ہیں۔دیکھوکہ کافروں کا کفرمعلوم ہو، اور

دھوکے سے بچے، اوران کے پیچھے نمازیں غارت نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی فرض ہے۔اس فرض پر قائم ہو تو کہتے ہیں۔ہمیں کتابیں دیکھنے کی حاجت نہیں۔یہ ان کا کید ہے۔ان کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ہوتی تو جن کی نسبت ایسی عام اشاعت سنتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشنام دہندہ ہے،اس سے فوراً خود ہی کنارہ کش ہوتے اور آپ ہی اس کی تحقیق کو بے قرار ہوتے۔کیا کوئی کسی کو سنے کہ تیرے قتل کے لیے گھات میں بیٹھا ہے،اعتبار نہ آئے تو چل تجھے دکھا دوں۔وہ یوں ہی بے پرواہی برتے گا،اور کہے گا۔مجھے نہ تحقیقات کی ضرورت،نہ اس سے احتراز کی حاجت۔تو یہ لوگ ضرور مکار اور بباطن انہیں سے انفار،یا دین سے محض بے علاقہ و بے زار ہوتے ہیں۔ان کے پیچھے نماز سے احتراز فرض ہے۔ہاں،اگر واقع میں کوئی نو وارد یا نرا جاہل یا ناواقف ایسا ہو جس کے کان تک یہ آوازیں نہ گئیں اور وہ بوجہ ناواقفی محض انہیں کا فرنہ سمجھا،وہ اس وقت تک معذور ہے جب کہ سمجھانے سے فوراً حق قبول کرلے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جز دوم:ص313۔رضا اکیڈمی ممبئی)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے دیوبندیوں کے کفریہ عقائد سے لاعلمی کا مفہوم بیان کیا کہ لاعلمی سے مراد یہ ہے کہ اس کے کان بھی ان عقائد سے ناآشنا ہوں،یعنی وہ دیوبندیوں کے کفریہ عقائد سنا ہی نہ ہو۔بالکل لاعلم ہو۔دوسری بات یہ کہ وہ بتانے کے بعد حق کو قبول کرلے،تب معذور۔اگر بتانے کے بعد بھی نہ مانے تو معذور نہیں،بلکہ شرعی حکم وارد ہوگا۔آج کل لوگ جان بجھ کرانکار کررہے ہیں،دوسری جانب عجیب وغریب تحقیقات وتدقیقات منظر عام پر آرہی ہیں۔مذبذبین کا قافلہ بھی میدان میں سرگرداں ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایسی صورت واقع ہونا مشکل ہے،کیوں کہ دیوبندیوں کے کفریہ عقائد کا شہرہ چاروں طرف ہے،پس جولوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ

معلوم نہیں، وہ فریب دیتے ہیں۔اس مفہوم کوایک مثال سے بھی آپ نے واضح فرمایا۔

الحاصل معذور وہی ہے جس کو کچھ بھی معلوم نہیں۔جس عام آدمی یعنی غیر عالم کو یقینی طور پراشخاص اربعہ کے کفریہ عقائد معلوم ہیں اوران لوگوں پرنافذ کردہ کفر کلامی کے حکم پر اطلاع ہے، وہ اگراس حکم شرعی کونہ مانیں تو معذورنہیں، بلکہ ان پرشرعی حکم وارد ہوگا۔

متعلقات حکم مثلاً شرائط ولوازم اوردلیل تکفیر یا کلام کا کفری معنی میں مفسر ومتعین ہونا ودیگر امور کامکمل علم ہونا عوام پرلازم نہیں۔عوام الناس متعلقات حکم کوکما حقہ نہیں سمجھ سکتے۔

نہارالرجال کا واقعہ

نہارالرجال ایک صحابی تھا جومسیلمہ کذاب سے جاملا۔اس کی نبوت کوصحیح بتانے لگا۔ حضوراقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے نجد ویمامہ کے لوگوں کی تعلیم کے واسطے بھیجا تھا۔وہ کافر ہوگیا۔اس کا قول تواتر سے مروی نہیں،پس احتمال فی التکلم ثابت ہے،لیکن چودہ صدیوں سے امت مسلمہ اسے کافر مانتی آرہی ہے۔عہد جدید کا جدید محقق کہہ سکتا ہے کہ احتمال فی التکلم کے سبب ہم اسے کافرنہیں مانیں گے،لیکن اس کے کفر پرحضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔

نہارالرجال بن عنفوہ یمامہ کا رہنے والاصحابی تھا۔اس نے مدینہ شریف آ کرحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن مقدس کی تعلیم حاصل کی۔اسلامی علوم میں اسے اچھا عبور حاصل ہوگیا۔حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیاوی کے آخری مرحلے میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیااور یمامہ اورنجد کےلوگوں کواپنی طرف مائل کرنے لگا اورلوگ اس کی ضلالت میں مبتلا ہونے لگے۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کی خبرسن کر یمامہ اورنجد کے علاقہ کے مسلمانوں کی تعلیم کے لیےنہارالرجال کو یمامہ بھیجا۔یہ وہاں جاکرمسیلمہ کذاب کی

شعبدہ بازیوں سے ایسا مسحور ہوا کہ خود ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

مسیلمہ کی نبوت کا قائل ہو گیا۔قرآن مقدس کی آیتوں کی غلط تفسیر بیان کرنے لگا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ جھوٹا قول منسوب کر دیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو نبوت میں اپنا شریک بنایا ہے۔وہ مسیلمہ کذاب کا دست راست بن گیا۔

لوگ نہار الرجال کو صحابی سمجھتے تھے۔جب اس نے مسیلمہ کذاب کی موافقت کر دی تو بہت سے مسلمان اس کے فریب میں مبتلا ہو کر مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے لگے۔

جب عہد صدیقی میں ربیع الاول ۱۲ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب سے جنگ لڑی گئی تو نہار الرجال حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ عہد صدیقی کے فتنہ ارتداد کے وقت بعض صحابی اور بہت سے تابعین ارتداد کے شکار ہو گئے تھے۔

محدث دارقطنی نے رقم فرمایا:(عن عبيد بن عمير عن أثال الحنفى قال:كان نهار الرجال بن عنفوة قد هاجر إلى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وقرأ القرآن وفقه فى الدين فبعثه النبى صلى اللّٰه عليه وسلم معلمًا لأهل اليمامة فكان أعظم فتنة على بنى حنيفة من مسيلمة–شهد له أنه سمع محمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم يقول:قد أشرك معه فى الرسالة–فصدقوه واستجابوا له.

وروى عن أبى هريرة قال:جلست مع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى رهط ومعنا الرجال بن عنفوة فقال:" إن فيكم لرجلا ضرسه مثل أحد"

فهلك القوم وبقيت انا والرجال–فكنت متخوفا لها حتى خرج الرجال مع مسيلمة وشهد له بالنبوة

وقتل الرجال يوم اليمامة بين يدى مسيلمة قتله زيد بن الخطاب)

(المؤتلف والمختلف للدارقطنی جلد سوم:ص 181-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: اثال حنفی نے بیان کیا کہ نہار الرجال بن عنفوہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی اور قرآن عظیم پڑھا اور دین علم حاصل کیا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اہل یمامہ کا معلم بنا کر بھیجا، پس وہ مسیلمہ کے بارے میں قبیلہ بنی حنیفہ کے لیے بڑا فتنہ بن گیا۔ اس نے گواہی دی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے اس نے سنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو اپنے ساتھ رسالت میں شریک کیا ہے، پس لوگوں نے اس کو سچ جانا اور اس کی بات قبول کر لی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا اور ہمارے ساتھ رجال بن عنفوہ تھا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم میں ایک شخص ہے جس کا دانت مثل احد ہے (یعنی جہنمی ہے)۔

پس اس جماعت کی وفات ہوگئی اور میں اور رجال باقی رہا، اور میں اس قول کے سبب خوف زدہ تھا، یہاں تک کہ رجال بن عنفوہ نے مسیلمہ کے ساتھ خروج کیا اور اس کی نبوت کی گواہی دی، اور جنگ یمامہ کے دن مسیلمہ کذاب کے سامنے حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجال بن عنفوہ کو قتل کیا۔

اس شخص کو رجال اور نہار الرجال دونوں کہا جاتا ہے۔ جیم مشدد ہے۔ جیم اور را دونوں فتحہ کے ساتھ ہیں۔ مذکورہ بالا روایت متواتر نہیں، نہ ہی کوئی متواتر روایت ملتی ہے جس میں نہار الرجال کا قول تواتر سے مروی ہو۔ اس کے باوجود اس کو کافر ماننا لازم ہے۔

جن حضرات نے کفر کلامی کا حکم نافذ کیا ہے، ان کے لیے تمام احتمالات کا خاتمہ لازم ہے۔ بعد کے زمانوں میں حکم کفر اور کفریہ عقیدہ منقول ہوتا ہے۔ اگر ہر زمانے کے مسلمانوں کے لیے احتمال فی الکلام، احتمال فی التکلم واحتمال فی المتکلم کے خاتمے کی شرط لگا دی جائے تو معاملہ مشکل ہو جائے گا۔ امت حرج میں مبتلا ہو جائے گی۔ کتاب الشفا اور اس کی شروحات

میں مرقوم ہے کہ جب کسی کے کفر پر اس زمانے کے علما کا اجماع ہو جائے تو بعد والوں کو انکار کا حق حاصل نہیں۔ ہمارے رسالہ: *مسئلہ تکفیر اور تحقیق وتصدیق*‘‘ میں تفصیل مرقوم ہے۔

اگر ایک ہی عالم نے کفر کلامی کا صحیح فتویٰ دیا ہو تو اس کے انکار کی بھی اجازت نہیں۔ تکفیر کلامی کے صحیح فتویٰ سے علمائے حق کا اتفاق ہی ہوتا ہے۔ اظہار اتفاق سے اس فتویٰ کی مزید تاکید وتقویت ہو جاتی ہے، اسی واسطے اہم مسائل میں علما کی تصدیق طلب کی جاتی ہے۔

(8) مسئلہ تکفیر کلامی اور فقہائے کرام

امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے تحریر فرمایا کہ کفر کلامی کا فتویٰ صرف علمائے متکلمین جاری کریں گے، اور غیر متکلم فقہا کو ان کی تقلید لازم ہے۔ غیر متکلم فقہائے کرام کو کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرنے کی اجازت نہیں۔ نہ ہی اختلاف کی اجازت ہے۔ یہی حکم عوام کا بھی ہے کہ ان کو حکم شرعی ماننا ہے۔ کوئی شبہہ ہے تو علمائے کرام سے دریافت کر کے شبہہ دور کرے۔ جب حکم شرعی کا علم ہو چکا ہے تو حکم شرعی کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: (فاذا فَهِمتَ اَنَّ النَّظرَ فی التکفیر موقوفٌ علیٰ جمیع هذه المقالات التی لا يَستَقِلُّ بِاٰحَادِهَا الا المبرزون- عَلِمتَ اَنَّ المُبَادِرَ اِلٰی تَکفِیرِ مَن یُخَالِفُ الاشعریَّ اَو غَیرَہ جَاهِلٌ مُجَازِفٌ-وَکَیفَ یَستَقِلُّ الفَقِیهُ بمجرد الفقه بهٰذا الخطب العظیم-وَاَیُّ رُبعٍ من ارباع الفقه یُصَادِفُ هذه العلوم.

فاذا رَأَیتَ الفَقِیهَ الذی بضاعتُه مجردُ الفقه،یخوضُ فی التکفیر والتضلیل-فَاعرِض عنه وَلَا تَشتَغِل به قَلبَکَ وَلِسَانَکَ-فَاِنَّ التَّحَدِّیَ بالعلوم غَرِیزَةٌ فی الطبع-لَا یَصبرَعَنهَا الجُهال-وَلِاَجلِه کَثُرَ الخلافُ بین الناس وَلَوسَکَتَ مَن لَا یَدرِی-لَقَلَّ الخِلَافُ بَینَ الخَلقِ)

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص74)

ترجمہ: جب تم نے سمجھ لیا کہ مسئلہ تکفیر میں غور وفکر مذکورہ تمام اصول وضوابط پر موقوف ہے جن کی تفصیل میں صرف ماہرین مستقل ہوتے ہیں تو تم نے جان لیا کہ جو امام اشعری یا ان کے علاوہ کی مخالفت کرے، اس مخالف کی تکفیر میں جلد بازی کرنے والا جاہل اور خطرہ مول لینے والا ہے۔

اور فقیہ صرف علم فقہ کے سبب اس عظیم ذمہ داری کے لائق کیسے ہوگا؟ وہ فقہی ابواب میں سے کس باب میں ان علوم کو پائے گا، پس جب تم اس فقیہ کو تکفیر وتضلیل میں غور وفکر کرتا دیکھو جس فقیہ کی علمی دولت صرف علم فقہ ہو تو تم اس سے اعراض کرو، اور اپنے دل وزبان کو اس میں مشغول نہ کرو، کیوں کہ علوم وفنون میں کا مقابلہ آرائی انسانی فطرت میں سرایت کر چکی ہے کہ جاہل لوگ بھی اس مقابلہ آرائی سے پیچھے نہیں رہتے۔ اسی وجہ سے لوگوں کے درمیان اختلاف کی کثرت ہوگئی۔ اگر نہ جاننے والا خاموش رہتا تو مخلوق خداوندی میں اختلاف ضرور کم ہوتا۔

(9) مسئلہ تکفیر کلامی اور تقلید متکلمین

امام غزالی نے فرمایا کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی ہوتی ہے، پس فقہا اسے سمجھ سکتے ہیں۔ بالفرض اگر سمجھ میں نہ آئے تو بھی فقہا کو متکلمین کا فتویٰ تکفیر ماننا فرض ہے، جیسے کسی کو صدق نبوت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو بھی نبی کو نبی ماننا فرض ہے۔ فقہا کو فتویٰ تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی ان کو متکلمین کا فتویٰ ماننا فرض ہے، اسی طرح عوام کو بھی متکلمین کا فتویٰ ماننا فرض ہے، خواہ ان کو دلیل کفر سمجھ میں آئے، یا سمجھ میں نہ آئے۔ جب ان کو حکم کفر معلوم ہے تو اس حکم کو ماننا ہوگا۔ نفس مسئلہ سمجھنا مشکل نہیں اور دلیل کفر سمجھنا ہر ایک کے لیے ضروری نہیں۔

مذہب شافعی میں اجماع شرعی میں غیر کافر بدعتی کا لحاظ ہوتا ہے، کافر بدعتی کا نہیں۔

اگر فقہائے شوافع کو کسی کافر بدعتی کے کفر کا علم نہ ہوسکا اور فقہانے اس کافر بدعتی کے اختلاف کے سبب اجماع کو غیر منعقد سمجھا تو اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے امام غزالی نے تحریر فرمایا کہ اگر فقہا کو اس بدعتی کے کفریہ قول کا علم تھا تو فقہا پر لازم تھا کہ اس کفریہ قول کا حکم متکلمین سے دریافت کرتے ،اور پھر متکلمین کا فتویٰ ماننا ان پر لازم ہوتا۔

اگر فقہا کو اس بدعتی کے غلط قول کی اطلاع ہی نہیں تھی تو فقہا عدم علم کے سبب اس اجماع کو غیر منعقد قرار دینے میں معذور ہوں گے۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(فان قیل:فَلو تَرَکَ بَعضُ الفقهاء الاجماعَ بِخِلافِ المبتدِعِ المُکَفَّرِ اِذَا لَم یَعلَم اَنَّ بدعته تُوجِبُ الکُفرَ–وَظَنَّ اَنَّ الاجماع لاینعقد دونه–فَهَل یُعذَرُ من حیث اَنَّ الفقهاء لا یطلعون عَلٰی مَعرفَةِ مَا یُکَفَّرُ بِه من التاویلات؟قلنا لِلمَسئَلَةِ صُورَتَانِ.

(1)اِحدَاهُمَا اَن یَقُولَ الفقهاء:نحن لَا نَدرِی اَنَّ بدعته توجب الکفرَ اَم لَا؟ففی هذه الصورة لا یُعذَرُونَ فِیهِ اِذ یَلزَمُهُم مُرَاجَعَةُ علماء الاصول، ویجب علی العلماء تعریفُهم،فاذا اَفتوهُم بکُفرِه فعلیهم التقلید.

فَاِن لَم یَقنَعهُمُ التَّقلید–فَعَلَیهِمُ السُّوَالُ عن الدلیل،حَتّٰی اذا ذُکِرَ لهم دلیلُه،فَهِمُوهُ لَامَحَالَةَ–لِاَنَّ دَلِیلَهٗ قَاطِعٌ،فَاِن لَم یُدرِکهُ فَلَا یَکُونُ مَعذُورًا–کَمَن لَا یُدرِکُ دَلِیلَ صدق الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم فانه لَا عُذرَ مَعَ نَصبِ اللّٰهِ تَعَالٰی الاَدِلَّةَ القَاطِعَةَ.

(2)الصورة الثانیة اَن لَا یکونَ بَلَغَتهُ بدعَتُه وَعَقِیدَتُه فَتَرَکَ الاِجمَاعَ لِمُخَالَفَتِه فَهُوَ مَعذُورٌ فِی خَطَأِهٖ وَغَیرُ مُوَاخَذٍ بِهٖ)

(المستصفی من علم الاصول: جلداول:ص184)

ترجمہ:پس اگر اعتراض ہو کہ اگر بعض فقہانے کافر بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع

کوترک کردیا(اجماع کواجماع تسلیم نہ کیا)،جب کہ ان کومعلوم نہ ہوکہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے اورانہوں نے یہ سمجھا کہ اس بدعتی کے(اتفاق کے)بغیراجماع منعقد نہیں ہوگا۔ پس کیا وہ فقیہ معذور ہوں گے،کیوں کہ فقہائے کرام کوان تاویلات کی معرفت واطلاع نہیں ہوتی جن کے سبب تکفیر ہوتی ہے؟

ہم جواب دیں گے کہ مسئلہ کی دوصورت ہے:

(1)ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ فقہائے کرام کہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے یا نہیں؟ پس اس صورت میں وہ معذور نہیں ہوں گے،اس لیے کہ ان کے لیے علمائے اصول(متکلمین)کی جانب رجوع ضروری ہے اور علمائے اصول پر انہیں(حکم شرعی)بتانا واجب ہے،پس جب علمائے اصول فقہائے کرام کواس بدعتی کے کفر کا فتویٰ دیں تو فقہا کوتقلید(متکلمین کا بیان کردہ فتویٰ کفر ماننا)لازم ہے۔

پس اگر فقہائے کرام کوتقلید پر قناعت نہ ہوتو انہیں دلیل دریافت کرنا لازم ہے، پھر جب انہیں دلیل کفر بتائی جائے گی تو یقینی طور پر وہ اسے سمجھ لیں گے،کیوں کہ دلیل کفر قطعی ہوتی ہے،پس اگر وہ دلیل کفر نہ سمجھ سکیں تو معذور نہیں ہوں گے،جیسے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی(رسالت ونبوت کی)صداقت کی دلیل کونہ سمجھ سکے(وہ معذور نہیں)،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قطعی دلائل(معجزات)قائم کرنے کے بعد کوئی عذر نہیں۔

(2)دوسری صورت یہ ہے کہ فقیہ کواس بدعتی کی بدعت اورغلط عقیدہ کی خبر نہ پہنچی، پس انہوں نے اس بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع کوترک کردیا تو وہ اپنی خطا میں معذور ہیں اوران سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

جب متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ صادر کردیں تو فقہا کوتقلید لازم ہے،یعنی اس حکم شرعی کو ماننا لازم ہے۔اگر فقہا اس کی دلیل دریافت کریں تو متکلمین دلیل بیان کریں گے،اور فقہا

یقینی طور پر اس دلیل کو سمجھ لیں گے، کیوں کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے۔ اس میں کوئی احتمال نہیں ہوتا۔وہ بالکل واضح ہوتی ہے۔

اگر فقہا کو دلیل تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی انہیں فتویٰ تکفیر ماننا لازم ہے۔امام غزالی قدس سرہ العزیز کے قول (فَاِن لَم یُدرِ کهُ فَلَا یَکُونُ مَعذُورًا) سے بالکل واضح ہو گیا کہ جو کافر کلامی کے کافر کلامی ہونے کے دلائل کو نہ سمجھ سکے،وہ معذور نہیں ہے، بلکہ اس کو حکم شرعی ماننا ہوگا۔جیسے کسی کو حضور اقدس علیہ السلام کی نبوت ورسالت کی صداقت وحقانیت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو وہ معذور نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی نہ ماننے کے سبب کافر ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل قائم فرما دیئے ،یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے واسطے معجزات ظاہر فرما دیئے۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ان کی نبوت کی صداقت پر قطعی دلائل ہیں۔

امام غزالی کے قول(**فعلیھم التقلید**) سے خلیل بجنوری کا یہ نظریہ باطل ہو گیا کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، بلکہ تحقیقی ہے۔اس میں صراحت ہے کہ غیر اہل کے لیے مسئلہ تکفیر کلامی تقلیدی ہے۔یہ بات عقل کے مطابق ہے اور یہی حکم قرآنی ہے۔ارشاد الٰہی ہے:(**فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون**) ،یعنی جو مسئلہ جس کی قوت سے باہر ہو،وہ اس مسئلہ کو خود سے حل کرنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ اہل علم سے اس بارے میں دریافت کرے۔

فقہی مسائل میں اس قدر احتیاط ہے کہ امام مجتہد کی تقلید لازم قرار پائے ،اور اعتقادی مسائل کو ہر شخص حل کرنے لگے، یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔جب مسئلہ تکفیر کلامی میں فقہائے کرام کو اختلاف کی اجازت نہیں تو عوام مسلمین کو بھی اختلاف کی اجازت نہیں۔

غیر مقلدین کی طرح ہر شخص قرآن وحدیث سے شرعی مسائل کا استنباط کرنے لگے تو (**فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون**) کا کیا مفہوم ہوگا؟ ہرفن کے مسئلہ کا حل اس فن کے ماہرین کرتے ہیں، پس کلامی مسائل کا حل ماہر متکلمین کریں گے۔

(10)نفس مسئلہ کو جاننا اور حقائق ودقائق کو جاننا

نفس مسئلہ کو سمجھنا اور جاننا الگ ہے اور مسئلہ کے دلائل وبراہین اور اس کے حقائق ودقائق کو سمجھنا اور جاننا الگ ہے۔اگر کسی باشعور نابالغ بچے کو بھی بتایا جائے کہ اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی تھی ،اس لیے عرب وعجم کے علمائے کرام نے اس کو کافر قرار دیا اور اس کو کافر ماننا ضروری ہے ،ورنہ جو اسے کافر نہ مانے ،وہ بھی اسلامی قانون کے اعتبار سے کافر مانا جائے گا۔اتنی بات باشعور نابالغ بچہ بھی جان اور سمجھ لے گا،اور عوام مسلمین کے لیے اتنا ہی جاننا اور اس کو ماننا کافی ہے۔شرعی کتابوں میں جہاں اس قسم کے مسائل سے متعلق عوام مسلمین کے لیے مسئلہ سمجھنے کی بات مرقوم ہو تو نفس مسئلہ سمجھنا مراد ہوتا ہے۔مسئلہ کے دقائق وحقائق اور اس کے دلائل وبراہین کو ایک عالم دین کی طرح سمجھنا مراد نہیں، نہ ہی عوام مسلمین اس کے متحمل ہیں:(**لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا**)

عوام مسلمین کا حکم کیا ہے؟

فرقہ دیوبندیہ کے اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر کلامی کا مسئلہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے،اور بہت سخت ہے، یہاں تک کہ جو لوگ اشخاص اربعہ کے کفریہ عقائد اور ان پر نافذ کردہ حکم کفر سے قطعی طور پر واقف ہو کر ان لوگوں کو مومن مانیں، وہ لوگ بھی کافر ہیں۔

فقہی مسائل سے متعلق بھی معتمد علمائے حق کے فتاویٰ کو ماننا عوام پر لازم ہے۔

فقہی فتویٰ سے متعلق فتاویٰ رضویہ سے ایک سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے:

سوال:مستند علمائے دین کے فتاویٰ کو جو شخص ہیچ وپوچ سمجھ کر اس پر عمل نہ کرے،اور کہے کہ فتویٰ وہی ہے جو ہمارا دل گواہی دے۔ایسا شخص شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا:”یہ شخص اگر خود عالم کامل نہیں تو مستند علمائے دین کے فتویٰ کو نہ ماننے کے سبب ضال وگمراہ ہے۔قرآن عظیم نے غیر

عالم کے لیے یہ حکم دیا کہ عالم سے پوچھو، نہ یہ کہ جس پر تمہارا دل گواہی دے، عمل کرو۔قال اللہ تعالیٰ:(**فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون**)۔جاہل کیا اور جاہل کا دل کیا۔

نعم من کان عالما فقیها مبصرا ماهرا متبحرا فهو مامور بقوله صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم: استفت قلبک وان افتاک المفتون''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جزدوم:ص140-رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ:ہاں جو عالم ،صاحب بصیرت ماہر ومتبحر فقیہ ہوتو اسے حضور اقدس تاجدار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادمبارک کا حکم ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ پوچھے، گرچہ مفتیان کرام تمہیں (کوئی دوسرا) فتویٰ دیں۔

منقولہ بالاحکم باب فقہیات کے ظنی واجتہادی مسائل سے متعلق ہے۔فقہی مسائل میں عوام کو قیل وقال کی اجازت نہیں، بلکہ مستند ومعتمد علمائے حق کے بیان کردہ حکم شرعی کو ماننا ہے۔اسی طرح جو متبحر وماہر فقیہ نہ ہو، اس کو بھی اختلاف کا حق حاصل نہیں۔اختلاف کا حق اس عالم کو ہے جو صاحب بصیرت اور ماہر ومتبحر فقیہ ہو۔عوام مسلمین فقیہ نہیں اور تمام ناقلین فتویٰ صاحب بصیرت اور ماہر ومتبحر فقیہ نہیں، گرچہ عوام انہیں عظیم وبے نظیر فقیہ سمجھتے ہوں۔

بعض ظنی مسائل میں علمائے حق کے متعدد اقوال ہوتے ہیں،اس کی وضاحت علمائے کرام فرمادیتے ہیں کہ راجح قول پر عمل کرنا ہے۔اسی طرح دیگر ضروری تفاصیل بھی بیان کی جاتی ہیں ۔اگر فتویٰ میں ضروریات دین کا بیان ہو، اور صحیح حکم شرعی بیان کیا گیا ہوتو اس کے انکار کا حق عالم وجاہل کسی کو نہیں ۔اس سے متعلق امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا مکمل فتویٰ ہمارے رسالہ:''مسئلہ تکفیر اور تحقیق وتصدیق''(باب دوم) میں منقول ہے۔

اس فتویٰ کا آخری حصہ مندرجہ ذیل ہے۔

''مگر آں کہ مسئلہ از ضروریات دین باشد کہ انکار، بلکہ شک دراں کفر است۔والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جزاول:ص237-رضا اکیڈمی ممبئی)

(فتاویٰ رضویہ: جلد 21:ص136 - جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ: مگر یہ کہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو کہ اس کا انکار، بلکہ اس میں شک کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ، اور اللہ سب سے زیادہ علم والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا: ''جاہل کو احکام شرع خصوصاً کفر و اسلام میں جرأت سخت حرام، اشد حرام ہے۔ کوئی ہو، کسے باشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص209 - رضا اکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ عوام کو مسئلہ تکفیر یا دیگر مسائل شرعیہ میں تحقیق کی اجازت نہیں، لہٰذا انہیں اختلاف کی بھی اجازت نہیں۔ تکفیر کلامی کا فتویٰ صحیح ہو تو عوام وخواص کسی کو بھی اختلاف کا حق نہیں، بلکہ صحیح فتویٰ کو ماننا سب پر لازم ہے۔ کافر کلامی کو مومن ماننے والا کافر کلامی ہے۔ جس کو کچھ معلوم ہی نہیں، وہ معذور ہے۔

مذہب معتزلہ اور خلیل بجنوری

بجنوری نے معتزلہ کے مذہب کو اہل سنت کے درمیان فروغ دینے کی کوشش کی۔ جو بھی مکلّف ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے عقل تکلیفی عطا فرمائی ہے۔ نفس مسائل کو سمجھنا عوام کے لیے دشوار نہیں۔ بعض معتزلہ کا مذہب ہے کہ قلت عقل کے سبب ایمان کا حکم مرتفع ہو جاتا ہے، یہ دعویٰ غلط ہے، کیوں کہ عورتیں ناقص العقل ہیں، لیکن وہ احکام شرعیہ کی مکلّف ہیں۔

بعض معتزلہ نے یہود و نصاریٰ کے بے وقوفوں کی نجات کا قول کیا تھا کہ ان کی عقل پختہ نہیں تھی تو وہ اسلام قبول نہ کر سکے، پس وہ معذور ہیں۔ ان معتزلہ پر حکم کفر نافذ کیا گیا۔

دراصل کم عقل یہود و نصاریٰ کا بھی وہی حکم ہے، جو حکم عقل مندوں کا ہے۔ اسی طرح کم عقل عوام کا بھی وہی حکم ہے، جو عقل مندوں کا ہے۔ فرائض و واجبات و دیگر تمام احکام شرعیہ کے وہ مکلّف ہوں گے۔ جب عقل تکلیفی زائل ہو جائے، تب حکم شرعی موقوف ہوتا

ہے۔جس کی عقل صحیح وسالم ہو،وہ مکلف ہے۔بندۂ مکلّف کا افلاطون وارسطو،بقراط وسقراط ،فارابی وابن سینا کی طرح فلسفی ودانشور ہونا ضروری نہیں۔معتزلہ نے فلاسفہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔وہ اسلامی حکم نہیں ہے۔معتزلہ نے فلاسفہ کے نظریات کو اسلام میں داخل کردیا۔

قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(وذهب عبيد اللّٰه بن الحسن العنبرى الٰى تصويب اقوال المجتهدين فى اصول الدين فِيْمَا كَانَ عُرْضَةً لِلتَّاوِيْلِ وَفَارَقَ فى ذٰلک فرق الامة اِذْ اَجمَعُوْا سواه علٰى ان الحق فى اصول الدين فى واحد-والمخطىء فيه ا ثمٌ عاصٍ فاسقٌ وانما الخلاف فى تكفيره.

وقد حكى القاضى ابوبكر البَاقِلّانى مثل قول عبيد اللّٰه عن داؤد الاصبهانى وقال:وحكٰى قوم عنهما-انهما قالا ذلک فى كل من علم اللّٰه سبحانه من حاله استفراغ الوسع فى طلب الحق من اهل ملتنا او من غيرهم.

وقال نحو هٰذا القول الجاحظ وثُمَامَةُ فى ان كثيرًا من العامة والنساء والْبُلْه وَمُقَلِّدَةِ النَّصَارٰى واليهود وغيرهم لَا حُجَّةَ لِلّٰه عليهم اِذْ لَمْ تَكُنْ لهم طباع يمكن معها الاستدلال...... ......

وقائل هٰذا كله كافرٌ بالاجماع علٰى كُفْرِمَنْ لَمْ يُكَفِّرْ اَحَدًا من النصارٰى واليهود وكل من فارق دين المسلمين اَوْ وَقَفَ فى تكفيرهم او شَکَّ-قال القاضى ابو بكر:لان التوقيفَ والاجماعَ اِتَّفَقَا عَلٰى كُفْرِهم-فمن وَقَفَ فى ذلک فَقَدْ كَذَّبَ النَّصَّ و التوقيفَ،اَوْ شَکَّ فيه وَالتَّكْذِيْبُ اَوِ الشَّکُّ فيه لا يقع الامن من كافر)(کتاب الشفاء:جلد دوم:ص281)

ترجمہ:عبید اللہ بن حسن عنبری معتزلی قابل تاویل اصول دین (ضروریات اہل سنت) میں اجتہاد کرنے والوں کے اقوال کے صحیح ہونے کا مذہب اختیار کیا،اوراس مسئلہ میں امت کی تمام جماعتوں سے الگ ہوگیا،کیوں کہ اس کے علاوہ تمام لوگوں کا اس پر

اجماع ہے کہ اصول دین میں ایک ہی حق ہے اوراس میں خطا کرنے والا آثم وعاصی وفاسق ہے اورصرف اس کی تکفیر میں اختلاف ہے۔

اورقاضی ابوبکر باقلانی نے عبیداللہ عنبری کے قول کی طرح داؤدظاہری اصبہانی کا قول نقل کیااورفرمایا کہ ایک جماعت نے ان دونوں (عنبری وظاہری) سے نقل کیا کہ ان دونوں نے یہی قول کیا مسلمین یاغیر مسلمین میں سے ہراس شخص کے بارے میں جس کے طلب حق کے سلسلے میں وسعت وقوت کواستعمال کرنے کا حال رب تعالیٰ کومعلوم ہے۔

اوراسی طرح کا قول کیا جاحظ معتزلی اورثمامہ معتزلی نے اس بارے میں کہ بہت سے عوام اورعورتیں اورکم عقل لوگ اورنصاریٰ، یہودوغیرہم کے مقلدین کے خلاف اللہ تعالیٰ کو حجت نہیں، کیوں کہ ان لوگوں کے پاس ایسی عقلیں نہیں کہ ان کے ذریعہ وہ استدلال کرسکیں۔

ان تمام اقوال کا قائل کافر ہے، اس کے کفر پراجماع کے سبب جو یہودونصاریٰ میں سے کسی کوکافر نہ کہے، اور ہراس شخص کوکافر نہ کہے جومسلمانوں کے دین سے جدا ہوجائے، یا اس کوکافر کہنے میں توقف کرے، یاشک کرے۔قاضی ابوبکر باقلانی نے فرمایا: اس لیے کہ ان لوگوں کے کفر پرتوقیف واجماع دونوں متفق ہیں، پس جواس میں توقف کرے، یاشک کرے تواس نے نص اورتوقیف کی تکذیب کی، اورنص وتوقیف کی تکذیب اوران لوگوں کے کفر میں شک صرف کافر سے واقع ہوتی ہے۔

محدث ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا: ((قال القاضی ابو بكر) الباقلانی (لان التوقيف) ای بالسماع من الله ورسوله (والاجماع اتفقا علٰی كفرهم-فمن وقف فی ذلک فقد كذب النص) ای نص الكتاب (و التوقيف) به من السنة على الصواب (او شک فيه-والتكذيب او الشک فيه) ای فی كفرهم (لا يقع) كل منهما (الا من كافر))

(شرح الشفاللقاری: جلددوم: ص510-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: قاضی ابوبکر باقلانی نے فرمایا:اس لیے کہ توقیف یعنی اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جانب سے سمعی دلیل کے ذریعہ علم ومعرفت اوراجماع متصل دونوں ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں ، پس جواس کفر میں توقف کرے تو اس نے نص یعنی قرآن اور حدیث میں اس کی صحیح توقیف (تشریح) کی تکذیب کی، یااس کفر میں شک کیااور (نص وتوقیف کی) تکذیب یا (اس کفر میں) شک ،یعنی ان لوگوں کے کفر میں شک ، یہ دونوں صرف کافر سے صادر ہوتا ہے۔

توقیف سے قرآن وحدیث میں کسی امر کاوارد ہونا مراد ہوتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں ،یعنی قرآن وحدیث میں جواسمائے طیبہ وارد ہیں ،انہی اسمائے مبارکہ کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوگا ۔قاضی ابوبکر باقلانی کی عبارت میں توقیف سے یہی مفہوم مراد ہے،یعنی قرآن وحدیث میں کسی امر کا مذکور ہونا۔ضروریات دین میں اجماع سے اجماع متصل مراد ہوتا ہے۔قاضی باقلانی کی عبارت اور ماقبل کی عبارت میں اجماع سے اجماع متصل مراد ہے،یعنی ایسے لوگوں کا کافر ہونا قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے اوراجماع متصل سے بھی ثابت ہے۔

کتاب الشفا کی عبارت(قال نحو ھٰذا القول الجاحظ وثُمَامَةُ فی ان کثیرًا من العامة والنساء والبُلْـہ وَمُقَلَّدَةِ النَّصارٰی والیھود وغیرھم لَا حُجَّةَ لِلّٰہ علیھم اِذْ لَمْ تَکُنْ لھم طباع یمکن معھا الاستدلال) میں مذہب معتزلہ کا بیان ہے۔

یعنی بے شمار عوام ،عورتیں اور کم عقل لوگ اور یہود ونصاریٰ وغیرہ کے عوام مقلدین ایمان نہ بھی لائیں تو وہ عنداللہ معذور ہوں گے، کیوں کہ ان کے پاس اتنی قوت نہیں تھی کہ استدلال کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کوسمجھ سکیں ،حالاں کہ ایسا مذہب رکھنے والاخود کافر ہے۔

جومجنوں اور پاگل ہے ،یعنی جس کے پاس عقل تکلیفی نہیں ہے ،وہ معذور ہے اور جس کوعقل تکلیفی ہے، وہ معذور نہیں ۔عوام کوشرعی احکام ماننا ہے۔ان کومناظرین ومحققین کی

طرح ہر مسئلہ سمجھنے کی نہ قوت ہے، نہ وہ اس کے مکلف ہیں۔انہیں یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ فلاں شخص کو اس کے کفریہ عقائد کے سبب علمائے حق نے کافر کہا ہے تو انہیں یہ حکم ماننا ہے۔

ہمارے رسالہ:''مسئلہ تکفیر اور تحقیق وتصدیق''میں تفصیل مرقوم ہے۔

انسانوں کو عقل کے سبب مکلف بنایا گیا ہے،علم کے سبب نہیں۔اگر تکلیف کا مدار و مبنی علم ہوتا تو جاہلوں کو احکام خداوندی کا مکلف نہیں بنایا جاتا،حالاں کہ صرف وہ مستثنیٰ ہیں، جو عقل تکلیفی نہ رکھتے ہوں،مثلاً مجانین واطفال۔اسی طرح بے ہوش بھی بعض صورتوں میں حکم سے مستثنیٰ ہیں۔حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان حالت سکر میں حکم سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔اصحاب عقل حکم سے مستثنیٰ نہیں،گرچہ عقول انسانیہ متفاوت ہیں۔

جب کوئی شخص دیوبندی مولویوں سے دیوبندی اکابر کے بارے میں دریافت کرے گا تو وہ لوگ یقیناً صحیح حکم بیان نہیں کریں گے۔عقل بھی یہی کہتی ہے کہ یہ لوگ حکم شرعی میں خیانت کریں گے۔کوئی اپنے مذہب کے بزرگوں کو برا بھلا نہیں کہتا۔ایسی صورت میں لازم ہے کہ وہ علمائے حق سے حقیقت دریافت کرے،تاکہ وہ صحیح حکم شرعی جان سکیں۔

دنیوی معاملات میں جاہلوں کی عقلیں خوب کام کرتی ہیں۔نفع ونقصان کو سمجھتے ہیں۔ جہاں نقصان کا خطرہ ہو،وہاں سے بھاگتے ہیں،اور دینی معاملات میں لوگ بے توجہی اور لاپرواہی کرتے ہیں،پس ایسی بے توجہی کے سبب حکم میں کچھ بھی تخفیف نہیں ہوگی۔

یہود ونصاریٰ کو اس کے راہبوں اور پادریوں نے توریت وانجیل میں تحریف کر کے بتا دیا کہ مکہ معظمہ میں آنے والے نبی آخری نبی نہیں ہیں،جن پر ایمان کا حکم توریت وانجیل میں ہے، بلکہ وہ دوسرے ہیں۔اس بہکاوے کے سبب یہود ونصاریٰ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ نصاریٰ میں بہت سے لوگ تو ایمان بھی لائے۔یہودیوں میں تو چند ہی لوگ اسلام قبول کیے۔

راہبوں اور پادریوں کی تحریف اوران کے بہکاوے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے عوام یہود اور عوام نصاریٰ کا عذر قبول نہیں فرمایا، بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اب اسلام کے علاوہ کوئی

دوسرا مذہب قبول ہی نہیں ہوگا اور بغیر اسلام کے اخروی نجات ہرگز نہیں ملے گی۔

یہی حکم ہر غیر مسلم قوم کا ہے۔اسلام کی خبر ہر فرد تک پہنچ چکی ہے۔عقل ہر ایک کے پاس ہے،وہی مدار تکلیف ہے۔گرلوگ اپنے آبائی مذہب سے چپکے رہیں تو آخرت میں کچھ بھی عذر قبول نہیں ہوگا۔اسی طرح دیابنہ کے بارے میں شہرہ ہے کہ وہ گستاخ رسول ہیں، علمائے اہل سنت انہیں کافر مانتے ہیں۔سب کچھ جان کر بھی حکم شرع نہ مانیں تو معذور نہیں۔

عوام کو شرعی احکام ماننا ہے۔اصحاب علم وفضل کی طرح تمام شبہات باطلہ کا جواب معلوم کرنا ضروری نہیں۔عوام وعلما کا حکم جداگانہ ہے۔معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ عالم وغیر عالم ہر ایک کو عقلی استدلال کے ذریعہ تمام ضروری عقائد کا ایسا علم حاصل ہونا لازم کہ مخالفین ومنکرین کے شبہات کا جواب دے سکے۔اگر کسی عقیدہ کا ایسا علم نہ ہوتو اسے مومن نہیں سمجھا جائے گا۔یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب نہیں۔

محدث ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:(**عند المعتزلة ما لم يعرف كل مسألة بدلالة العقل على وجه يمكنه دفع الشبهة،لا يكون مؤمنًا-قال القونوى:عند المعتزلة انما يحكم بايمانه اذا عرف ما يجب اعتقاده بالدليل العقلى علىٰ وجه يمكنه مجادلة الخصوم-وحل جميع ما يوردونه عليه من الشبهة-حتى اذا عجز عن شيئ من ذلک،لم يحكم باسلامه**) (منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص403-دارالسلامہ بیروت)

ترجمہ:معتزلہ کے یہاں مومن نہیں ہوگا جب تک کہ دلالت عقلی سے ہر مسئلہ کو اس طرح نہ جان لے کہ اس کے لیے دفع شبہہ ممکن ہو۔امام قونوی نے فرمایا:معتزلہ کے یہاں کسی کو اس وقت مومن مانا جائے گا جب وہ ضروری عقائد کو عقلی دلیل سے اس طرح جان لے کہ مخالفین سے مباحثہ کرنا اوران کے تمام وارد کردہ شبہات کا حل اس کے لیے ممکن ہو، یہاں تک کہ جب اس میں سے کسی چیز سے عاجز ہوتو اس کو مومن نہیں تسلیم کیا جائے گا۔

(11) تصدیق وایمان خدا کا عطائی نور

تصدیق وایمان ایک نور ہے جواللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قلوب میں القافرماتا ہے۔ جب کسی عام مسلمان کو ایمان وعقیدہ کی بات بتائی جائے اوراسے یقین ہو جائے کہ اکابر علمائے حق کا یہی عقیدہ ہےتو وہ اسے قبول کرتا ہے۔وہ نہ احکام شرعیہ کی باریکیوں کو کما حقہ سمجھ سکتا ہے، نہ عام مسلمانوں کواس کا مکلّف بنایا گیا ہے۔

اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتیں کفری معانی میں مفسراور بدیہی اولی ہیں۔بدیہی اولی میں عوام کوشبہہ ہوبھی جائے تو علمائے معتمدین کی جانب سے حکم شرعی کی وضاحت کے بعد عوامی شبہات دور ہوجائیں گے، نیزعوام کے شبہات کااعتبار بھی نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ ان کی لاعلمی اورکم فہمی کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔لاعلمی اورکم فہمی کے سبب اگر کسی کوکوئی شبہ پیدا ہوگیا ہوتو شریعت اسلامیہ میں اس کا کوئی اعتبارنہیں ، بلکہ صاحب شبہہ کوحکم ہوگا کہ اپنا شبہہ اصحاب علم کوپیش کرےاورجواب پائے ،تا کہ اس کا دل مطمئن ہوجائے۔لاعلمی کے سبب پیدا ہونے والے شبہہ کے سبب علمائے معتمدین کے فتاویٰ سے انکار یاسکوت کاحق لاعلموں کونہیں۔یہ بھی واضح رہے کہ کسی کوشبہہ ہوسکتا ہے۔ایسانہیں کہ تمام عوام کوشبہہ ہوتا ہے۔

امام غزالی نے فرمایا کہ دوشخصوں کوکلامی مباحث کاعلم حاصل کرنا فرض ہے۔ایک کے لیےفرض کفایہ ہےاور دوسرے کے لیےفرض عین ہے۔جس شخص کوکسی اعتقادی مسئلہ میں شبہہ ہوجائے اوردوسرے طریقے سے وہ شبہہ دور نہ ہوسکےتو کلامی مباحث کے ذریعہ اس شبہہ کودورکرنا فرض عین ہے۔یہ حکم ہرشخص کانہیں، بلکہ صاحب شبہہ کاحکم ہے۔

تمام عوام کواصحاب شبہہ قرار دینا غلط ہے۔بہت سی آبادیوں میں صرف ایک صحابی یا ایک ولی وعالم تبلیغ دین کے واسطےتشریف لے گئےاورایک ہی مبلغ اسلام کی تبلیغ سے متأثر ہوکروہاں کے باشندگان دولت ایمان سے مالا مال ہوگئے۔انہیں اسلام کی حقانیت میں کوئی

شبہہ لاحق نہ ہوا، حالاں کہ انہیں اسلام کی متواتر خبر نہیں پہنچی۔خبر واحد کے ذریعہ انہیں مذہب اسلام کی معرفت حاصل ہوئی اوراللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت عطافرمادی۔

اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق بھی عوام مسلمین کوعلمائے معتمدین بتاتے ہیں کہ عرب وعجم کے اکابر علمائے کرام نے عناصر اربعہ کوان کی فلاں فلاں کفریہ عبارتوں کے سبب کافر قرار دیا ہے تو لوگ اسے مانتے ہیں۔عوام الناس کوئی شبہہ پیش نہیں کرتے۔انہیں معلوم ہے کہ علمی تحقیقات کی ذمہ داری علمائے کرام پر ہے۔ہمیں صرف وہ حکم شرعی ماننا ہے، جو ہمیں بتایا جارہا ہے۔ایسے دقیق مسائل میں اصحاب علم کو شبہہ ہوسکتا ہے، کیوں کہ وہ دلائل وشواہد اور شرائط تکفیر وکفریہ عبارات میں غور کرتے ہیں۔عوام مسلمین کو صرف علمائے معتمدین کا حوالہ اوراس حوالے پر یقین درکار ہوتا ہے۔اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق آج تک کتنے عوام نے شبہہ پیش کیا ہے۔یہ محض ایک مفروضہ ہے کہ عوام کو شبہہ ہوتا ہے۔

دراصل تصدیق اور تکفیر میں فرق نہ کرنے کے سبب محققین کے ذہن وخیال میں ایسے تصورات جنم لیتے ہیں۔تکفیر کلامی کا فریضہ ایک یا چند ماہر علمائے محققین سرانجام دیتے ہیں۔ دوسروں کواس حکم شرعی کی تصدیق کرنا ہے۔خلیل بجنوری نے یہ غلط نظریہ پیش کیا کہ مسئلہ تکفیر میں ہر شخص کوذاتی تحقیق کرنی ہے۔بعض لوگ اس سے متاثر ہوگئے۔

جب عوام الناس کوشرعی مسائل کی تحقیق کی اجازت نہیں تو مسئلہ تکفیر جیسے اہم مسئلہ میں انہیں بحث وتحقیق کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے۔بالفرض کسی کوشبہہ ہوجائے تو وہ اپنا شبہہ دور کرے۔کسی مسئلہ میں ایک یا چند عامی کوشبہہ لاحق ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ اس میں تمام عوام کوشبہہ لاحق ہے۔اس موضوع پر امام غزالی نے مفصل بحث رقم فرمائی ہے۔منقولہ ذیل عبارت میں (طائفۃ من المتکلمین) سے معتزلہ مراد ہیں۔انہیں بھی متکلمین کہا جاتا ہے۔

امام غزالی نے معتزلہ کے رد میں رقم فرمایا:(**الفصل العاشر فی رد من کفر بالتقلید–من أشد الناس غلوًا وإسرافًا طائفة من المتكلمين كفروا عوام**

المسلمين-وزعموا أن من لا يعرف الكلام معرفتنا،ولم يعرف العقائد الشرعية بأدلتها التى حررناها،فهو كافر-فهؤلاء ضيقوا رحمة اللّٰه على عباده أولًا-وجعلوا الجنة وقفًا على شرذمة يسيرة من المتكلمين.

ثم جهلوا ما تواتر من السنة ثانيًا-إذ ظهر لهم فى عصررسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وعصر الصحابة حكمهم بإسلام طوائف من أجلاف العرب كانوا مشتغلين بعبادة الوثن، ولم يشتغلوا بتعليم الدليل-ولو اشتغلوا بها لم يفهموه.

ومن ظن أن مدرك الإيمان الكلام والأدلة المحررة والتقسيمات المرتبة فقد بعد عن الانصاف-بل الإيمان نور يقذفه اللّٰه فى قلب عبده عطية وهدية من عند-تارة بتنبيه من الباطن لا يمكن التعبير عنه-وتارة يسبب رؤيا فى المنام-وتارة بمشاهدة حال رجل متدين وسراية نوره إليه عند صحبته ومجالسته-وتارة بقرينة حال.

فقد جاء أعرابى إلى النبى عليه السلام جاحدًا له منكرًا،فلما وقع بصره على طلعته البهية،فرآها تتلألأ منها أنوار النبوة قال:واللّٰه ما هذا بوجه كذاب-وسأل أن يعرض عليه الإسلام .

وجاء عليه السلام آخر فقال:أنشدك اللّٰه: آللّٰه بعثك نبيًا؟فقال: أى واللّٰه، اللّٰه بعثنى نبيًا،فصدقه بيمينه وأسلم.

وهذا وأمثاله اكثرمن ان يحصى ولم يشتغل واحد منهم بالكلام وتعلم الأدلة-بل كان يبدو نور الإيمان أولًا بمثل هذه القرائن فى قلوبهم لمعة بيضاء-ثم لا تزال تزداد إشراقًا بمشاهدة تلك الأحوال العظيمة وبتلاوة القرآن وتصفية القلب.

.فليت شعرى متى نقل عن الرسول عليه السلام وعن الصحابة إحضار أعرابى أسلم،وقوله له: الدليل على أن العالم حادث أن لا يخلو عن الأعراض،وما لا يخلو عن الحوادث فهو حادث–وان الله تعالى عالم بعلم وقادر بقدرة زائدة على الذات–لا هى هو ولا هى غيره، إلى غير ذلك من رسوم المتكلمين.

ولست أقول لم تجر هذه الألفاظ–بل لم يجر أيضًا ما معناه معنى هذه الألفاظ–بل كان لا تنكشف ملحمة إلا عن جماعة من الأجلاف، يسلمون تحت ظلال السيوف،وجماعة من الأسارى يسلمون واحدًا واحدًا بعد طول الزمان أو على القرب–فكانوا إذا نطقوا بكلمة الشهادة علموا الصلاة والزكاة وردوا إلى صناعتهم من رعاية الغنم أو غيرها.

نعم لست أنكر أن يكون ذكر أدلة المتكلمين أحد أسباب الإيمان فى حق بعض الناس ولكن ليس ذلك بمقصور عليه–وهو أيضًا نادر بل لا ينفع إلا الكلام الجارى فى معر ض الوعظ كما يشتمل عليه القرآن،

فأما الكلام المحرر على رسم المتكلمين فإنه يشعر نفوس المستمعين بأن فيه صنعة جدل يعجز عنه العامى لا لكونه حقًا فى نفسه، وربما يكون ذلك سببًا لرسوخ العناد فى قلبه:ولذلك لا ترى مجلس مناظرة للمتكلمين ولا للفقهاء يكشف عن واحد انتقل من الاعتزال إلى غيره–ولا عن مذهب الشافعى إلى مذهب أبى حنيفة،ولا على العكس.

وتجرى هذه الانتقالات بأسباب آخر، حتى فى القتال بالسيف–ولذلك لم تجر عادة السلف بالدعوة بهذه المجادلات–بل شددوا القول علىٰ من يخوض فى الكلام ويشتغل بالبحث والسؤال.

وإذا تـركـنـا الـمـداهنة،ومراقبة الجوانب، صرحنا بأن الخوض فى الكلام حرام لكثرة الآفات-إلا لأحد شخصين:

(١)رجـل وقعت له شبهة،ليست تزول عن قلبه بكلام قريب وعظى ولا يـخبـر نـقلى عن رسول،فيجوز أن يكون القول المرتب الكلامى رافعًا لشبهتـه -ودواء لـه فى مرضه فيستعمل معه-ويحرس عنه سمع الصحيح الـذى ليـس بـه ذلک المرض-فإنه يوشک أن يحرک فى نفسه إشكالًا ويثير له شبهة تمرضه،وتستنزله عن اعتقاده المجزوم الصحيح.

(٢) والثـانـى:شـخـص كـامـل الـعـقـل راسخ القدم فى الدين ثابت الإيـمـان بـأنـوار اليقين يريد أن يحصل هذه الصنعة ليداوى بها مريضًا إذا وقـعـت لـه شبهة-وليفحم بها مبتدعًا إذا نبغ وليحرس به معتقده إذا قصد مبتدع إغوائه،فتعلم ذلک لهذا العزم كان من فروض الكفايات.

وتعلم قدر ما يزيل الشک والشبهة فى حق المشكک فرض عين، إذا لم يكن إعادة اعتقاده المجزوم بطريق آخر سواه.

والـحـق الصريح أن كل منه اعتقد ما جاء به الرسول صلى اللّٰه عليه وسـلـم واشتمل عليه القرآن اعتقادًا حتميًا فهو مؤمن،وإن لم يعرف أدلته، بـل الإيـمـان الـمستـفـاد مـن الـدليـل الكلامى ضعيف جدًا، مشرف على التـزلـزل بـكل شبهة،بل الإيمان الراسخ إيمان العوام الحاصل فى قلوبهم مـن الـصبـى بتـواتر السماع والحاصل بعد البلوغ بقرائن احوال لا يمكن التعبير عنها-وتمام تأكده بملازمة العبادة والذكر.

فـإن مـن تـأدت بـه الـعبـادة إلـى حـقيقة التقوى وتطهير الباطن عن كـدورات الـدنيـا ومـلازمة ذكـر الـلّٰه تعالى دائمًا،تجلت له أنوار المعرفة

وصارت الأمور التی کان قد أخذها تقلیدًا عنده کالمعاینة والمشاهدة–
وذلک حقیقة المعرفة التی لا تحصل إلا بعد انحلال عقدة الاعتقادات
وانشراح الصدر بنور اللّٰه(فمن یرد اللّٰه أن یهدیه یشرح صدره للإسلام
فهو علٰی نور من ربه) کما سئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن معنی
شرح الصدر فقال:نور یُقذف فی قلب المؤمن–فقیل:وما علامته؟ فقال:
التجافی عن دار الغرور والإنابة إلی دار الخلود)

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص75-80)

ترجمہ: لوگوں میں سب سے تشدد اور غلو کرنے والا متکلمین کا ایک گروہ (معتزلہ) ہے جو عام مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے۔اس گروہ کا خیال ہے کہ جو شخص علم کلام کو ان کی طرح نہیں جانتا اور ان کے تحریر کردہ دلائل سے عقائد اسلامیہ کا ادراک نہیں رکھتا، ایسا شخص کافر ہے۔

اولاً: متکلمین کے اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو اس کے بندوں پر تنگ کردی اور جنت کو مٹھی بھر متکلمین کی جماعت کے لیے وقف کردیا۔

ثانیاً: یہ لوگ سنت متواترہ سے لاعلم ہیں، حالاں کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ سے یہ بات ان پر ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرب کے ان بدوی اقوام پر مسلمان ہونے کا حکم لگایا جو (پہلے) بتوں کی پرستش میں مشغول تھے، اور وہ دلیل سیکھنے میں مشغول نہیں ہوئے۔اگر یہ لوگ دلیل سیکھنے میں مشغول ہوتے، تب بھی اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے، اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ایمان کا ماخذ علم کلام، اس کے دلائل مجردہ اور تقسیمات مرتبہ ہیں، پس ایسا شخص انصاف سے دور جا پڑا۔

بلکہ ایمان ایسا نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اپنے بندوں کے دلوں میں بطور تحفہ وانعام القا فرماتا ہے۔ایسا کبھی تو باطن کی شہادت سے ہوتا ہے، جسے لفظوں میں تعبیر نہیں کیا جاسکتا اور کبھی ایسا نیند میں کسی خواب کے سبب ہوتا ہے اور کبھی کسی دین دار شخص کے

احوال کا مشاہدہ کرنے اور اس کی صحبت وہم نشینی کے سبب اسلام کے نور کا اس میں سرایت کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اور کبھی محض قرینہ حال سے ایمان کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔

چناں چہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا منکر ایک اعرابی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آیا، پس جب وہ حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روشن اور تابناک روئے مقدس کا مشاہدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے مبارک کو مزید شرف وکرامت عطا فرما دی، پس اس شخص نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے مبارک سے نبوت کے انوار چمک رہے ہیں تو وہ بول پڑا: خدا کی قسم! یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا، پھر اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے اوپر اسلام پیش کرنے کی گزارش کی اور مسلمان ہو گیا۔

ایک دوسرا شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، اور عرض کیا۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے تو اس شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم کی تصدیق کی اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، حالاں کہ ان مومنین میں سے کوئی بھی علم کلام اور فہم دلائل میں مشغول نہ ہوئے، بلکہ انہی جیسے قرائن واحوال سے ان کے دلوں میں اسلام کا نور ایک روشن نور بن کر جلوہ گر ہوتا، پھر ان احوال عظیمہ کے مشاہدات، تلاوت قرآن، اور ارباب قلوب کی صحبت کے ذریعہ اسلام کی روشنی اور چمک دمک میں اضافہ ہوتا رہتا۔

کاش مجھے بھی معلوم ہوتا کہ کہاں منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے پاس کوئی اعرابی حاضر ہو کر اسلام لایا ہو، اور انہوں نے فرمایا ہو کہ دنیا کے حادث ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ اعراض وحوادث سے خالی نہیں اور

جواعراض وحوادث سے خالی نہ ہو، وہ خود حادث ہوتی ہے(لہٰذا دنیا حادث ہے)

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے علم کے ساتھ عالم ہے جو اس کی ذات پر زائد ہے، اور ایسی قدرت کے ساتھ قادر ہے جو اس کی ذات پر زائد ہے، اور یہ صفات نہ عین ذات ہیں، نہ غیر ذات، اور اس کے علاوہ دوسری باتیں جو متکلمین کے طریق کار میں سے ہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف مذکورہ بالا کلمات منقول نہیں، بلکہ اس قسم کے دیگر الفاظ بھی مروی نہیں جو مذکورہ الفاظ کے معانی ہوں، بلکہ اعرابی جوانوں کے ہاتھوں کوئی معرکہ سر ہوتا جو تلواروں کے سایہ تلے ایمان لاتے تھے، اور قیدیوں کی جماعت یکے بعد دیگرے جلد یا دیر سے مشرف بہ اسلام ہو جاتی تھی۔ جب وہ لوگ کلمہ شہادت پڑھ لیتے تو انہیں نماز وزکات وغیرہ کی تعلیم دی جاتی، پھر انہیں ان کی صنعت و پیشہ مثلاً بکریاں چرانے اور دیگر کاموں کے لیے رخصت دے دی جاتی۔

ہاں میں اس بات کا منکر نہیں کہ متکلمین کے دلائل کا ذکر بعض لوگوں کے حق میں ایمان لانے کے اسباب میں سے ایک سبب ہو سکتا ہو، لیکن حصول ایمان متکلمین کے ان دلائل پر ہی موقوف ومنحصر نہیں، نیز متکلمین کے دلائل سے ایمان کا حصول بھی شاذ و نادر ہے۔

حصول ایمان میں سب سے زیادہ نفع بخش وہ کلام ہے جو وعظ کے طور پر کہے جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن حکیم اسی اسلوب سے متصف ہے۔ رہا متکلمین کے طرز پر رقم شدہ کلام تو وہ سامعین کے دلوں میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ اس کلام میں صنعت جدل (مناظرانہ اسلوب) ہے، جس (کو سمجھنے) سے عام آدمی قاصر ہے۔ (سمجھنے سے قاصر ہونا) اس کلام کے فی نفسہ حق ہونے کی وجہ سے نہیں (بلکہ صنعت جدلیہ کے سبب ہے)

بسا اوقات یہ (صنعت جدل پر مشتمل کلام) عام آدمی کے دل میں عناد قلبی کے راسخ وقوی ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے متکلمین وفقہا کی کوئی ایسی مجلس مناظرہ نہ دیکھی ہوگی جو کسی ایک کا شبہہ دور کر دے، اور وہ شخص اپنے مذہب اعتزال یا کسی

بدعت سے تائب ہوا ہو، یا کوئی شافعی المسلک حنفی ہوا ہو، یا کسی حنفی نے شافعی مذہب اختیار کیا ہو۔تبدیلی فکر ومسلک کے دوسرے اسباب وعلل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ قتال بالسیف بھی تبدیلی فکر کا ایک سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف کرام نے دعوت اسلام میں کبھی ان جدلی مباحث کو اختیار نہ کیا، بلکہ علم کلام میں غور وخوض کرنے والوں، نیز بحث وسوال میں شغف رکھنے والوں پر سلف صالحین نے شدت کے ساتھ تنبیہ فرمائی۔

اور مداہنت اور جانب داری سے بالا تر ہوکر ہمارا یہ واضح موقف ہے کہ کثرت آفات کی بنا پر علم کلام میں صرف دو شخص کے لیے غور وفکر کرنا جائز ہے۔

(1) پہلا شخص وہ ہے جس کے دل میں کوئی ایسا شبہہ واقع ہوگیا ہو جو نہ قریب الفہم اور واعظانہ کلام سے دور ہو، نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول حدیث سے۔

ہوسکتا ہے کہ اسلوب کلامی پر مرتب شدہ کلام اس کے حق میں شبہہ کو دور کرنے والا اور اس کے مرض شک کی دوا بن جائے ،لہٰذا ایسے شخص کے ساتھ علم کلام کا استعمال کیا جائے ،اور جسے شک وشبہہ کا مرض نہ ہو،اس سے بحث کلامی کو دور رکھا جائے ،اس لیے کہ بحث کلامی اس کے دل میں کسی اعتراض کا محرک بن سکتا ہے،اور اسے کوئی شبہہ پیدا کرسکتا ہے جو اسے مریض بنادے،اور اس کے قطعی وصحیح عقائد میں تزلزل پیدا کرسکتا ہے۔

(2) دوسرا شخص وہ ہے جو کامل العقل اور راسخ فی الدین ہو،اور یقین واذعان کے انوار کے ساتھ ایمان میں قوی ومستحکم ہو۔ وہ اس نیت سے صنعت کلامیہ کو حاصل کرے، تاکہ جب کسی کے دل میں کوئی شک وشبہہ پیدا ہوتو ان بحوث کلامیہ کے ذریعہ اس مریض کا علاج کرے،اور جب کوئی بدعتی ظاہر ہوتو اسے (مضبوط جواب سے) لاجواب کردے،اور جب کوئی بدعتی اس کو گمراہ کرنے کا قصد کرے تو اس فن کے ذریعہ اپنے عقائد کی حفاظت وصیانت کرے، پس اس مقصد سے یہ فن سیکھنا فرض کفایہ ہے،اور جس کے دل میں شک وشبہہ پیدا ہو چکا ہو،اسے اس مقدار میں علم کلام حاصل کرنا فرض عین ہے جس سے شکوک وشبہات دور

ہو جائیں، بشرطے کہ اس کے قطعی اعتقا کا اعادہ کسی دوسرے طریقے سے ممکن نہ ہو۔

اور واضح حق بات یہ ہے کہ جو امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے اور جن مضامین پر قرآن مقدس مشتمل ہے، ان پر جو بھی شخص قطعی وحتمی اعتقاد رکھتا ہے، وہ مومن ہے۔ اگر چہ وہ ان امور کے دلائل سے واقف نہ ہو، بلکہ دلیل کلامی سے جو ایمان حاصل ہوتا ہے، وہ انتہائی ضعیف وکمزور ہوتا ہے۔ ایسا ایمان ہر شبہہ کی بنیاد پر تزلزل کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

راسخ ومحکم ایمان وہ ہے جو عام مسلمانوں کے دلوں میں عہد طفولیت میں تواتر سماع سے حاصل ہوتا ہے، یا بعد بلوغ ایسے قرائن احوال کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے جنہیں الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ ایمان کا مکمل استحکام، عبادت اور ذکر وفکر کے التزام سے ہوتا ہے، کیوں کہ جس شخص کو عبادت، حقیقت تقویٰ تک پہنچا دے، دنیوی کدورتوں سے اس کے باطن کو پاک کردے اور ذکر الٰہی کی پابندی اس کے لیے دائمی طور پر انوار معرفت روشن کر دے، اور اس نے جتنے امور تقلیدی طور پر حاصل کیے تھے، وہ سب اس کے نزدیک معاینہ و مشاہدہ کی منزل میں ہو جائے تو یہی حقیقت معرفت ہے جس کا حصول، عقدۂ اعتقادات کے کھلے بغیر اور اللہ کے نور سے انشراح صدر ہوئے بغیر ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **(فمن یرد اللّٰہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام)**

پس اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

(فھو علیٰ نور من ربہ) تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرح صدر کا معنی دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک نور ہے جو مومن کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اس نور کی علامت کیا ہے؟ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دار الغرور (دنیا) سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور دار الخلود (آخرت) کی طرف مائل ہونا۔

منقولہ بالا اقتباس کے ذیلی حصہ سے واضح ہے کہ ہر شخص کو دلیل کی معرفت لازم نہیں۔

''واضح حق بات یہ ہے کہ جو امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے اور جن مضامین پر قرآن مقدس مشتمل ہے،ان پر جو بھی شخص قطعی وحتمی اعتقاد رکھتا ہے،وہ مومن ہے۔اگر چہ وہ ان امور کے دلائل سے واقف نہ ہو''۔

شرعی احکام کو ماننا ضروری ہے،ان کے دلائل پر مطلع ہونا ہر شخص پر ضروری نہیں۔عوام کو نفس مسئلہ میں شبہ نہیں ہوتا، بلکہ دلائل میں شبہ ہوسکتا ہے،اور دلائل کو جاننا سب پر لازم نہیں ،قرآن عظیم میں بھی ہر طبقہ میں سے ایک جماعت کو فقیہ وعالم ہونے کا حکم ہے۔سب کو عالم دین بننا فرض نہیں۔ہاں، بقدر ضرورت دینی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(12) گمرہی کا خوف ہوتو استدلال کی ممانعت

بعض علمائے اسلام بعض اصول عقائد میں دلیل اجمالی سے استدلال کو لازم کہتے ہیں،لیکن استدلال کے سبب جس کے گمراہ ہونے کا خوف ہوتو اس کے لیے استدلال ممنوع ہے،لیکن اسے بھی تمام عقائد اسلامیہ کو ماننا فرض ہے۔اسی طرح اگر کسی کی عقل اوندھی ہو، اور کفریہ عبارتوں پر غور کرنے سے ان کے ذہن میں شبہہ آتا ہو تو ان کو ان عبارتوں میں غور وخوض سے منع کیا جائے گا اور حکم شرعی ماننے کا حکم ہوگا،نہ کہ شبہہ کے سبب حکم شرعی کے انکار کا حق ہوگا۔جب وہ شرعی حکم کو جانتا ہے تو اس کا انکار جائز نہیں ہوگا۔

محدث ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:(وقیل:معرفة مسائل الاعتقاد کحدوث العالم ووجود الباری وما یجب له وما یمتنع علیه من ادلتها فرض عین علیٰ کل مکلف فیجب النظر-ولا یجوز التقلید-وهذا هو الذی رجحه الامام الرازی والآمدی.

والمراد النظر بدلیل اجمالی-واما النظر بدلیل تفصیلی یتمکن معه

من ازالة الشبه والزام المنكرين وارشاد المسترشدين ففرض كفاية-واما من يخشى عليه من الخوض فيه الوقوع فى الشبهة فالاوجه ان المنع متوجه فى حقه) (منح الاروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص 407-دار السلامہ بیروت)

ترجمہ: کہا گیا کہ اعتقادی مسائل جیسے حدوث عالم، وجود باری تعالیٰ، اور اللہ تعالیٰ کے حق میں واجب اور اس کے حق میں محال امور کی دلائل کے ساتھ معرفت ہر مکلّف پر فرض عین ہے، پس غور وفکر ضروری ہے اور تقلید جائز نہیں ہے، اور اسی کو امام رازی اور امام آمدی نے راجح قرار دیا۔

اور دلیل اجمالی کے ساتھ غور وفکر مراد ہے، لیکن دلیل تفصیلی کے ساتھ غور وفکر کہ جس کے ذریعہ شبہات کے ازالہ، منکرین کے اسکات اور ہدایت کے طلب گاروں کی رہنمائی پر قادر ہو، پس یہ فرض کفایہ ہے، اور غور وفکر کے سبب جس کے شبہہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو زیادہ راجح یہی ہے کہ اس کے حق میں غور وفکر سے ممانعت ثابت ہے۔

منقولہ بالا اقتباس میں تین امور کا بیان ہے۔

(1) ہر مکلّف پر استدلال اجمالی فرض عین ہے۔

(2) استدلال تفصیلی فرض کفایہ ہے۔

(3) غور وفکر سے جس کے گمراہ ہونے کا خوف ہو، اس کے لیے غور وفکر منع ہے۔

جن کم عقلوں کو کفر کلامی کا مسئلہ سمجھ میں نہ آئے، ان کو غور وفکر کی ممانعت کا حکم ہوگا اور حکم شرعی ماننا ہوگا۔ کم عقلوں کو اتنا تو ضرور سمجھ میں آتا ہے کہ جب اہل علم اور اہل عقل کوئی بات متفقہ طور پر بتا رہے ہیں تو وہ صحیح ہوگی اور ہم کم عقل ہیں تو عدم فہم کا سبب ہماری کم عقلی ہے۔ کم عقلی کے سبب وہ غور وفکر اور استدلال کے مکلّف نہیں ہوں گے۔

ارشاد الٰہی ہے: (لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا) (سورہ بقرہ: آیت 286)

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا، مگر اس کی طاقت بھر۔ (کنز الایمان)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے قرآن مجید کی وحدت سے متعلق بحث میں رقم فرمایا:(عرف هذا من عرف-ومن لم يقدر علٰى فهمه فعليه ان يؤمن به كما يؤمن بالله وسائر صفاته من دون ادراك الكنه)

(المعتمد المستند :ص36-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: جس نے (اس مسئلہ کو) سمجھا، وہ سمجھا اور جو اس کے سمجھنے پر قادر نہ ہو، اس پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات پر ایمان لایا حقیقت کے ادراک کے بغیر۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہے کہ شریعت کی جو بات سمجھ میں نہ آ سکے، اسے بھی ماننا ہے، کیوں کہ وہ شریعت کی بات ہے۔ نا سمجھی کے سبب اس بات کا انکار جائز نہیں۔

بحث چہارم

تھانوی کی عبارت پر ایک عالم کا شبہہ

زیر تبصرہ فتویٰ میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے جس فتویٰ کو ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، وہ فتویٰ اور اس کی تشریح وتوضیح مندرجہ ذیل ہے۔

مسئلہ 65: شبہہ پیش کردہ بعض اہل علم :25: ربیع الآخر شریف 1335ھ

بلاشبہہ اشرف علی تھانوی اپنی عبارت حفظ الایمان میں حق کا معاند ہے، مگر تکفیر میں یہ شبہہ ہے کہ وہ علوم غیبیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار نہیں کرتا، بلکہ اطلاق لفظ عالم الغیب کا۔ تیسری شق جو صحیح مصحح ثبوت علوم کثیرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، اس نے دھوکا دینے کے لیے قصداً چھپالی اور زید پر براہ فریب ومغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا، اس سے وہ حق کا معاند ضرور ہے، مگر کافر نہ ہوا۔ ہم اسے دیکھتے ہیں کہ وہ خشوع وخضوع سے نماز پڑھتا ہے، وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا۔

الجواب: اشرف علی تھانوی سے زیادہ اپنی مراد کون بتا سکتا ہے،اس نے جو عرق ریزی وحرکت مذبوحی ''بسط البنان'' میں کی اس پر شدید قاہر الٰہی رد''وقعات السنان'' وغیرہ میں ملاحظہ ہوں،مگر ایک ذی علم کے لیے کشف شبہہ کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ یہ سوال حاضر کیا جاتا ہے جس میں سراسر عبارت حفظ الایمان کا پورا چربہ ہے اس کا جواب دیتے ، بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ ملاحظہ کرتے ہی کھل جائے گا اور شبہہ کا وسوسہ دھواں ہوکر اڑ جائے گا: وباللہ التوفیق۔

سوال یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے حمدِ الٰہی میں کہا: اے سخی داتا الٰہ العٰلمین۔اس پر حمید وولید دو شخصوں نے اعتراض کیا۔

حمید: یہ ناجائز ہے۔اسمائے الٰہی توقیفی ہیں۔اللہ عزوجل کو جواد کہا جائے گا،سخی کہنا جائز نہیں،حواشی حاشیہ خیالی علی شرح العقائد النسفی میں اس کی تصریح ہے۔

ولید: اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر سخاوت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سخاوت سے مراد بعض عطا ہے،یعنی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی شخص کو کچھ نہ کچھ دے دینا،اگرچہ ایک نوالہ یا ایک کوڑی، یا کل عطا کہ کسی سائل کا کوئی سوال کبھی نہ پھیرا جائے،ہمیشہ جو کچھ مانگے،اسے دیا جائے۔

اگر بعض مراد ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص ہے۔ایسی سخاوت تو زید عمرو ہر ذلیل ورذیل ہر بھنگی چمار کو بھی حاصل ہے، کیوں کہ ہر شخص سے کسی نہ کسی چیز کا دینا واقع ہوتا ہے تو چاہئے کہ سب کو سخی داتا کہا جائے،پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو سخی داتا کہوں گا تو پھر سخاوت کو من جملہ کمالاتِ الٰہیہ شمار کیوں کیا جاتا ہے،جس امر میں مومن ، بلکہ شریف شخص کی بھی خصوصیت نہ ہو،وہ کمالات الوہیت سے کب ہوسکتا ہے؟

اور اگر التزام نہ کیا جائے تو خدا وغیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے،

اور اگر تمام عطایا مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا

بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے انتہی۔

ولید کے اس کلام پر حمید وا کابر علمائے کرام نے کفر صریح ہونے کا حکم کیا۔ سعید کو اس میں یہ شبہات ہیں: ہم دیکھتے ہیں، ولید خشوع خضوع سے نماز پڑھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی توہین کرتا، اس کا مقصود اطلاق لفظ سخی پر انکار ہے، نہ کہ عطائے الٰہی کا ابطال۔ تیسری شق جو مصحح ثبوت عطائے الٰہیہ ہے، اس نے دھوکا دینے کے لیے قصداً چھپالی اور زید پر براہ فریب ومغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا۔ اس سے وہ حق کا معاند ضرور ہے، مگر کافر نہ ہوا۔

اب علمائے کرام سے استفسار ہے کہ:

(1) آیا کلام ولید میں اس تاویل کی گنجائش ہے؟

(2) محض لفظ سخی کے اطلاق پر انکار وہ تھا جو حمید نے کیا یا یہ جو ولید نے کہا؟

(3) منشائے اطلاق یعنی عطا کو دو شقوں میں منحصر کر دینا، ایک وہ کہ خدا میں بھی نہیں، دوسرے وہ کہ بھنگی چمار میں ہے، اور اس بنا پر اسے کمالاتِ الٰہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور اس کے غیر ہر بھنگی چمار میں فرق پوچھنا محض اطلاق لفظ سخی کا انکار ہوگا، یا اللہ عزوجل کی صفت کمالیہ عطا کا صریح ابطال ہوگا؟

(4) اس تقریر سے عطا کو کمالاتِ الٰہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور بھنگی چمار میں فرق پوچھنا اور اللہ تعالیٰ کی خصوصیت نہ جاننا، ہر بھنگی چمار کے لیے بھی حاصل ماننا یہ توہین شان عزت ہے یا نہیں؟

(5) اس کلام کے سننے سے کسی طرح کسی کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے کہ یہ ابطال عطائے الٰہی نہیں، نہ اس کے کمال پر حملہ، نہ اس قسم عطا میں جو اسے حاصل ہے، اس کی خصوصیت کا انکار، نہ ہر بھنگی چمار کی اس میں شرکت کا اظہار، بلکہ باوصف صحت معنی وحصول مبنی صرف بالخصوص لفظ سخی پر انکار ہے۔

(6) جو معنی کسی طرح کلام سے مفہوم نہ ہو سکیں، کیا ان کی طرف پھیرنا کفر کا نافی ہو سکتا

ہے۔شفائے امام قاضی عیاض وغیرہ کتب معتمدہ ائمہ میں تصریح ہے کہ:التاویل فی لفظ صراح لایقبل (صریح الفاظ میں تاویل مقبول نہیں ہوتی۔ت) ایسی تاویل مسموع ہوتو کوئی کلام کفر نہ ٹھہر سکے۔اردت برسول اللہ العقرب (میں نے رسول اللہ سے مراد بچھولیا ہے۔ت) کی تاویل اس تاویل سے قریب تر ہے یا نہیں کہ بلاشبہہ عقرب بھی خدا ہی کا بھیجا ہوا ہے۔

(7) صحیح بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ:ذٰلک اخبات النفاق (یہ نفاق کا خضوع ہے۔ت) اس خشوع وخضوع کا جواب کافی ہے، یا یہ کہ کوئی کیسا ہی کفر کرے، جب بعض اعمال صالحہ کرتا ہو، کافر نہیں ہوسکتا: بینوا توجروا۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد14:ص313-315-جامعہ نظامیہ لاہور)

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم:ص47-48-رضا اکیڈمی ممبئ)

منقولہ بالا فتویٰ کو دیکھ کر بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس کو تھانوی وغیرہ کے کلام کے کفریہ ہونے میں شبہ ہو جائے،اور وہ شبہ کے سبب اسے کافر نہ مانے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔خلیل بجنوری کو اشخاص اربعہ کے کلام کے کفریہ ہونے میں شبہ ہو گیا تھا،جس کے سبب وہ تکفیر سے کف لسان اور اشخاص اربعہ کے کفریہ کلمات کی تاویل کرتا تھا۔علمائے اہل سنت وجماعت نے اس کے شبہات وتاویلات کو قبول نہ کیا اور ایک سو اسی علمائے کرام نے اس کی تکفیر کی تصدیق کی۔سب کچھ دیکھ سن کر بھی لوگ عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں۔

منقولہ بالا فتویٰ میں کشف شبہ کا طریقہ بتایا گیا ہے۔یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ کسی کو شبہ ہو جائے تو وہ شبہ کے سبب کافر کلامی کے کفر کا انکار کرسکتا ہے، بلکہ ایسے موقع پر شبہ دور کرنے کا حکم ہے اور حکم شرعی کو ماننے کا حکم ہے۔بالفرض اگر فتویٰ مذکورہ سے یہ سمجھ میں بھی آتا ہو کہ شبہ کے سبب کافر کلامی کے کفر انکار کیا جاسکتا ہے تو بھی اس سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا جاسکتا، کیوں کہ یہ بات خلاف شرع ہے اور قائل کے قول کا صحیح معنی مراد لیا جاتا ہے۔عہد حاضر میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ عبارات اسلاف کے خودساختہ معانی بیان کیے جاتے ہیں۔

قائل کے قول کا صحیح معنی مراد لینا لازم

شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ کسی قائل کے اقوال کو صحیح مفہوم پر محمول کیا جائے۔

امام شمس الائمہ سرخسی حنفی نے رقم فرمایا:(**ان الصحة مقصود کل متکلم- فمهما امکن حمل کلامه علٰی وجه صحیح یجب حمله علیه**)

(المبسوط: جلد ہفتم: ص4-المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ: ہر متکلم کا مقصود صحت ہوتی ہے، پس جب تک اس کے کلام کو صحیح مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہو تو اس کے کلام کو صحیح مفہوم پر محمول کرنا لازم ہے۔

اگر کسی کلام کے متعدد مفاہیم ظاہر ہوں تو ان میں سے جو مفہوم اسلام کے موافق ہو، اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ جو مفہوم خلاف اسلام ہو، وہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ جب صحیح تاویل کی راہ مسدود ہو تو لامحالہ اس کو تسامح پر محمول کرنا ہوگا اور قائل باحیات ہو تو اسے مطلع کیا جائے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اولیا کی شان تو ارفع، ہر مسلمان سنی کے کلام میں تاحد امکان تاویل لازم۔امام علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:(**قال الامام النووی رضی اللّٰه تعالٰی عنه فی ادب العلم والمتعلم من مقدمة شرح المهذب:یجب علی الطالب ان یحمل اخوانه علی المحامل الحنسة فی کلام یفهم منه نقص الٰی سبعین محملا -ثم قال:لایعجز عن ذٰلک الا کل قلیل التوفیق**)

(امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرح مہذب کے مقدمہ:''آداب العلم والمتعلم'' میں ارشاد فرمایا: طالب پر واجب ہے کہ اپنے بھائیوں کے کلام کو اچھے محمل پر حمل کرے، کسی ایسے کلام میں کہ جس میں نقص سمجھا جائے، لہٰذا اس کے لیے ستر تک محمل تلاش کرے، پھر ارشاد فرمایا کہ اس سے عاجز نہیں ہوتا، مگر ہر ایسا شخص کہ جس کو کم توفیق عنایت کی گئی۔ت)

(فتاویٰ رضویہ: جلد22:ص517-جامعہ نظامیہ لاہور)

امام اہل سنت کے فتویٰ کی تشریح

شبہہ یا تو حکم شرعی میں ہوگا، یا حکم کے متعلقات میں ہوگا۔دونوں کا حکم جدا گانہ ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی کی۔علمائے عرب وعجم نے بھی اس کی تصدیق وتائید فرمائی۔عوام وخواص اس حکم شرعی کو صحیح مانتے ہیں۔

زید کو خبر متواتر کے ذریعہ یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ علمائے حق نے قادیانی کے دعوی نبوت کے سبب اس کی تکفیر کلامی فرمائی ہے۔زید کو حکم شرعی کا قطعی اور یقینی علم ہے۔جس حکم شرعی کا قطعی علم ہے، اسے ماننا ہوگا۔اگر متعلقات حکم مثلاً دلیل تکفیر، یا کلام کے کفری معنی میں متعین ہونے میں یا تکفیر کے شرائط ولوازم میں شبہہ ہو جائے تو متعلقات حکم میں شبہہ کے سبب اصل حکم کے انکار کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

خلیفہ راشد ہادی مہدی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکات سے جہاد کا حکم فرمایا۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دلیل حکم میں شبہہ ہوا۔آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنا شبہہ پیش کیا۔جواب پا کر حددرجہ مطمئن اور مسرور ہوئے۔یہ بات مسلمانوں کو معلوم ہے کہ خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کے حکم کو ماننا لازم ہے۔قرآن مقدس میں حکم الٰہی ہے:(**اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم**)(سورہ نساء: آیت59)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسلمین کے حکم کا انکار کیسے فرما سکتے ہیں۔انہیں دلیل میں شبہہ ہوا، جس کا تشفی بخش جواب لینے دربار صدیقی میں حاضر ہوئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل سے مطمئن ہو کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، وہ حق ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ علیہ نے روایت کیا:(عن ابی ھریرۃ قال: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واُسْتُخْلِفَ ابوبکر بَعْدَہٗ-وَکَفَرَ مَنْ کَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ-قال عمر بن الخطاب لابی بکر: کیف تُقَاتِلُ الناس،وقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ الناس حَتّٰی یقولوا: لا الہ الا اللّٰہ-فَمَنْ قَالَ: لا الہ الا اللّٰہ،عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علی اللّٰہ تَعَالٰی-فقال ابوبکر: واللّٰہ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصلٰوۃ والزکٰوۃ-فان الزکٰوۃ حق المال-وَاللّٰہ لَوْ مَنَعُوْنی عِقَالًا کانوا یؤدونہ اِلٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنَعِہٖ-فقال عمر بن الخطاب:فو اللّٰہ ما ھو الا ان رأیت اللّٰہ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ ابی بکر لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ انہ الحق)(صحیح مسلم: جلداول:ص37-طبع ہندی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب کے بہت سے قبائل مرتد ہو گئے۔

(مانعین زکات سے جہاد کے حکم پر) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ کیسے ہم لوگوں سے جنگ کریں، حالاں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا کہیں، اور جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تو اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان کی حفاظت کر لی، مگر جان و مال کے حق کے سبب اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! ضرور میں اس سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکات کے درمیان فرق کرے، کیوں کہ زکات مال کا حق ہے۔

قسم بخدا! اگر وہ لوگ مجھے ایک رسی نہ دیں جو وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

دیتے تھے تو اس کے نہ دینے پر ضرور میں ان سے جہاد کروں گا، پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے تو میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

آغاز اسلام ہی سے مسلمانوں کا یہ طریق کار رہے کہ کسی کو کسی عالم دین کے بیان کردہ حکم شرعی کو سمجھنا ہو، اوران تک رسائی ہوسکتی ہوتو خودان سے ہی اس حکم کی توضیح وتشریح طلب کرتے ہیں۔ ان تک رسائی نہ ہوسکے تو دیگر علمائے حق سے دریافت کرتے ہیں۔

چوں کہ تھانوی کی تکفیر کلامی کا فتویٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے دیا تھا، لہٰذا اس صاحب علم نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے شبہ کا جواب دریافت کیا۔

سوال کے مطابق جواب

سائل مذکور اہل علم ہیں۔ انہیں تھانوی کی تکفیر اور تھانوی کے کفریہ عقائد کا علم ہے، جیسا کہ سوال ہی سے ظاہر ہے۔ جب ان کو حکم شرعی کا علم ہے تو ان پر حکم کو ماننا لازم ہے۔ تھانوی کے کلام کے کفری معنی میں متعین ہونے میں شبہ ہے تو انہوں نے شبہ کا جواب دریافت کرلیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی صرف اس شبہ کو دور فرمادیا۔

سائل نے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ ہم اس شبہ کے سبب حکم کفر کا انکار کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر ایسا سوال ہوتا تو پھر اس کا جواب رقم کیا جاتا۔ شبہ کے سبب انکار کرسکتا ہے یا نہیں، اس کا جواب دیگر فتاویٰ میں مرقوم ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ فتاویٰ بھی نقل کیے جائیں گے۔

اگر کوئی مسلمان کسی عالم دین سے توحید ورسالت پر وارد کیے جانے والے غیروں کے شبہات کے جواب دریافت کرے تو وہ صرف شبہ کا جواب دیتے ہیں، نہ کہ سائل کی تکفیر کرتے ہیں، نیز سائل صرف ان شبہات کے جواب کا طلبگار ہوتا ہے۔ ایسا نہیں کہ ان شبہات کے سبب سائل کا عقیدہ بدل جاتا ہے، بلکہ وہ اسلامی عقیدہ کو مانتا ہے اور معترضین

کے شبہ کا ازالہ چاہتا ہے، تاکہ وہ مطمئن ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین وایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے، لیکن انہوں نے مزید اطمینان قلب کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

ارشاد الٰہی ہے: (**وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِی کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِی قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَأْتِینَکَ سَعْیًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِیزٌ حَکِیمٌ**) (سورہ بقرہ: آیت 260)

ترجمہ: اور جب عرض کی ابراہیم نے، اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیوں کر مردے جلائے گا۔ فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں۔ عرض کی: کیوں نہیں، مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔ فرمایا: تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے، پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے، پھر انہیں بلا، وہ تیرے پاس چلے آئیں گے، پاؤں سے دوڑتے، اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

تصدیق قلبی واعتقاد میں رخصت کا حکم نہیں۔ ضروریات دین، ضروریات اہل سنت ودیگر شرعی احکام کے حق ہونے کا اعتقاد سب پر لازم ہے، خواہ سمجھ میں آئے، یا نہ آئے۔

اتنا تو سمجھ میں آئے گا کہ یہ شرعی حکم ہے، پس تصدیق واعتقاد کے لیے اتنا ہی علم کافی ہے۔ آیات متشابہات کے معانی کا علم بندوں کو نہیں دیا گیا، لیکن آیات متشابہات کا انکار یقیناً کفر ہے۔ اتنا تو ہر ایک کو سمجھ میں آئے گا کہ یہ قرآن مقدس کی آیات طیبہ ہیں۔ ایمان کے لیے اتنا ہی علم کافی ہے۔ ایسا نہیں کہ کسی کو توحید خداوندی سمجھ میں نہ آئے تو اسے دو معبود یا چند معبود ماننے کی رخصت ہوگی۔ یہی مشرکین مکہ کو سمجھ میں نہیں آتا تھا، وہ کہتے تھے۔

(اَ جَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ـ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ) (سورہ ص: آیت 5)

ترجمہ: کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا۔ بے شک یہ عجیب بات ہے۔

مشرکین نے شبہ کے سبب توحید خداوندی کوتسلیم نہ کیا تو وہ مشرک ہی رہے۔شبہ کے سبب حکم خداوندی کے انکار پر ان کومعذور نہیں سمجھا گیا۔اسی طرح حشر جسمانی پر شبہ تھا۔ مشرکین مکہ ومشرکین عرب کے بہت سے شبہات باطلہ کو دور کرنے کے واسطے قرآن مجید میں آیات مقدسہ نازل ہوئیں،مثلاً مشرکین کہتے کہ سب فنا ہو جائیں گے تو حشر کیسے؟

رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا:(**وضرب لنا مثلا ونسی خلقه–قال من یحیی العظام وهی رمیم::قل یحییها الذی انشأها اول مرة وهو بکل خلق علیم**)

(سورہ یٰسین:آیت78-79)

ترجمہ:اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اوراپنی پیدائش بھول گیا۔بولا،ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔تم فرماؤ!انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بارانہیں بنایااوراسے ہر پیدائش کاعلم ہے۔(کنزالایمان)

مشرکین نے شبہ کے سبب حشر جسمانی کا انکار کیا تھا،لیکن ان کومعذور نہیں قرار دیا گیا۔ جب کوئی شبہ ہوتو شبہ دورکرنے کاحکم ہے۔حکم شرعی کے انکار کی گنجائش نہیں۔

کافر کلامی کو کافر ماننا ضروری اورشبہہ دور کرنے کاحکم

بالفرض اگر یہی مان لیا جائے کہ سائل کوتھانوی کی عبارت کے کفری معنی میں مفسر ہونے میں بھی شبہ ہے اوراصل حکم شرعی میں بھی شبہ ہے اور وہ اہل علم ہیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ ضروریات دین میں شبہ کے وقت شریعت کاحکم یہ ہے کہ اجمالی طور پرحکم شرعی کو مانے کہ جوعنداللہ حق ہے،وہی میرا عقیدہ ہے اورشبہ کودور کرنے کی کوشش کرے۔

خودغوروفکر کرکے شبہ دور کرے،یا اہل علم سے دریافت کرکے وہ شبہ دور کرے۔حکم الٰہی ہے:(**فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون**) سائل مذکورنے سنت فاروقی کے مطابق اس فتویٰ دینے والے مفتی سے شبہ کا جواب دریافت کیا۔

اعتقادی امور جن کو ماننا ضروری ہو،اوران میں غلط اعتقاد کے سبب ایمان خلل پذیر ہو،ایسے امور میں شک وشبہہ ہوجائے توشک وشبہہ دورکر کے صحیح حکم شرعی کو ماننا لازم ہے۔ مسئلہ تکفیر کلامی بھی اسی قبیل سے ہے کہ جان بوجھ کر کسی کافر کومومن مان لینے سے ایمان متاثر ہوجاتا ہے۔کافر کو کافر اور مومن کو مومن ماننے کا حکم ہے۔من مانی کرنا جائز نہیں۔

ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:(فقد نص العلامة ابن المقری کما سبق ان من شک فی کفر الیهود والنصاری وطائفة ابن عربی فهو کافر-وهو امر ظاهر وحکم باهر-واما من توقف فلیس بمعذور فی امره-بل توقفه سبب کفره-فقد نص الامام الاعظم والهمام الاقدم فی الفقه الاکبر-انه اذا اشکل علی الانسان شیء من دقائق علم التوحید فینبغی له ان یعتقد ما هو الصواب عند اللّٰه تعالی الی ان یجد عالما فیسأله ولا یسعه تاخیر الطلب ولا یعذر بالوقف فیه-ویکفر ان وقف-انتهی)

(الردعلی القائلین بوحدۃ الوجود:ص155-دارالمامون للتراث دمشق)

ترجمہ: جیسا کہ گزر چکا کہ علامہ ابن مقری نے صراحت کی ہے کہ جو یہود ونصاریٰ اور طائفہ ابن عربی کے کفر میں شک کرے،وہ کافر ہے،اور یہ ظاہر معاملہ اورواضح حکم ہے، لیکن جوتوقف کرے تو وہ اپنے معاملے میں معذور نہیں ہے،بلکہ اس کا توقف اس کے کفر کا سبب ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ اکبر میں رقم فرمایا کہ جب علم توحید (علم عقائد) کے دقیق مسائل میں سے کوئی مسئلہ انسان کے لیے مشکل ہوجائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اعتقادر کھے جوعنداللہ صحیح ہے،یہاں تک کہ کسی عالم کو پائے تو اس سے دریافت کرے اور اس کوطلب وجستجو میں تاخیر کرنا جائز نہیں اور اس مسئلہ میں توقف کرنے سے وہ معذور نہیں ہوگا،اوراگر وہ توقف کرے تو وہ کافر ہوجائے گا۔

یہ قول حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز سے متعلق نہیں ہے، بلکہ

طائفہ ابن عربی سے متعلق ہے۔ طائفہ ابن عربی اپنی بداعتقادی کے سبب کافر کلامی ہے۔

یہ لوگ خود کو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور غلط عقائد رکھتے تھے، جیسے عہد حاضر میں برصغیر کے متعدد مزارات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے مجاورین نیم رافضی ہو چکے ہیں اور خود کو ان اولیائے کرام کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالاں کہ وہ اولیائے کرام علیہم الرضوان سنی صحیح العقیدہ تھے۔

منقولہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ کافر کلامی کو کافر ماننا ہے۔ اس میں توقف کرنا جائز نہیں، بلکہ توقف کے سبب کفر کا حکم وارد ہوگا۔ اگر کوئی شبہ ہو تو شبہ کو دور کرے۔ کسی عالم سے دریافت کرے، اور فی الحال یہ عقیدہ رکھے کہ جو عند اللہ حق وصحیح ہے، وہی میرا عقیدہ ہے۔ اسے حکم صحیح کی طلب وجستجو میں تاخیر کرنا درست نہیں اور توقف کو اپنا عقیدہ بنا لینے کے سبب وہ معذور نہیں ہوگا، بلکہ توقف کے سبب وہ کافر قرار پائے گا۔

شبہ دور کرنے کا حکم تکفیر کلامی کے مسئلہ میں بھی نافذ ہوتا ہے۔ جب تکفیر کلامی کے معاملہ میں توقف کی اجازت نہیں تو تکفیر کلامی سے اختلاف وانکار کی اجازت کیسے ہوگی۔ کفر کلامی کفر قطعی ہے۔ قطعیات میں اجتہاد واختلاف جائز نہیں۔ کچھ شبہ ہو تو شبہ دور کرے۔ وہ امور جن میں توقف کے سبب ایمان متاثر ہو، ان میں توقف کی اجازت نہیں۔

ضروریات دین وضروریات اہل سنت اور شبہات باطلہ

اگر کسی کو قطعی عقائد میں اشکال ہو جائے تو اگر وہ تحقیق وتفتیش کا اہل ہے تو تحقیق کرے۔ عہد تحقیق میں یہ اجمالی عقیدہ رکھے کہ جو عند اللہ حق ہے، وہی ہمارا اعتقاد ہے۔ اگر وہ تحقیق کا اہل نہیں تو اہل علم سے سوال کرے۔ آیت مقدسہ: (**فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون**) میں یہی حکم دیا گیا کہ عدم علم کے وقت اہل علم سے سوال کیا جائے۔ ایسا نہیں کہ توقف کو اپنا عقیدہ بنا لے اور یہ کہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں، یا میرے لیے

حقیقت ظاہر نہیں ہوسکی۔ظنی مسائل میں عدم علم کے وقت توقف کی اجازت ہے،لیکن قطعی مسائل میں تلاش حق کا حکم ہے۔جب تک وہ تلاش وتحقیق کررہا ہے،اس وقت تک یہ عقیدہ رکھے کہ جوعنداللہ حق ہے،وہی ہمارا عقیدہ ہے۔ضروری دینی میں شبہ ہونے پر تلاش وتحقیق ترک کر کے خاموش بیٹھ گیا اور توقف کو اپنا عقیدہ بنالیا تو یہ توقف بھی کفر ہے۔

(1)امام محی الدین محمد بن بہاء الدین(م ۹۵۶ھ)نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تشریح میں رقم فرمایا:

((وَاِذَا اَشْكَلَ عَلَى الْاِنْسَانِ)عَلٰى وَاحِدٍ من نوع الانسان(شَيْءٌ مِنْ دَقَائِقِ عِلْمِ ا لتَّوْحِيْدِ)مِمَّا يَلْزَمُ بِاِخْلَالِ الْاِعْتِقَادِ به اِخْتِلَالُ الْاِيْمَان(فَاِنَّهٗ يَنْبَغِيْ لَهٗ)اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّه لا يجب استحضارُ هذا الاعتقاد فى خصوص المسألة بَعْدَ مَا اِعْتَقَدَ اِجْمَالًا بِصِدقِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فى جميع مَا جَاءَ من عند اللّٰه–وَاِلَّا فَالْاِيْمَانُ الْاِجْمَالِيُّ وَاجِبٌ قَطْعًا(اَنْ يَعْتَقِدَ فِي الْحَالِ)بلا تاخيرٍ وَلَا تَرَاخٍ(مَا هُوَ الصَّوَابُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى)اَيْ يَعْتَقِدُ اَنَّ الْحَقَّ فى نفس الامر ما هو الحق عند اللّٰه تَعَالٰى فى عِلْمِه وفى اَمْرِه عِبَادَه بِالْاِعْتِقَادِ مِنْ غَيْرِ تَعَيُّنِ وُقُوْعِ النِّسْبَةِ اَوْ لَا وُقُوْعِها فى تلك المسألة.

ويومن اِجْمَالًا بِمَا هُوَالْحَقُّ فِيْ حُكْمِه(اِلٰى اَنْ يَجِدَ عَالِمًا فَيَسْأَلَهٗ)اَنَّ الْحَقَّ مَاذَا عَلَى التَّفْصِيل(وَلَا يَسَعُهٗ تَاخِيْرُ الطَّلَبِ)اَيْ طَلَبِ اْلاِعْتِقَادِ الْحَقِّ فِي الْمَسْأَلَةِ الْمُشْكِلَةِ(وَلَا يُعْذَرُ بِالْوَقْفِ فِيْهِ)لان الوقف رِضَاءٌ بالجَهل فيما يجب الاعتقاد به من عقائد الدين فَلَا يَكُوْنُ مَعْذُوْرًا اِلَّاعِنْدَ الْعَجْزِ وَالْاِضْطِرَارِ–فَاِذَا وَجَدَ عَالِمًا بِعِلْمٍ وَيَعْلَمُ الطَّالِبُ زَالَ العجزُ–فَلَا يُقْبَلُ الْعُذْرُ(وَيَكْفُرُ اِنْ وَقَفَ)لانه اِعْرَاضٌ عن الايمان الواجب ورِضَاءٌ بالكفر)

(القول الفصل شرح الفقہ الاکبر:ص426:استنبول ترکی)

ترجمہ: جب کسی انسان پر علم توحید کے باریک مسائل میں سے کوئی مسئلہ مشکل ہو جائے جس کے اعتقاد میں خلل ہونے کے سبب ایمان میں خلل لازم آئے تو اس کے لیے بلا تاخیر فوراً اس کا اعتقاد کرنا مناسب ہے جو عند اللہ حق ہے۔ (ینبغی لہ) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خاص کر اس مسئلہ میں اس اعتقاد کو مستحضر کرنا ضروری نہیں جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے تمام امور کے صادق ہونے کا اجمالی طور پر اعتقاد کر چکا ہو، ورنہ ایمان اجمالی قطعی طور پر واجب ہے۔

یعنی یہ اعتقاد کرنا مناسب ہے کہ حق نفس الامر میں وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے علم میں اور اپنے بندوں کو اس کے اعتقاد کا حکم دینے میں حق ہے، اس مشکل مسئلہ میں وقوع نسبت یا لا وقوع نسبت کے تعین کے بغیر (کیوں کہ وہ ابھی اس کے لیے واضح نہیں)

اور اجمالی طور پر اس صورت پر ایمان لائے جو صورت اس مشکل مسئلہ کے حکم میں حق ہے، یہاں تک کہ کسی عالم کو پائے تو اس سے تفصیلی طور پر دریافت کرے کہ حق کیا ہے اور اس کو طلب میں تاخیر کرنے کی گنجائش نہیں، یعنی مشکل مسئلہ میں حق اعتقاد کی طلب میں تاخیر کرنے کی گنجائش نہیں، اور وہ اس میں توقف کرنے پر معذور نہیں ہوگا، کیوں کہ توقف کرنا دینی عقائد میں سے اس عقیدہ کے بارے میں جہالت پر راضی ہونا ہے جس عقیدہ کا اعتقاد ضروری ہے، پس وہ صرف عجز واضطرار کے وقت معذور ہوگا، پھر جب وہ اس بات کے جاننے والے کو پالے اور (اس) طلب گار کو معلوم ہو (کہ یہ اس بات کو جانتا ہے) تو عجز واضطرار زائل ہوگیا، پس عذر قبول نہیں کیا جائے گا، اور یہ طلب گار کافر ہو جائے گا، اگر وہ توقف کرے، کیوں کہ توقف کرنا ایمان واجب سے اعراض کرنا اور کفر پر راضی ہونا ہے۔

(2) محدث ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا: ((واذا اشکل) ای التبس (علی الانسان) ای من اهل الایمان (شیء من دقائق علم التوحید) ای ولم یتحقق عنده حقائق مقام التفرید ومرام التمجید (فینبغی له) ای یجب علیه (ان

یعتقد فی الحال ما هو الصواب عند اللّٰہ تعالٰی)ای بطریق الاجمال(الٰی ان یجد عالما)ای عارفًا بحقیقة الاحوال(فیسأله)ای لیعلم العلم التفصیلی علٰی وجه الکمال(ولا یسعه تاخیر الطلب)ای عند تردده فی صفة من صفات الجلال اونعوت الجمال.

(ولا یعذر بالوقف علیه)ای بتوقفه فی معرفة هذه الاحوال وعدم تفحصه بالسوال(ویکفر)ای فی الحال(ان وقف)ای بان توقف علٰی بیان الامر فی الاستقبال،لان التوقف موجب للشک وهو فیما یفترض اعتقاده کالانکار،ولذا ابطلوا قول الثلجی من اصحابنا حیث قال:اقول بالمتفق، وهو انه کلامه تعالی،ولا اقول مخلوق اوقدیم.

هذا،والمراد بدقائق علم التوحید اشیاء یکون الشک والشبهة فیها منافیا للایمان ومناقضا للاتقان بذات اللّٰہ تعالٰی وصفته ومعرفة کیفیة المؤمن به باحوال آخرته،فلا ینافی ان الامام توقف فی بعض الاحکام، لانها فی شرائع الاسلام فالاختلاف فی علم الاحکام رحمة والاختلاف فی علم التوحید والاسلام ضلالة وبدعة والخطا فی علم الاحکام مغفور،بل صاحبه فیه ماجور،بخلاف الخطأ فی علم الکلام فانه کفر وزور وصاحبه مازور)

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص321-322-دارالسلامہ بیروت)

ترجمہ:جب اہل ایمان میں سے کسی انسان پرعلم توحید کے باریک مسائل میں سے کوئی مسئلہ مشکل یعنی مشتبہ ہوجائے ،یعنی مقام تفرید ومقصد تجید(عقائدحقانیہ)کے حقائق اس کے نزدیک متحقق نہ ہوتواس کے لیے مناسب ہے،یعنی اس پرضروری ہے کہ فی الحال وہ اجمالی طورپراس کا اعتقادکرے جواللہ تعالیٰ کے یہاں درست ہے، یہاں تک کہ کسی عالم یعنی حقیقت احوال کے جانکارکو پائے تو اس سے دریافت کرے،تاکہ وہ مکمل طریقے پرعلم

تفصیلی حاصل کرلے،اوراس کوصفات جلالیہ اوراوصاف جمالیہ میں سے کسی صفت میں تردد کے وقت طلب میں تاخیر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اوروہ اس میں توقف کرنے پرمعذورنہیں ہوگا،یعنی ان احوال کی معرفت میں توقف کرنے پراورسوال کے ذریعہ اس کی تفتیش نہ کرنے پرمعذورنہیں ہوگا،اوروہ کافرہوجائے گا ،یعنی وہ فی الحال کافرہوجائے گا اگروہ توقف کرے،یعنی مستقبل میں امرمشکل کی تفتیش پر موقوف کردے،کیوں کہ توقف کرنا شک کا سبب ہے،اورجس کا اعتقادفرض ہو،اس میں شک کرناانکارکرنے کی طرح ہے۔

اسی لیے ہمارے اصحاب حنفیہ میں سے ثلجی کے قول کوعلمانے باطل قراردیا جب اس نے کہا کہ میں متفق علیہ کا قول کرتا ہوں اوروہ یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہےاور میں نہیں کہتا ہوں کہ قرآن مخلوق ہے یا قدیم۔

اسے محفوظ کرلو،اورعلم توحید کے دقائق سے وہ عقائد مراد ہیں جن میں شک وشبہ ایمان کے منافی اوراللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پریقین کے مناقض ہے،اوراحوال آخرت میں سے مومن بہ(جس پرایمان لایاجائے)کی کیفیت کی معرفت کا معارض ہے۔

پس یہ ایمان کے منافی نہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض احکام میں توقف کیا،کیوں کہ وہ توقف اسلام کے عملی احکام میں ہے،پس علم احکام میں اختلاف رحمت ہےاوراورعلم توحیدواسلام میں اختلاف ضلالت وبدعت ہے،اورعلم احکام میں خطا قابل مغفرت ہے،بلکہ اس میں خطا کرنے والا قابل اجروثواب ہے،علم کلام میں خطا کے برخلاف،کیوں کہ وہ خطا کفراورباطل ہےاوراس کا مرتکب اہل باطل ہے۔

(3)سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(اذا اشكل اى التبس على الانسان من اهل الايمان شَیْءٌ من دقائق علم التوحيد(١)يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يعتقد فى الحال(٢)بما هو الصوابُ عِنْدَ

اللّٰہِ تَعَالٰی بطریق الاجمال اِلٰی اَنْ یَجِدَ عَالِمًا فَیَسْاَلُہٗ وَلَایَسَعُہٗ تَاخِیْرُ الطَّلَبِ -وَلَا یُعْذَرُ بِالْوَقْفِ عَلَیْہِ اَیْ بِتَوَقُّفِہٖ فی معرفۃِ ھذہ الاحوال-وعدم تفحصہ بالسوال ویَکْفُر(۳)فِی الْحَالِ اِنْ تَوَقَّفَ عَلٰی بَیَانِ الْاَمْرِ فِی الْاِسْتِقْبَالِ-لِاَنَّ التَّوَقُّفَ مُوْجِبٌ(۴)لِلشَّکِّ وھو فیما یَفْتَرِضُ اِعْتِقَادُہٗ کَالْاِنْکَارِ-وَلِذَا اَبْطَلُوْا قَوْلَ الثَّلْجِی من اَصْحَابِنَا(۵)حیث قَالَ:اَقُوْلُ بِالْمُتَّفَقِ-وَھُوَ اَنَّہ کَلَامُہ تَعَالٰی-وَلَا اَقُوْلُ:مَخْلُوْقٌ اَوْ قَدِیْمٌ.

ھٰذَا-المرادُ بِدَقَائِقِ عِلْمِ التَّوحِیْدِ اَشْیَاءُ یَکُوْنُ الشَّکُّ وَالشُّبْھَۃُ فِیْھَا مُنَافِیًا لِلْاِیمَانِ وَمُنَاقِضًا لِلْاِیْقَانِ بِذَاتِ اللّٰہِ وَصِفَاتِہٖ وَمَعْرِفۃ کیفیۃ المُؤْمَنِ بہ بِاَحْوَالِ اٰخِرَتِہٖ(۶)فَلَا ینافی اَنَّ الْاِمَامَ تَوَقَّفَ فی بعض الاحکام (۷)لانھا فی شرائع الاسلام-فالاختلافُ فی علم الاحکام رَحْمَۃٌ(۸)والاختلاف فی علم التوحید والاسلام ضَلَالَۃٌ وَبِدْعَۃٌ-والخطاءُ فی علم الاحکام مغفورٌ بل صاحبُہ فیہ ماجورٌ-بخلاف الخطاء فی علم الکلام فانہ کفرٌ وزورٌ-و صاحبہ ما زورٌ-ھٰذَا مَا اَفَادَہٗ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ فِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ والقاری فی شرحہ) (المعتقد المنتقد:ص238-المجمع الاسلامی مبارکپور)

ترجمہ:جب اہل ایمان میں سے کسی انسان کوعلم توحید کے دقیق مسائل میں سے کسی مسئلہ میں اشکال یعنی اشتباہ ہو،اس پر فی الحال واجب ہے کہ اجمالی طور پراس بات کا اعتقادکرے جواللہ تعالیٰ کے نزدیک درست ہے، یہاں تک کہ کسی عالم کو پائے تو اس سے پوچھےاوراسے حق کی طلب میں تاخیر کا اختیار نہیں اوروہ اس مسئلہ میں توقف کی وجہ سے یعنی ان احوال کی معرفت میں توقف اورکسی عالم سےسوال کرکےحق کی تلاش نہ کرنے کےسبب معذور نہ ہوگا اوروہ فی الحال کافر ہوجائے گا اگر مستقبل میں صحیح عقیدہ بیان کرنے پر(ابھی) توقف کرے،اس لیے کہ توقف شک کا موجب ہےاورایسی بات میں شک جس کا اعتقاد

فرض ہے، انکار کی طرح ہے، اسی لیے علما نے ہمارے اصحاب میں سے ثلجی کے قول کو باطل کہا ، جب ثلجی نے کہا کہ جو بات متفق علیہ ہے، میں اس کو مانتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ: وہ مخلوق ہے یا قدیم ہے، اسے محفوظ کرلو۔

اور علم توحید کے مسائل دقیقہ سے مراد وہ اشیا ہیں جن میں شک وشبہ ایمان کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین کا معارض ہے اور احوال آخرت میں سے مومن بہ (جس پر ایمان لایا جائے) کی کیفیت کی معرفت کا معارض ہے، پس امام اعظم کا بعض احکام میں توقف کرنا ایمان کے منافی نہیں، اس لیے کہ وہ احکام دین اسلام کے شرعی احکام (ظنی احکام) ہیں، تو علم احکام (ظنی مسائل) میں اختلاف رحمت ہے اور علم توحید واصول اسلام میں اختلاف بدعت وضلالت ہے اور علم احکام میں خطا معاف ہے، بلکہ خطا کرنے والا مجتہد اپنی خطا پر مستحق اجر وثواب ہے، علم کلام میں خطا اس کے برخلاف ہے، اس لیے کہ یہ خطا کفر اور گناہ ہے اور خطا کرنے والا مستحق سزا ہے۔ یہ وہ ہے جس کا افادہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ اکبر میں کی اور ملا علی قاری نے اس کی شرح میں کیا۔

ثلجی فقہی مسائل میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد تھا اور عقیدہ کے اعتبار سے معتزلی تھا۔ ثلجی نے قرآن مجید سے متعلق کہا کہ میں اسے کلام الٰہی مانتا ہوں، وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق، اس بارے میں کچھ نہیں کہتا، یعنی اس نے سکوت وتوقف کیا۔ اس کے قول کو باطل قرار دیا گیا اور وہ توقف کے سبب گمراہ قرار پایا۔ کلام الٰہی کو غیر مخلوق ماننا ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔ منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ ضروریات اہل سنت میں بھی توقف کرنا صحیح نہیں، بلکہ صحیح مسئلہ کا علم حاصل کرکے عقیدہ کی تصحیح واصلاح ضروری ہے۔

جن امور میں شک وشبہہ کے سبب ایمان متاثر ہوتا ہے، ان میں توقف صحیح نہیں۔

اجماعی عقائد کا انکار ضلالت وبدعت ہے، پس اجماعی عقائد میں بھی توقف صحیح نہیں۔

تاویل فاسد کے سبب کسی مومن کی تکفیر نہ کرنا ضروریات اہل سنت میں سے ہے،

لہٰذا تاویل فاسد کے سبب کسی مومن کی تکفیر کے سبب فقہا تکفیر فقہی کرتے ہیں اور متکلمین حکم ضلالت نافذ کرتے ہیں۔ اگر کسی سے لغزش وخطا صادر ہوجائے تو توبہ ورجوع کیا جائے۔ تاویل باطل سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ غلط تاویلات عنداللہ قابل قبول نہیں۔

(4) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے منقولہ بالاعبارت کی تشریح میں رقم فرمایا:

(۱) المرادُ به عِلْمُ الْعَقَائِدِ مُطْلَقًا فَاِنَّ الْحُكْمَ كذلك فى جميع المعتقدات (۲) فيقول فى نفسه اِعْتَقَدْتُ بما هو الحَقُّ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فى هذه المسألة. (۳) اِنْ كانت المسئلة من ضروريات الدين (۴) اَىْ مُثْبِتٌ لِلشَّكِّ اِنًّا وَاِنْ كَانَ مُوْجَبًا بِالْفَتْحِ لِمًّا - وَلَايَنْبَغِىْ اَنْ يُجْعَلَ فى المتن بالفتح - لان مُوْجَبَ الشَّىْءِ بالفتح لا يستلزم وجودُه وجودَ الشَّىْءِ لِجَوَازِ تَعَدُّدِ الْمُوْجِبَاتِ (۵) من اصحابنا اَىِ الْحَنَفِيَّةِ فُرُوْعًا لَا اُصُوْلًا - لِاَنَّه مَعْدُوْدٌ فى المعتزلة (۶) علٰى صيغة المفعول اى مَا يُؤْمَنُ بِه كذا فى شرح القارى - وَلَعَلَّ الْبَاءَ بمعنٰى مِنْ - اَىْ بِمَعْرِفة كيفية ما يُؤْمَنُ بِه من احوال المعاد (۷) كَوَقْتِ الْخِتَانِ وَغَيْرِه مِمَّا بَلَغَ سَبْعًا وَقَدْ عُدَّتْ فى رد المحتار (۸) لِجَوَازِ تَقْلِيْدِ الْغَيْرِ عند الضرورة بِشَرْطِه المعروف فَهٰذَا الْيُسْرُ عِنْدَ الْعُسْرِ اِنَّمَا جَاءَ مِنْ اِخْتِلَافِ عُلَمَاءِ الْاُمَّةِ (المعتمد المستند :ص238-المجمع الاسلامی مبارکپور)

(۱) اس سے مراد مطلقاً علم عقائد ہے، اس لیے کہ تمام عقائد میں حکم اسی طرح ہے۔

(۲) پس وہ اپنے دل میں کہے کہ میں نے اس پر عقیدہ رکھا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مسئلہ میں حق ہے۔

(۳) اگر مسئلہ ضروریات دین میں سے ہو۔

(۴) یعنی شک کو برہان انی سے ثابت کرتا ہے۔ اگر وہ شک کا موجب بفتح جیم (معلول) ہے تو برہان لمی کے اعتبار سے اور لفظ موجب کو متن میں بفتح جیم قرار دینا مناسب

نہیں، اس لیے کہ کسی شئ کا موجب بالفتح ایسا نہیں کہ اس کا وجود وجود شئ کا مستلزم ہو، اس لیے کہ موجبات کا متعدد ہونا ممکن ہے۔

(۵) یعنی فروع میں ہمارے اصحاب حنفیہ میں سے ہے، نہ کہ اصول میں، اس لیے کہ اس کا شمار معتزلہ میں ہے۔

(۶) مجہول کے صیغہ پر یعنی جس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ ملا علی قاری کی شرح میں اسی طرح ہے اور شاید ''با'' حرف جر من کے معنی میں ہے، یعنی احوال معاد میں سے جن باتوں پر ایمان لایا جاتا ہے، ان کی کیفیت کی معرفت۔

(۷) جیسے ختنہ کا وقت اور اس کے علاوہ دوسرے مسائل جن کی گنتی سات مسئلوں تک پہنچ گئی اور ردالمحتار میں ان کا شمار کیا گیا ہے۔

(۸) اس لیے کہ مذہب غیر کی تقلید ضرورت کے وقت بشرط معلوم جائز ہے اور مشکل کے وقت یہ آسانی علمائے امت کے اختلاف سے ہی آئی۔

مومن کو مومن ماننا اور کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین سے ہے۔ اگر کسی کافر کلامی کے کفر میں کوئی شبہ لاحق ہو جائے تو اس شبہ کو دور کرنا ہے۔ حکم شرعی کے انکار کی اجازت نہیں۔ ضروریات دین وضروریات اہل سنت میں توقف کی اجازت نہیں، بلکہ اجمالی اعتقاد کی جو شکل منقولہ بالا عبارتوں میں بیان کی گئی، صرف اس کی اجازت ہے، یعنی جب تک وہ معاملہ حل نہ ہو سکے، اس وقت تک یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ اس باب میں جو عند اللہ حق ہے، میرا عقیدہ وہی ہے، اور اس پر لازم ہے کہ حق کی جستجو کرتا رہے، یعنی اگر خود عالم ہے تو خود تلاش وجستجو کرے، ورنہ کسی عالم سے دریافت کرے، اور پھر جو صحیح عقیدہ بیان کیا جائے، اس کو تسلیم کرے۔ تلاش حق میں تاخیر نہ کرے۔ مذکورہ شرط کے مطابق مدت تحقیق تک اجمالی اعتقاد کی اجازت ہے۔ ظہور حقیقت کے بعد اس عقیدہ کو ماننا لازم ہے۔

کافر کو کافر اور مومن کو مومن ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔ کافر کلامی کے کفر

میں توقف اور شک بھی کفر ہے۔حق کی تلاش کو ترک کر کے محض یہ اعتقاد رکھ لینا کہ جو عنداللہ حق ہے، وہی میرا عقیدہ ہے، یہ بھی توقف ہے،اور ضروریات دین میں توقف کفر ہے۔

اجماعی عقائد سے انحراف پر بھی ضلالت وبدعت کا حکم نافذ ہوتا ہے،لہٰذا ان میں بھی توقف کی اجازت نہیں ہوگی۔صرف اجتہادی مسائل میں توقف کی اجازت ہوگی۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے دفع شبہ سے متعلق تحریر فرمایا:''امور متعلقہ دین میں جس امر میں شک ہو،تاوقت انکشاف اجمالاً اتنا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ میں نے وہ اعتقاد کیا جو اللہ عزوجل کے نزدیک حق ہے،اور دفع وسوسہ کے لیے(اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ) اور(هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُوَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ) پڑھنا اکسیر اعظم ہے،فوراً دفع ہوجاتا ہے،اور لاحول شریف کی تکثیر حد درجہ نافع ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ:جلد یازدہم:ص 17-رضا اکیڈمی ممبئی)

اگر کسی کو اعتقادی امر میں شبہہ لاحق ہوتو وظیفہ بھی پڑھے اوررفع شبہہ کی کوشش کرے۔اگر وہ عالم نہ ہوتو علمائے دین سے دریافت کر کے اپنا شبہہ دور کرے۔

جس کا کفر تواتر کے ساتھ مروی ہو،اسے بھی کافر ماننا جائے گا، جیسے فرقہ دیوبندیہ کے اشخاص اربعہ کا کفر تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ ان لوگوں نے اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان اقدس میں بے ادبی کی اورختم نبوت کا انکار کیا جس کے سبب علمائے حرمین طیبین نے ان لوگوں کی تکفیر کی ہے، پس جس کو ان لوگوں کے کفریات اور ان پر نافذ شدہ حکم کفر کا علم ہے،اس پر لازم ہے کہ ان لوگوں کو کافر مانے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''خود علامہ شامی علیہ الرحمۃ تنقیح الفتاوٰی الحامدیہ میں مؤلف فتاویٰ علامہ حامد آفندی عمادی سے نقل کرتے ہیں۔انہوں نے شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے مجموعہ میں علامۃ الوریٰ نوح آفندی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ دیکھا جس میں ان سے تکفیر روافض کے بارے میں سوال ہوا تھا۔علامہ ان کے کلمات کفریہ لکھ کر

فرماتے ہیں:(**ثبت بالتواتر قطعًا عند الخواص والعوام المسلمين ان هذه القبائح مجتمعة فی هؤلاء الضالين المضلين فمن اتصف بواحد من هذه الامور فهو كافر**)(فتاویٰ رضویہ: جلد چہاردہم:ص126-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ:خواص وعوام مسلمانوں میں یہ بات تواتر سے چلی آ رہی ہے کہ یہ قباحتیں ان گمراہ وگمراہ گرلوگوں میں جمع ہیں جب کہ جوان قباحتوں میں سے کسی ایک سے متصف ہو، وہ کافر ہے۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ جن لوگوں کے بارے میں تواتر کے ساتھ معلوم ہوکہ وہ لوگ کفریات کے حامل ہیں،اور جوان کفریات کا حامل ہو، وہ کافر ہوتا ہے تو ان کفریات کے حاملین کو کافر ماننا ہوگا، کیوں کہ علمائے اسلام ان لوگوں سے متعلق شرعی احکام بتا چکے ہیں۔بار بارفتویٰ دینے اور حکم شرع بتانے کی ضرورت نہیں۔

اسی قسم کے مفہوم کوامام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ رضویہ میں جابجا فرقہ دیوبندیہ کے اشخاص اربعہ سے متعلق بیان فرمایا کہ ان لوگوں کوعلمائے حرمین طیبین نے کافر کہا ہے۔جوان لوگوں کے کفریات پر مطلع ہوکرانہیں کافر نہ مانے، وہ بھی کافر ہے۔

شبہہ یا تاویل کے سبب انکار پر حکم کفر

ضروریات دین کا انکارکسی شبہ یا تاویل کے سبب ہو، یا کسی شبہ اور تاویل کے بغیر ہو، دونوں صورتوں میں ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔اسی طرح کسی شبہ یا تاویل کے سبب کافرکلامی کومومن مانے یا بغیر شبہ اور بلا تاویل مومن مانے، دونوں صورتوں میں کافر کلامی کومومن ماننا کفر ہے۔جوضروریات دین کے انکار کا حکم ہے، وہی حکم کافرکلامی کو مومن ماننے کا ہے، کیوں کہ کافرکلامی کوکافر ماننا ضروریات دین سے ہے۔

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حسام الحرمین کے حوالے سے رقم فرمایا:

"**ان غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعه کخلیل الانبیتهی**

واشرف علی وغیرهم لا شبهة فی کفرهم بلامجال-بل لا شبهة فی من شک-بل فی من توقف فی کفرهم بحال من الاحوال -غلام احمد قادیانی ورشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد اور اشرف علی وغیرہ،ان کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے، بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے،اس کے کفر میں شبہہ نہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد یازدہم :ص75-رضا اکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ قادیانی اور اشخاص اربعہ کے کفر کا انکار کرنا کفر ہے۔اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ جس کو شبہہ ہو جائے،وہ کافر نہ مانے۔بلکہ یہ بتایا گیا کہ شبہہ یا شک کی گنجائش نہیں۔غلط شبہہ کے سبب انکار کرے تو منکر پر حکم کفر نافذ ہو گا۔دراصل کافر کلامی کے کفر میں کوئی شبہہ یا احتمال بعید نہیں ہوتا،اسی لیے کفر کلامی کو کفر نہ ماننا کفر ہے۔

قاضی عیاض مالکی قدس سرہ العزیز نے کفریہ اقوال کو نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا:

(فَلَا شَکَّ فی کفر هؤلاء الطوائف کلها قطعًا اجماعًا وَسَمْعًا-کذلک وقع الاجماع علٰی تکفیر کل مَنْ دَافَعَ نَصَّ الْکتاب اَوْ خصَّ حدیثًا مجمعًا علٰی نقله مقطوعًا به مجمعًا علٰی حمله علٰی ظاهره کتکفیر الخوارج بابطال الرجم-ولهٰذا نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل اَوْ وَقَفَ فیهم او شَکَّ اَوْ صَحَّحَ مَذْهَبَهم وان اظهر مع ذلک الاسلام واعتقده-واعتقد ابطال کل مذهب سواه فهو کافرٌ باظهاره مَا اَظْهَرَ من خلاف ذلک)

(الشفاء: جلد دوم :ص286-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:اجماع متصل اور دلیل سمعی کے اعتبار سے ان تمام جماعتوں کے کفر میں قطعاً کوئی شک نہیں۔اسی طرح اجماع متصل واقع ہے اس کے کفر پر جو نص کا انکار کرے، یا ایسی

متواتر الروایت قطعی الدلالت حدیث کی تخصیص کرے،جس کواس کے ظاہری معنی پر محمول کرنے پر اجماع ہو،جیسے خوارج کی تکفیر رجم (زنا پرسنگساری کی سزا) کونہ ماننے کے سبب۔

پس ہم ایسے شخص کوکافر مانتے ہیں جس نے ملت اسلامیہ کے علاوہ کسی دین کواپنایا،یا خلاف اسلام مذہب اپنانے والوں کے (کفر) میں توقف کیا،یا شک کیا،یاان کے مذہب کو صحیح کہا،،گرچہ وہ اسلام کا اظہار کرے،اوراسلام کا اعتقادرکھے،اوراس کے علاوہ ہر مذہب کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھے،پس وہ کافر ہے،اس لیے کہ اس نے ایسے امر کا اظہار کیا جو اسلام کے خلاف ہے۔

کتاب الشفا میں مذکورہ بالا عبارت سے قبل ان لوگوں کا ذکر ہے جو اسلام کے کلمہ خواں ہیں،لیکن کسی ضروری دینی کے منکر ہیں۔جس کلمہ گو مذہب میں کسی ضروری دینی کا انکار ہو،اس مذہب کا حکم وہی ہے جوملت غیر اسلام کا حکم ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ ضروری دینی کے انکار کے سبب وہ کلمہ خواں مذہب بھی غیر کلمہ خواں مذہب کی طرح باطل ہے اور جس طرح غیر کلمہ خواں مذہب کوقبول کرنے والے فردکو جومومن مانے،وہ کافر ہے،اسی طرح ضروری دینی کے منکر کو جومومن مانے،وہ بھی کافر ہے۔

دونوں کے درمیان علت مشترکہ ضروری دینی کا انکار ہے۔مجوسی بھی ضروریات دین کا منکر ہے اور رافضی بھی متعدد ضروریات دین کا منکر ہے۔ایک ضروری دینی کے انکار پر بھی مذہب اسلام سے خروج ثابت ہو جاتا ہے،جس طرح متعدد یا تمام ضروریات دین کے انکار کے سبب مذہب اسلام سے خروج ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح جوافرادواشخاص ضروریات دین کے منکر ہوں،ان کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ دین اسلام سے خارج ہیں،اور جوان کومومن مانے،وہ بھی اسی طرح کافر ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی نے رقم فرمایا:((ولھذا)ای للقول بکفر من خالف ظاھر النصوص والمجمع علیہ(نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة

الاسلام)ای اتخذہ دینا(من)اھل(الملل)جمع ملة وھی الدین وبینھما فرق بحسب المفھوم(او وقف فیھم)ای توقف وتردد فی تکفیرھم(اوشک) فی کفرھم(اوصحح مذھبھم)ای اعتقد صحتہ کما تقدم عن بعضھم ان الایمان انما ھو عدم جحد وحدانیة اللّٰہ وقد تقدم بیانہ وابطالہ.

والفرق بین التوقف والشک ان التوقف ان لا یمیل الی شئ من الطرفین-والشک مع التر جیح للمخالف(وان اظھر الاسلام)باعتقادہ والتزام احکامہ(واعتقدہ)بقلبہ(واعتقد ابطال کل مذھب سواہ)ای غیر الاسلام بان یقول انہ منسوخ باطل فی الواقع غیر مقبول عند اللّٰہ ولکن یزعم ان من اقر بالالوھیة والتوحید غیر کافر،کما تقدم من مذھب الجاحظ)(نسیم الریاض: جلد ششم:ص359-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:نصوص کے ظاہری مفاہیم اوراجماعی امور کے مخالف کے کفر کا قول کرنے کے سبب ہم اس کی تکفیر کرتے ہیں جوملتوں میں سے غیرملت اسلام اختیار کرنے والے کی تکفیر نہ کرے،یعنی جوغیر مذہب اسلام کواپنا مذہب بنالے۔ملل ملت کی جمع ہے،اورملت دین ہے،اوران دونوں کے مفہوم میں کچھ فرق ہے۔

یا غیرملت اسلام اختیار کرنے والوں کی تکفیر میں تردد وتوقف کیا،یاان کے کفر میں شک کیا،یاان کے مذہب کوصحیح قرار دیا،یعنی اس مذہب (باطل) کوصحیح اعتقاد کیا،جیسا کہ بعض لوگوں کی جانب سے گزرا کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عدم انکار کا نام ہے، (گرچہ دیگر کفریات میں مبتلا ہو)اوراس کا بیان اوراس کا ردوابطال گزر چکا۔

توقف اورشک میں فرق ہے کہ طرفین (کلام کی جانب موافق وجانب مخالف) میں سے کسی جانب مائل نہ ہونا توقف ہےاور جانب مخالف کوترجیح دینا شک ہے۔

گرچہ وہ شخص (کافر کوکافر نہ کہنے والا،یااس کے کفر میں توقف کرنے والا،یااس

کے مذہب کو صحیح اعتقاد کرنے والا) اسلام کو ظاہر کرے، اپنے اعتقاد اور احکام اسلامی کے التزام کے ساتھ، اور اپنے دل سے اسلام کا اعتقاد رکھے اور اسلام کے علاوہ ہر مذہب کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھے، بایں طور کہے کہ وہ (مذہب غیر اسلام) حقیقت میں منسوخ ہے، باطل ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں غیر مقبول ہے، لیکن وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو الوہیت و توحید کا اقرار کرے، وہ غیر کافر ہے (گرچہ کفریات کا مرتکب ہو) جیسا کہ جاحظ کا مذہب گزر چکا۔

منقولہ بالا عبارت میں اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ غیر ملت اسلام کے افراد کو کافر نہیں ماننے والا خود کافر ہے، کیوں کہ جو نصوص قطعیہ میں بیان کردہ عقائد اور مجمع علیہ عقائد یعنی ضروریات دین کا منکر ہے، وہ کافر ہے اور غیر ملت اسلام میں بھی ضروری دینی کا انکار ہے تو ان اہل مذاہب کو کافر نہ ماننے والا کافر ہے۔

اسی طرح کلمہ خوانوں میں جو کسی ضروری دینی کا منکر ہو، اس کو کافر نہ ماننے والا بھی کافر ہے۔ دونوں کے درمیان علت مشترکہ ضروریات دین کا انکار ہے۔ جس سے ضروری دینی کا انکار ہو، اس کو کافر نہیں ماننے والا خود کافر ہے۔ ضروری دینی کے منکر کو کافر نہیں ماننے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منکر تکفیر اس ضروری دینی کو ضروری دینی نہیں مانتا ہے۔ اگر وہ اس ضروری دینی کو ضروری دینی مانتا تو ضرور اس کے منکر کو کافر مانتا۔

شبہ کے سبب کفر کلامی کے انکار کی گنجائش نہیں

جب کسی کا کلام کفری معنی میں متعین ہو۔ جہات ثلاثہ یعنی تکلم، متکلم اور کلام میں کوئی احتمال نہ ہو، تکفیر کے جملہ شرائط ولوازم کی تحقیق وتکمیل کے بعد کفر کلامی کا صحیح حکم نافذ کیا جا چکا ہو تو اب نہ تاویل کے سبب اس کے انکار کی گنجائش ہے، نہ شبہ کے سبب انکار کی گنجائش۔

(1) حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ رضویہ کا ایک فتویٰ نقل فرمایا:

''فتویٰ یہ ہے: منقول از جلد یازدہم: فتاویٰ کلامیہ: صفحہ ۸۲۷

مسئلہ: از سکندر آباد ضلع بلند شہر بازار مادھوداس

مرسلہ: نور محمد: ۲۳: ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین:

مسئلہ ذیل میں جواب دے کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔ ایک شخص حفظ الایمان وبراہین قاطعہ کی نسبت یہ تو کہتا ہے کہ بے شک اس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین اور گالی ہے، مگر پھر بھی تکفیر نہیں کرتا اور یہ کہتا ہے کہ ان کے مؤلف کی تکفیر کو پسند نہیں کرتا۔ قابل گزارش یہ امر ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کو بھی کافر نہ کہا جائے تو کون کافر ہوگا، اور اس کافر کے کافر کہنے میں جو تأمل کرے گا، وہ خود کافر نہ ہوگا تو کس کافر کے کافر کہنے میں تأمل کرنے والا کافر ہوگا: بینوا توجروا

الجواب: صریح مقابل کنایہ ہے۔ اسے ظہور کافی، نہ کہ احتمال کا نافی۔

محقق حیث اطلق نے فتح میں فرمایا: (**ما غلب استعماله فی معنی بحیث یتبادر حقیقة اومجازا صریح-فان لم یستعمل فی غیره فاولی بالصراحة**)

ہدایہ میں ارشاد ہوا: (**انت طالق لا یفتقر الی النیة-لانه صریح فیه لغلبة الاستعمال-ولو نوی الطلاق عن وثاق لم یدین فی القضاء لانه خلاف الظاهر-ویدین فیما بینه وبین اللّٰه تعالیٰ لانه نوی ما یحتمله**)

بہت فقہائے کرام کے نزدیک تکفیر میں بھی اسی قدر کافی، ولہذا امثال اسماعیل دہلوی پر بحکم فقہائے کبار لزوم کفر میں شک نہیں جس کی تفصیل کوکبہ شہابیہ سے روشن۔

اور تحقیق اشتراط مفسر ہے۔ یہی مسلک متکلمین اور یہی مختار ومعتبر ہے۔

شخص مذکور کا قول مزبور اگر کسی ایسے کلام کی نسبت ہوتا کہ قسم اول سے تھا تو مشرب متکلمین پر محمول ہوتا، بشرطیکہ وہ ان جاہلان بے خرد کی طرح نہ ہوتا جن کو متبین ومتعین میں تمیز نہیں، مگر بدقسمتی سے اس کا قول براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل وحفظ الایمان

کے اقوال بدتر از ابوال کی نسبت ہے جو یقیناً قسم دوم سے ہیں، جن کی نسبت علمائے کرام مکہ معظمہ ومدینہ منورہ حکم فرما چکے کہ: ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' جو ان کے کفر واستحقاق عذاب میں شک کرے، وہ خود کافر ہے، لہٰذا نہ اس کے کفر میں کوئی شبہہ حائل، نہ کسی ابلیس کی تلبیس چلنے کے قابل''۔(الموت الاحمر:ص10-9-جامعۃ الرضا بریلی شریف)

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے منقولہ بالا فتویٰ کی توضیح وتشریح ''الموت الاحمر'' (بحث ثالث) میں رقم فرمادی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب کلام کفری معنی میں مفسر اور متعین ہو، تب تکفیر کلامی ہوگی۔ اگر کلام کفری معنی میں متبین ہو تو تکفیر فقہی ہوگی، تکفیر کلامی نہیں ہوگی۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے قول (لہٰذا نہ اس کے کفر میں کوئی شبہہ حائل، نہ کسی ابلیس کی تلبیس چلنے کے قابل) کا مفہوم یہ ہے کہ تاویل یا کسی شبہ کے سبب کافر کلامی کے کفر کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ مفسر کلام میں احتمال یا شبہ نہیں ہوتا۔ تاویل باطل اور شبہ باطل کے سبب فتویٰ تکفیر کے انکار کی گنجائش نہیں۔ بجنوری نے اسی تاویل باطل اور شبہ باطل کو انکار کی دلیل سمجھ لیا اور 180: علمائے اہل سنت وجماعت نے اس کی تکفیر کی۔

اگر کسی کو کوئی شبہہ ہو جائے تو اہل علم سے اس کا جواب دریافت کر کے تشفی حاصل کر لے۔ حکم شرعی کے انکار کی اجازت نہیں۔ ملحدین توحید ورسالت پر شبہات پیش کرتے ہیں۔ مومنین علمائے کرام سے جواب معلوم کرتے ہیں۔ توحید ورسالت کا انکار نہیں کرتے۔

(2) اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی سے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''یہاں چار مرحلے تھے۔

(1) جو کچھ ان دشنامیوں نے لکھا، چھاپا، ضرور وہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ودشنام تھا۔

(2) اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے۔

(3) جو انہیں کافر نہ کہے، جو ان کا پاس لحاظ کرے، جو ان کی استادی یا رشتے یا

دوستی کا خیال کرے، وہ انہیں میں سے ہے۔انہیں کی طرح کافر ہے۔قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔

(4) جو عذر مکر جہال وضلال یہاں بیان کرتے ہیں،سب باطل ونارواو پادرہوا ہیں۔

یہ چاروں بحمداللہ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ واضح وروشن ہو گئے۔جن کے ثبوت قرآن عظیم ہی کی آیات کریمہ نے دیے۔اب ایک پہلو پر جنت وسعادت سرمدی۔دوسری طرف شقاوت وجہنم ابدی ہے۔جسے جو پسند آئے،اختیار کرے،مگر اتنا سمجھ لو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر زید وعمرو کا ساتھ دینے والا کبھی فلاح نہیں پائے گا۔باقی ہدایت رب العزت کے اختیار میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 30: تمہید ایمان: ص 357-358 - جامعہ نظامیہ لاہور)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''اب ایک پہلو پر جنت وسعادت سرمدی۔دوسری طرف شقاوت وجہنم ابدی ہے۔جسے جو پسند آئے،اختیار کرے''۔

یعنی جو اس حکم شرعی یعنی فتویٰ تکفیر کو نہ مانے،اور اشخاص اربعہ کو مومن مانے،وہ انہی لوگوں کی طرح جہنمی ہے۔جب کسی کو دین کے قطعی احکام میں شبہ ہو جائے تو اس وقت کا اسلامی حکم یہ ہے کہ شبہ دور کرے اور دین کے قطعی حکم کا انکار نہ کرے۔

تھانوی سے متعلق زیر بحث استفتا میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز سے شبہ کا جواب دریافت کیا گیا، پس آپ نے شبہ کا جواب رقم فرما دیا۔فتاویٰ رضویہ میں بھی مرقوم ہے: ''شبہ پیش کردۂ بعض اہل علم''۔یعنی یہ شبہ ہے۔سائل کا اعتقاد ایسا نہیں ہے۔وہ اس شبہ کے سبب تکفیر تھانوی کا منکر نہیں، بلکہ استفتا میں شبہ کا جواب دریافت کیا گیا ہے اور فتویٰ میں شبہ کے جواب پر اکتفا کیا گیا ہے۔اس فتویٰ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی کو کسی کافر کلامی کے قول میں کوئی شبہ ظاہر ہو تو وہ اس کو مومن مانے، بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو شبہ لاحق ہو تو اصحاب علم وفضل کو اپنا شبہ پیش کرے اور ذہنی خلجان دور کر لے: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ملحدین اسلامی احکام پر شبہات وارد کرتے ہیں۔عوام مسلمین علمائے کرام سے شبہات کے جواب دریافت کرتے ہیں۔اس کا یہ مفہوم نہیں شبہات کے سبب وہ اسلامی احکام کو ترک کر چکے ہیں، بلکہ وہ اپنا ذہنی خلجان دور کرنا چاہتے ہیں۔ویسا ہی معاملہ یہاں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین وایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے،لیکن انہوں نے مزید اطمینان قلب کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

ارشاد الٰہی ہے:(وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِی كَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِی قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَأْتِینَكَ سَعْیًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِیزٌ حَكِیمٌ)(سورہ بقرہ:آیت 260)

ترجمہ:اور جب عرض کی ابراہیم نے ،اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیوں کر مردے جلائے گا۔فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں۔عرض کی: کیوں نہیں ،مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔فرمایا: تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے، پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے، پھر انہیں بلا ،وہ تیرے پاس چلے آئیں گے، پاؤں سے دوڑتے ،اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔(کنز الایمان)

فتاویٰ شارح بخاری: جلد سوم (ص:316-دائرۃ البرکات گھوسی) میں بھی فتاویٰ رضویہ کے زیر بحث فتویٰ کی وہی تشریح اختصار کے ساتھ مرقوم ہے جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔اسی میں مرقوم ہے:''سوال کو سائل کا عقیدہ بتانا فریب دینا ہے''۔

بحث پنجم

کیا کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات اہل سنت سے ہے؟

زیر تبصرہ فتویٰ میں فتاویٰ حدیثیہ کی ایک طویل عبارت منقول ہے۔اس میں ضروریات

دین کی دونوں قسموں یعنی ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت کا بیان ہے۔

صاحب فتویٰ نے اس عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین کی قسم دوم میں سے ہے۔ضروریات دین کی قسم دوم وہی ہے جس کو عہد حاضر میں ضروریات اہل سنت کہا جاتا ہے۔ان کو قطعیات غیر ضروریہ بھی کہا جاتا ہے۔

درحقیقت صاحب فتویٰ سے تسامح ہورہا ہے،اور بشر غیر معصوم سے تسامح عیب وجرم نہیں۔ہاں ،حقیقت حال پر آگاہی کے بعد اس پر اصرار ضرور جرم ہے۔ چوں کہ محقق موصوف مسئلہ تکفیر کلامی کو بسبب تسامح ضروریات اہل سنت میں شمار کرتے ہیں ، لہٰذا ضروریات اہل سنت کے احکام کو مسئلہ تکفیر کلامی پر منطبق فرماتے ہیں۔اس بنیادی تسامح کو اللہ تعالیٰ ان کے لیے واضح فرمادے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سارا معاملہ لمحوں میں حل ہوجائے۔

ضروریات اہل سنت کے انکار کی تفصیلی بحث ہمارے رسالہ:’’ضروریات اہل سنت اورفقہائے احناف‘‘ میں ہے۔کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین قسم اول سے ہے۔ کافر کلامی کے کفر کے انکار کا حکم وہی ہے جو ضروریات دین کے انکار کا حکم ہے۔

(1) کافر کلامی کو کافر کلامی ماننا ضروریات دین میں سے ہے، کیوں کہ کافر کلامی کو کافر ماننا اجماع متصل اور قرآن وسنت سے ثابت ہے۔جو امر دینی اجماع متصل سے ثابت ہو، وہ ضروری دینی ہوتا ہے۔’’اجماع متصل اور ضروریات دین‘‘ میں تفصیلی بحث ہے۔

(2) متکلمین صرف ضروری دینی کے انکار پر حکم کفر نافذ کرتے ہیں اور متکلمین کافر کلامی کو کافر نہ ماننے پر حکم کفر نافذ کرتے ہیں۔اس کا صریح مفہوم یہ ہوا کہ کافر کلامی کو کافر کلامی ماننا ضروریات دین سے ہے،ورنہ متکلمین منکر پر حکم کفر نافذ نہیں فرماتے۔

(3) تاویل کے ذریعہ کفر کلامی کا انکار کرکے ملزم کو مومن ماننا بھی کفر کلامی ہے۔یہ شان صرف ضروریات دین کی ہے کہ تاویل کے ذریعہ بھی ضروریات دین کا انکار کفر کلامی ہے۔ضروریات اہل سنت کا تاویل کے ذریعہ انکار کفر کلامی نہیں، بلکہ ضلالت وگمرہی ہے۔

امام ابن نجیم مصری حنفی نے رقم فرمایا:(وَمَنْ حَسَّنَ کَلَامَ اَهْلِ الْاَهْوَاءِ اَوْ قَالَ مَعْنَوِیٌّ اَوْ کَلَامٌ لَہٗ مَعْنًی صَحِیْحٌ-اِنْ کَانَ ذٰلِکَ کُفْرًا مِنَ الْقَائِلِ کَفَرَ الْمُحَسِّنُ) (البحر الرائق: جلد پنجم:ص209)

ترجمہ: جو بد مذہبوں کے کلام کو اچھا جانے، یا کہے کہ بامعنی ہے، یا یہ کلام کوئی صحیح معنی رکھتا ہے۔اگر وہ اس قائل کا کلمہ کفر تھا تو یہ اچھا بتانے والا کافر ہو گیا۔

اہل بدعت کا وہ کلام جس پر کفر کا حکم ہو، ایسے کلام کو جو اچھا بتائے، وہ بھی کافر ہے۔ اسی طرح جو کہے کہ وہ معنوی کلام ہے، یعنی اس کلام کا ظاہری معنی مراد نہیں، بلکہ خاص معانی مراد ہیں، جیسے اشخاص اربعہ کے کلام کو بھی بعض لوگ اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے کلام کی طرح معنوی کلام قرار دے کر ان کی عبارتوں کو کفریہ نہیں مانتے تو یہ بھی کفر ہے، یا کہا کہ اس کلام کا کوئی صحیح معنی ہے تو یہ شخص بھی کافر ہے۔

(4) ضروریات دین کا انکار تاویل کے ساتھ ہو، یا بلا تاویل ہو، دونوں صورت میں متکلمین حکم کفر نافذ کرتے ہیں اور ضروریات اہل سنت کا تاویل کے ساتھ انکار ہو تو یہ متکلمین کے یہاں ضلالت وگمرہی ہے، کفر نہیں۔تاویل کے ذریعہ کفر کلامی کا انکار کر کے ملزم کو مومن ماننا بھی کفر کلامی ہے۔اگر کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات اہل سنت میں سے ہوتا تو تاویل کے ذریعہ کافر کلامی کو مومن ماننے والا متکلمین کے یہاں گمراہ ہوتا، نہ کہ کافر۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:((واستحلالُ المعصیة)صَغِیْرَۃً کَانَتْ اَوْ کَبِیْرَۃً (کفرٌ)اِذَا ثَبَتَ کونُهَا مَعْصیةً بدلیل قطعی) (شرح العقائد النسفیہ :ص167)

ترجمہ: گناہ کو حلال قرار دینا کفر ہے، خواہ وہ صغیرہ ہو، یا کبیرہ، جب کہ اس کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

جس امر کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو، اس کا انکار کفر ہے۔

باب اعتقادیات میں دلیل قطعی کی دو قسمیں ہیں: قطعی بالمعنی الاخص اور قطعی بالمعنی

الاعم۔قطعی بالمعنی الاخص دلیل سے جو ثابت ہو، وہ ضروری دینی ہے۔اس کا انکار کفر کلامی ہے،خواہ تاویل کے ساتھ انکار ہو، یا بلا تاویل انکار ہو۔قطعی بالمعنی الاعم دلیل سے جو ثابت ہو ، وہ ضروری اہل سنت ہے۔اس کا انکار اگر تاویل کے ساتھ ہوتو متکلمین کے یہاں کفر نہیں ۔ اگر اس کے قطعی ہونے کا علم قطعی ہو، پھر بلا تاویل اس کا انکار کرے تو یہ استخفاف بالدین اور کفر عنادی وکفر کلامی ہے۔علامہ تفتازانی کی عبارت پر علامہ خیالی کا حاشیہ درج ذیل ہے۔

علامہ خیالی نے رقم فرمایا:((**قوله:اذا ثبت كونها معصيةً بدليل قطعي)ولم يكن الـمُسْتَحِلُّ مُؤَوِّلًا فی غير ضروريا ت الدين-فتاويل الفلاسفة دلائلَ حدوثِ العَالَمِ ونحوه لَا يَدْفَعُ كُفْرَهُمْ**)(حاشیۃ الخیالی:ص148-مطبعہ حقانیہ پشاور)

ترجمہ:علامہ تفتازانی کا قول(جب اس کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو) اور حلال قرار دینے والا غیر ضروریات میں تاویل کرنے والا نہ ہو،پس حدوث عالم اور اس کے مماثل(ضروری دینی)امر کے دلائل میں فلاسفہ کی تاویل ان کے کفر کو ختم نہیں کرے گی۔

علامہ خیالی کے قول(ولم یکن المستحل مؤولا فی غیر ضروریات الدین) کا مفہوم یہ ہے کہ دلیل قطعی سے ثابت ہونے والا امر دینی اگر غیر ضروریات دین ہوتو تاویل کے ساتھ اس کا انکار کفر کلامی نہیں۔اگر ضروریات دین میں سے ہوتو تاویل کے ساتھ انکار بھی کفر کلامی ہے،پس فلاسفہ جو حدوث عالم کے دلائل کی تاویل کر کے دنیا کو قدیم بتاتے ہیں تو اس تاویل کے باوجود وہ کافر ہیں،کیوں کہ دنیا کا حادث ہونا ضروریات دین سے ہے۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے رقم فرمایا:(**قوله:(ولم يكن المستحل- الخ)يعنى اَنَّ تَكْفِيْرَ هٰذَا مُتَصَوَّرٌ بِوَجْهَيْنِ-اَحَدُهُمَا اَنْ لَا يَكُوْنَ مُؤَوِّلًا اَصْلًا-اَوْ يَكُوْنُ مُؤَوِّلًا ولكن فى ضروريات الدين-وعلٰى كِلَا التَّقْدِيْرَيْنِ يُكَفَّرُ**)

(حاشیۃ السیالکوتی علی الخیالی:ص332-مطبعہ عثمانیہ استنبول)

ترجمہ:علامہ خیالی کا قول(اور وہ حلال قرار دینے والا غیر ضروریات میں تاویل

کرنے والا نہ ہو) یعنی یہ تکفیر دوصورت میں متصور ہے: (۱) ان میں سے ایک یہ کہ وہ بالکل تاویل کرنے والا نہ ہو (۲) یا ضروریات دین میں تاویل کرنے والا ہو، اوران دونوں صورتوں میں تکفیر کی جائے گی۔

علامہ خیالی کی عبارت پر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے حاشیہ رقم فرمایا کہ دلیل قطعی سے ثابت شدہ امر دینی کے انکار پر متکلمین کے یہاں دوصورت میں کفر ثابت ہوگا۔

(1) پہلی صورت یہ ہے کہ منکر بلا تاویل انکار کرے۔ایسی صورت میں وہ امر ضروریات دین میں سے ہو، یا ضروریات اہل سنت میں سے، دونوں قسم کی ضروریات کا انکار کفر کلامی ہے۔ضروری دینی کا انکار اس لیے کفر ہے کہ ضروری دینی کا انکار تکذیب نبوی ہے۔ضروری اہل سنت کے انکار پر حکم کفر اس لیے ہے کہ بلا تاویل انکار کے سبب استخفاف بالدین ثابت ہوتا ہے۔یہ متکلمین کا مذہب ہے۔جو کافر کلامی ہوگا، فقہا بھی اسے کافر مانیں گے۔کافر کلامی کے کفر میں اختلاف نہیں ہوتا۔یہ کفر اتفاقی وکفر اجماعی ہے۔

(2) دوسری صورت یہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار تاویل کے ساتھ ہو، پس یہ بھی کفر ہے، کیوں کہ ضروریات دین میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے رقم فرمایا:(قوله:(فتاويل الفلاسفة-الخ)ای اذا **كان عدم الكفر مشروطًا بان لا يكون مستحله مُؤَوِّلا فى غير ضروريات الدين-فتاويلُ الْفَلاسفة لدلائل حدوث العالم ونحوه مثل الجنة والنار والتنعيم والتعذيب لا يدفع كفرَهم-لان ذلک من ضروريات الدين-و التاويلُ فى ضروريات الدين لا يَدْفَعُ الْكُفْرَ)**

(حاشیۃ السیالکوتی علی الخیالی:ص332-مطبعہ عثمانیہ استنبول)

ترجمہ: علامہ خیالی کا قول (پس حدوث عالم اوراس کے مماثل (ضروری دینی) امر کے دلائل میں فلاسفہ کی تاویل ان کے کفر کوختم نہیں کرے گی)

یعنی جب کفر اس سے مشروط ہے کہ حرام کو حلال قرار دینے والا غیر ضروریات دین میں تاویل کرنے والا نہ ہو، پس حدوث عالم اور اس کے مماثل امر جیسے جنت ودوزخ اور نعمت وعذاب کے دلائل میں فلاسفہ کی تاویل ان کے کفر کو دفع نہیں کرے گی، کیوں کہ یہ امور ضروریات دین میں سے ہیں اور ضروریات دین میں تاویل کفر کو دفع نہیں کرتی ہے۔

کفر کی شرط یہ ہے کہ مستحل (حرام کو حلال قرار دینے والا) غیر ضروریات دین میں تاویل کرنے والا نہ ہو۔اس کی دوصورتیں بتائی گئیں: (1) ایک یہ کہ بالکل ہی تاویل نہ کرے، جیسے ضروریات اہل سنت یا ضروریات دین کا بلا تاویل انکار کرے۔ (2) دوسری یہ کہ ضروریات دین میں تاویل کرے، پس دونوں صورتوں میں حکم کفر ہوگا۔

فلاسفہ ضروریات دین میں تاویل کر کے ان کا انکار کرتے ہیں، پس تاویل کے باوجود ان کی تکفیر ہوگی، کیوں کہ ضروریات دین کا انکار تاویل کے ساتھ ہو، یا بلا تاویل ہو، دونوں صورت میں حکم کفر عائد ہوگا۔

عبارت منقولہ بالا میں (اذا کان عدم الکفر مشروطا: الخ) میں لفظ ''عدم'' کاتب کی لغزش ہے۔وہاں حکم الکفر یا وجود الکفر ہونا چاہئے، یا ''اذا کان الکفر ہونا چاہئے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: (**فان التاویل فی الضروری غیر مسموع**) (المعتمد المستند: ص180-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: ضروری دینی میں تاویل مقبول نہیں۔

ضروریات دین میں تاویل قبول نہیں کی جاتی ہے۔ضروری دینی کا انکار تاویل کے ساتھ ہو یا بلا تاویل، دونوں صورت میں منکر کی تکفیر کلامی ہوگی۔

غیر ضروریات میں تاویل متکلمین کے یہاں کفر نہیں

غیر ضروریات دین میں تاویل متکلمین کے یہاں کفر نہیں۔اب اس غیر ضروریات کا

ثبوت جیسا ہوگا،اسی کے اعتبار سے حکم شرعی عائد ہوگا۔ضروریات اہل سنت یعنی قطعی بالمعنی الاعم امور کا انکار تاویل کے ساتھ کیا تو منکر متکلمین کے یہاں گمراہ اور فقہائے احناف اوران کے مؤیدین کے یہاں کافر فقہی ہوگا۔اگر ضروریات اہل سنت کو قطعی جان کر بلا تاویل ان کا انکار کیا تو یہ استخفاف بالدین ہے۔استخفاف بالدین کے سبب متکلمین کے نزدیک بھی حکم کفر نافذ ہوتا ہے، جب کہ یہ انکار قطعی بالمعنی الاخص ہو،یعنی تاویل بعید کی بھی گنجائش نہ ہو۔

اس وقت ضروریات اہل سنت کے انکار کے سبب تکفیر کلامی نہیں ہوتی ہے، بلکہ استخفاف بالدین کے سبب تکفیر ہوتی ہے، جیسے حدیث موضوع کو حدیث نبوی اعتقاد کر کے انکار کیا جائے تو تنقیص نبوی کے سبب منکر کی تکفیر کلامی ہوگی، ورنہ حدیث موضوع کا حکم یہی ہے کہ اس کی موضوعیت کا علم ہونے کے بعد اس کا انکار کیا جائے۔

امام غزالی نے رقم فرمایا:(**وَمِنَ النَّاس مَنْ يُبادرإلى التَّاويل بِغلبة الظنون من غير برهان قاطع–وَلا ينبغى اَنْ يُبَادَرَ اَيْضًا اِلٰى تكفيره فى كل مقام–بل ينظر فيه–فَاِنْ كَانَ تاويله فى امرٍلا يَتَعَلَّقُ بِاُصُوْلِ الْعَقَائِدِ وَمُهِمَّاتِ الدِّيْنِ فَلا يُكَفَّرُ**)(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ:ص53)

ترجمہ:بعض لوگ بغیر دلیل قطعی کے محض غلبہ ظن کے سبب تاویل میں جلد بازی کرتے ہیں،اور ہر جگہ ایسے شخص کی تکفیر میں جلد بازی بھی مناسب نہیں، بلکہ اس مقام میں غور کیا جائے،پس اگر اس کی تاویل کسی ایسے امر کے بارے میں ہو جس کا تعلق اصول عقائد اور دین کے اہم مسائل(ضروریات دین)سے نہ ہو تو اس کی تکفیر نہ کی جائے۔

منقولہ بالا عبارت میں اصول دین سے ضروریات دین مراد ہیں۔تاویل کے ذریعہ غیر ضروریات کا انکار ہو تو کفر نہیں، اور ضروریات دین کا انکار تاویل کے ذریعہ ہو، یا بلا تاویل انکار ہو، دونوں صورتوں میں منکر کافر کلامی ہے۔ضروریات دین میں جانب مخالف کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا ہے۔اگر احتمال ظاہر ہو تو وہ احتمال باطل ہے۔اس کا کوئی اعتبار نہیں،

پس احتمال باطل کے سبب ضروری دینی کا انکار کفر ہے، جیسے بلا تاویل اس کا انکار کفر ہے۔

نماز سے متعلق ایک فتویٰ

زیر تبصرہ فتویٰ میں فتاویٰ رضویہ سے درج ذیل استفتا وفتویٰ نقل کیا گیا ہے۔

مسئلہ ۲۵۵: مرسلہ سخاوت خاں نابینا

مسجد ندی قصبہ مہد پور ریاست اندور ملک مالوہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ:

کوئی شخص سنت وجماعت میں سے نماز سے انکار کرے اور اس سے کہا جائے کہ نماز سے انکار کرنا کفر ہے اس کے جواب میں وہ کہے کہ میں کافر ہی سہی، ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب: نماز سے انکار یہ بھی ہے کہ وہ کہے میں نہیں پڑھتا، یا نہیں پڑھوں گا، اس قدر سے کافر نہ ہوگا جب تک نماز کی فرضیت سے انکار یا اس کا استخفاف نہ کرے۔ اگر شخص مذکور کا انکار اس حد کا نہ تھا تو جس نے اس کے انکار پر حکم کفر لگایا، خاطی ہوا، اور اسی کی زیادتی اس شخص کو ایسے کلمہ مردودہ کی طرف لے گئی۔ بہر حال اپنے آپ کو یہ کہنا کہ کافر ہی سہی، اس کا ظاہر معاذ اللہ قبول کفر ہے، اور قبول کفر یقیناً کفر ہے، مگر اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ تمہارے نزدیک کافر ہی سہی، لہٰذا حکم تکفیر نہ کیا جائے گا۔ البتہ تجدید اسلام وتجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا: واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص624 - جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا فتویٰ میں قائل کے کلام میں عدم کفر کا احتمال بعید تھا، لہٰذا تکفیر کلامی سے وہ محفوظ رہا۔ یہاں نماز کا بدیہی انکار نہیں پایا گیا۔ چوں کہ اس کلام کا ظاہری مفہوم قبول کفر ہے، لہٰذا اس کلام میں کفر فقہی پایا گیا، اسی لیے تجدید اسلام وتجدید نکاح کا حکم دیا گیا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

باب دوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

ایک قصہ کا عجیب وغریب قصہ

اس باب میں خانقاہ رشیدیہ (جون پور) کے موجودہ سجادہ نشیں کی جانب منسوب ایک قصہ پر تبصرہ ہے۔ مجھے قصہ کی نسبت کا یقینی علم نہیں۔ محض قصہ منسوبہ پر تبصرہ مقصود ہے۔

برصغیر میں کم ازکم پچاس کروڑ سنی مسلمان ہوں گے۔ اگر بعض اہل علم کی لغزشوں کے سبب ان میں سے چند لوگ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور ہم منہ تکتے رہیں تو یہ نا قابل تلافی جرم ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اقوال باطلہ کی تردید کریں گے۔ کسی کی شخصیت پر تنقید نہیں ہوگی۔ اگر کسی جملہ سے شخصی تنقید ظاہر ہو تو اطلاع دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ تصحیح کر دی جائے گی۔

قطعی مسائل میں تفردات قبول نہیں

باب اعتقادیات وباب فقہیات کے قطعی مسائل میں تفردات قبول نہیں۔ جب قطعی مسائل میں اجتہاد کی اجازت نہیں تو تفردات کیسے قبول کیے جا سکتے ہیں۔ اصحاب تفردات کے نظریات جدیدہ پر دلیل مطلوب نہیں۔ دلیل سب کے پاس ہے۔ وہ نفوس عالیہ اپنے ہم منصب اکابر علمائے اہل سنت وجماعت کی تصدیق وتائید پیش فرمائیں۔ اگر وہی سواد اعظم کا عقیدہ ہے تو علمائے حق ضرور اس کی تائید کریں گے، ورنہ یقیناً انکار ہوگا۔

سواد اعظم بفضل الٰہی ضلالت وگمرہی میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔ ظہور حق کے بعد اصحاب تفردات بھی اپنے موقف سے رجوع فرما کر دربار الٰہی میں ایمان کی سلامتی کے ساتھ حاضر ہوں۔ ہم کسی کی زندگی میں ہی گزارش کر سکتے ہیں، بلکہ حتی المقدور کوشش کریں گے۔ یہ ان کے حق میں بھی خیر خواہی ہے اور امت مسلمہ کے حق میں بھی خیر خواہی۔

تفردات کا معاملہ حل ہوجائے تو امت مسلمہ بھی مطمئن ہوجائے اور اصحاب تفردات بھی ایمان کی سلامتی کے ساتھ رخصت ہوں۔بعد وفات قبر کے پاس بیٹھ کر آنسو بہانے سے کچھ فائدہ نہیں۔اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز دربار الٰہی سے مقرر فرمودہ مجدد اسلام اور دربار مصطفوی سے تائید یافتہ عالم اہل سنت ہیں۔ان کی تعلیمات کے خلاف کچھ بھی قبول نہیں۔وہ فضل الٰہی اور عطائے مصطفوی سے عظیم و بے نظیر متکلم اسلام ہیں۔ان کے اقوال وفتاویٰ شرعی اصول وقوانین کے مطابق ہیں۔

قصہ کا جواب بقلم امام اہل سنت

جو عجیب وغریب قصہ موضوع بحث ہے۔اس کا جواب امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اپنی حیات مبارکہ میں رقم فرما چکے ہیں۔اسی قسم کا سوال ایک فریبی شخص نے کیا تھا۔

قصہ میں تین امور کا بیان ہے۔ان تینوں کے جواب امام اہل سنت رقم فرما چکے ہیں۔

(1) قصہ کو پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاویل کے ذریعہ اشخاص اربعہ کی تکفیر کا انکار ممکن ہے۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مذکورہ فتویٰ میں رقم فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے کفریہ کلمات کفری معنی میں متعین ہیں،لہٰذا تاویل یا شبہہ کے سبب ان لوگوں کی تکفیر کا انکار ہرگز درست نہیں۔منکر پر''من شک:الخ'' کا حکم نافذ ہوگا۔

(2) قصہ میں بتایا گیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کو اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں شک اور تامل تھا۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا ہے کہ دہلوی کی عبارتیں کفری معنی میں متعین نہیں،لہٰذا دہلوی کی تکفیر کلامی کی صورت نہیں۔اس کی تکفیر فقہی ہوگی۔امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کو اس مسئلہ میں شک یا تامل نہیں۔یہ غلط الزام ہے۔

(3) قصہ میں''من شک'' کی تشریح کی گئی ہے۔وہ تشریح مکفر کے حق میں صحیح ہے۔اگر مصدق پر اس کو منطبق کیا جائے اور مراد ہو کہ مصدقین کو شبہہ ہو تو وہ تکفیر کا انکار کرسکتا ہے

تو یہ غلط ہے۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز''تمہید ایمان'' کے اخیر میں فرما چکے کہ انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور مذکورہ فتویٰ میں بھی ہے کہ تاویل یا شبہہ کے سبب انکار کی راہ نہیں۔

پس منظر اور امام اہل سنت کا فتویٰ

امام اہل سنت کے عہد مسعود میں ایک فریبی شخص نے سوال کیا تھا کہ آپ اسماعیل دہلوی کے کلمات کو کفریہ بتاتے ہیں، لیکن اس کی تکفیر نہیں کرتے تو آپ کا حکم کیا ہوگا؟

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا:

''یہ شبہہ واضطراب آپ کا اپنا نہیں، کبرائے مکلبین کو آڑے آیا، اور انہوں نے براہ مکر یہ سمجھ کر کہ وہ جس کے حافظ اللہ ورسول ہیں، جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، معاذ اللہ ان کے دھوکے میں آجائے گا۔غیر جگہ سے مجہول شخص کے نام سے ایک فریبی سوال گڑھ کر بھیجا اور جواب پالیا، جسے چھ برس ہونے آئے۔اس کے جواب متعدد ہیں۔یہاں اسی فتوے کی نقل کافی۔اسے غور سے سمجھئے، اور خود سمجھ میں نہ آئے تو اپنے سمجھانے والوں سے سمجھ لیجئے۔وہ بھی نہ سمجھیں تو تھانوی صاحب سے سمجھئے، اور الٹی سمجھ نا نہ سمجھنے سے بدتر ہے۔وہ بھی نہ سمجھیں تو اپنا اقرار عجز لکھیں۔سمجھا دیا جائے گا: وباللہ التوفیق

فتویٰ یہ ہے:منقول از جلد یازدہم: فتاویٰ کلامیہ:صفحہ۸۲۷

مسئلہ:از سکندرآباد ضلع بلند شہر بازار مادھوداس

مرسلہ:نور محمد:۲۳:ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین:

مسئلہ ذیل میں جواب دے کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔ایک شخص حفظ الایمان وبراہین قاطعہ کی نسبت یہ تو کہتا ہے کہ بے شک اس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین اور گالی ہے، مگر پھر بھی تکفیر نہیں کرتا اور یہ کہتا ہے کہ ان کے مؤلف کی تکفیر کو

پسند نہیں کرتا۔قابل گزارش یہ امر ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کوبھی کافر نہ کہا جائے تو کون کافر ہوگا،اوراس کافر کے کافر کہنے میں جوتأمل کرے گا، وہ خود کافر نہ ہوگا تو کس کافر کے کافر کہنے میں تأمل کرنے والا کافر ہوگا: بینوا توجروا

الجواب:صریح مقابل کنایہ ہے۔اسے ظہور کافی ،نہ کہ احتمال کا نافی۔

محقق حیث اطلق نے فتح میں فرمایا:(**ما غلب استعماله فی معنی بحیث یتبادر حقیقة اومجازا صریح-فان لم یستعمل فی غیره فاولی بالصراحة**)

ہدایہ میں ارشادہوا:(**انت طالق لا یفتقر الی النیة-لانه صریح فیه لغلبة الاستعمال-ولو نوی الطلاق عن وثاق لم یدین فی القضاء لانه خلاف الظاهر-ویدین فیما بینه وبین اللّٰه تعالیٰ لانه نوی ما یحتمله**)

بہت فقہائے کرام کے نزدیک تکفیر میں بھی اسی قدر کافی ،ولہذا امثال اسماعیل دہلوی پر بحکم فقہائے کبار لزوم کفر میں شک نہیں جس کی تفصیل کوکبہ شہابیہ سے روشن۔

اورتحقیق اشتراط مفسر ہے۔یہی مسلک متکلمین اوریہی مختار و معتبر ہے۔

شخص مذکور کا قول مزبور اگر کسی ایسے کلام کی نسبت ہوتا کہ قسم اول سے تھا تو مشرب متکلمین پر محمول ہوتا، بشرطے کہ وہ ان جاہلان بے خرد کی طرح نہ ہوتا جن کو متبین ومتعین میں تمیز نہیں،مگر بدقسمتی سے اس کا قول براہین قاطعہ لما امراللہ بہ ان یوصل وحفظ الایمان کے اقوال بدتر از ابوال کی نسبت ہے جو یقیناً قسم دوم سے ہیں،جن کی نسبت علمائے کرام مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ حکم فرما چکے کہ:''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر''جوان کے کفرواستحقاق عذاب میں شک کرے، وہ خود کافر ہے،لہٰذا نہ اس کے کفر میں کوئی شبہہ حائل، نہ کسی ابلیس کی تلبیس چلنے کے قابل''۔(الموت الاحمر:ص10-9-جامعۃ الرضابریلی شریف)

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے منقولہ بالا فتویٰ کی توضیح وتشریح ''الموت الاحمر''(بحث ثالث)میں رقم فرمادی ہے۔خلاصہ یہ کہ جب کلام کفری معنی میں مفسر اورمتعین

ہو،تب تکفیر کلامی ہوگی۔اگر کلام کفری معنی میں متبین ہوتو تکفیر فقہی ہوگی،تکفیر کلامی نہیں ہوگی۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے دہلوی کو الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ میں کافر فقہی تسلیم فرمایا ہے۔جب دہلوی کافر کلامی نہیں تو اسے کافر کلامی ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

قصہ کا جواب منقولہ بالافتویٰ میں ہے اور قصہ مندرجہ ذیل ہے۔

داستان بے نشان

فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی عبید الرحمٰن صاحب رشیدی دام ظلہ العالی کی طرف ایک قول منسوب ہے۔مجھے ممدوح گرامی کی کوئی تحریر دستیاب نہیں ہوئی۔محض اس قصے پر تبصرہ ہو گا۔قصے کی نسبت کا مجھے بالکل علم نہیں۔اگر یہ قصہ ان کا ہی ہے تو وہ بھی غور وفکر کریں۔

بعض بجنوری ناقلین نے لکھا کہ حضرت مفتی عبید الرحمٰن رشیدی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی،اور''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا استعمال فرمایا۔اسی طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے علمائے دیوبند کی تکفیر کی اور''من شک'' کا استعمال فرمایا۔اب علمائے دیوبند کے کفر میں جو تاویل کرتا ہے،اسے''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا حوالہ دے کر فوراً کافر بنانے کی کوشش ہوتی ہے۔جب کہ خود اعلیٰ حضرت،اسماعیل دہلوی کے کفر میں شک اور تامل کرتے ہیں۔

اس ضابطے کے عموم کو اگر بلا قید وشرط مان لیا جائے تو علامہ فضل حق خیر آبادی کے فتویٰ کی روشنی میں اعلیٰ حضرت خود بھی''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کی زد میں آتے ہیں،بلکہ اپنے فتویٰ کی زد میں بھی آتے ہیں،کیوں کہ جن ایام میں وہ علمائے دیوبند کے کفر کی تحقیق کر رہے تھے تو تحقیق حق سے قبل علمائے دیوبند کے کفر کے حوالے سے خود بھی وہ شک میں تھے۔حسام الحرمین کے''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کے عموم مطلق کے خلاف یہ بہت مضبوط شبہہ ہے،جسے سب سے پہلے میں نے ہی پیش کیا تھا۔

جس کا قصہ کچھ یوں ہے:

میں ابھی نو فارغ تھا۔ جامعہ جامعہ حمیدیہ بنارس میں مدرس تھا۔ چوری چورا اکسپریس سے گورکھپور سے بنارس کے لیے آ رہا تھا۔ اتفاق سے اسی ٹرین میں علامہ مشتاق احمد نظامی بھی بیٹھے تھے جو الٰہ باد جا رہے تھے۔ میں نے ان کے سامنے مذکورہ شبہہ رکھا۔ وہ سوچ میں پڑ گئے۔ کہنے لگے: مولانا آپ کا یہ سوال بہت اہم ہے۔ آپ ایسا کریں، الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد پڑنے والا ہے۔ وہاں تمام اکابر علمائے اہل سنت تشریف لا رہے ہیں۔ میں بھی حاضر ہوں گا۔ آپ وہاں تشریف لائیے، اور وہیں اکابر کے سامنے اپنا سوال رکھیے۔

1972 میں سنگ بنیاد کے موقع پر میں حاضر ہوا۔ بہت سے اکابر علما جلوہ افروز تھے۔ میں خدمت میں تھا۔ موقع پاتے ہی میں نے اپنا سوال رکھ دیا۔ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ جب خاموشی ذرا طویل ہوئی تو فوراً علامہ ارشد القادری گویا ہوئے۔

ارے مولانا! آپ کا سوال بہت سنجیدہ اور علمی ہے اور ابھی علمائے کرام ایک دوسرے مقصد کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اس بیچ آپ نے یہ بحث چھیڑ دی۔

آپ ایسا کریں کہ آپ کا جو بھی سوال ہو، اسے قلم بند کر دیں اور نیچے اپنا نام پتہ لکھ کر حضرات مشائخ کے سپرد کر دیں۔ یہ حضرات جب واپس اپنے ٹھکانوں پر جائیں گے تو وہاں اطمینان سے آپ کے سوال کا جواب لکھ کر آپ کو بھیج دیں گے۔

میں نے اپنا سوال مرتب کیا۔ کاربن کی مدد سے اس کی کئی کاپیاں تیار کیں، اور تمام علمائے کرام کے حوالے کر دیا۔ دو سال بعد مجھے اشرف العلما نے بنارس سے دار العلوم محمدیہ ممبئی بلا لیا۔ میرے بارے میں انہی دنوں اس قسم کی چہ می گوئیاں شروع ہو گئی تھیں کہ مفتی صاحب رضوی نہیں ہیں، رشیدی ہیں، اس لیے اعلیٰ حضرت سے وہ عقیدت نہیں رکھتے، جو رکھنی چاہئے، بلکہ گاہے بگاہے اعلیٰ حضرت کی تحریروں پر سوالات بھی اٹھاتے رہتے ہیں۔ ان سب باتوں کی وجہ سے ایک طبقہ دار العلوم محمدیہ میں میری تقرری پر چیں بہ جبیں تھا۔

اشرف العلما نے ایسے لوگوں کی زبان بندی کے لیے سہ ماہی امتحان رکھا، اور ممتحن کے طور پر سید العلما اور مجاہد ملت کو بلوایا۔ ان حضرات کے حوالے بیش تر انہی کتابوں کا امتحان رکھا جن کو میں پڑھاتا تھا۔ یہ حضرات، طلبہ کی علمی استعداد اور ان کے جوابات سے بہت خوش ہوئے۔ اس کا بالواسطہ کریڈٹ مجھے بھی ملا۔

مجاہد ملت جب رخصت ہو رہے تھے۔ اچانک ان کی نظر میرے اوپر ٹک گئی۔

مولانا! اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر سوالات آپ نے ہی پیش کیے تھے؟

جی حضور!

اچھا! کسی کا جواب آیا؟

حضور! اب تک کسی کا کوئی جواب نہیں آیا۔

اچھا! آپ ایسا کریں کہ شام میں میری قیام گاہ پر تشریف لائیں۔

مجاہد ملت نے یہ کہا اور روانہ ہو گئے۔ شام کے وقت میں مجاہد ملت کی قیام گاہ پر پہنچا۔

مجاہد ملت نے تخلیہ فرمایا۔ اس کے بعد استفسار کیا:

مولانا! اب تک آپ کے پاس کسی کا کوئی جواب نہیں آیا، لیکن چوں کہ سوال پر مسؤل غور کرے، یا نہ کرے، سائل تو خود مسلسل غور کرتا رہتا ہے تو اس طویل مدت میں آپ نے بھی تو کچھ غور کیا ہوگا؟

جی حضور! میں نے غور کیا ہے اس پر۔

کیا جواب سمجھ میں آیا؟

حضور! ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کے معنی یہ ہیں کہ اطلاع شرعی کے بعد اگر کوئی شک کرے تو یقیناً وہ کافر ہے، اور اطلاع شرعی کے معنی یہ ہیں کہ یہ عبارتیں اس تک صحیح طریقے سے پہنچی ہوں، اور اس کے بعد ان سے اس کے اوپر کفر واضح بھی ہوا ہو۔

مجاہد ملت یہ جواب سن کر کھل اٹھے، اور فرط مسرت میں مجھے گلے لگا لیا۔

فرمایا: مولانا یہی جواب ہے۔ (قصہ تمام ہوا)

قصہ مذکورہ پر تبصرہ اور جوابات

کسی اعتبار سے محسوس نہیں ہوتا کہ یہ قصہ ایک عالم اہل سنت کا ہے۔ ناقلین کچھ بھی نقل کر کے اپنے مقصد باطل کو ثابت کرتے ہیں۔ خلیل بجنوری نے اپنی کتاب: انکشاف حق میں اس طرح کے متعدد قصوں کو بیان کیا ہے۔ بعض اکابر علمائے اہل سنت پر اشخاص اربعہ کی تکفیر کے انکار کا بھی جھوٹا الزام عائد کیا ہے۔ مذکورہ قصے پر تبصرہ مندرجہ ذیل ہے۔

''من شک'' کی تشریح میں منسوب الیہ نے کہا:

''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کے معنی یہ ہیں کہ اطلاع شرعی کے بعد اگر کوئی شک کرے تو یقیناً وہ کافر ہے، اور اطلاع شرعی کے معنی یہ ہیں کہ یہ عبارتیں اس تک صحیح طریقے سے پہنچی ہوں، اور اس کے بعد ان سے اس کے اوپر کفر واضح بھی ہوا ہو''۔

مذکورہ بالا جواب صرف مکفر پر منطبق ہوتا ہے۔ مصدقین پر منطبق نہیں ہوتا ہے۔
ملزم کی عبارت مکفر تک صحیح طور پر پہنچنا چاہئے، اور اس کے لیے کفر واضح ہونا چاہئے۔
مصدقین تک ملزم کی کفری عبارت پہنچنا لازم نہیں، بلکہ سبب کفر معلوم ہونا ضروری ہے، یعنی اس کا کفری عقیدہ معلوم ہونا ضروری ہے۔ تکفیر وتصدیق کے شرائط جداگانہ ہیں۔

اگر کفر کلامی کا فتویٰ صحیح ہے تو مصدقین پر کفر واضح نہ ہو، بلکہ انہیں کوئی شبہ ہو تو شبہ دور کرنے کا حکم ہوگا۔ ملزم پر نافذ کردہ حکم کفر کا انکار صحیح نہیں۔ باب اول بحث سوم وچہارم میں تفصیل مرقوم ہے۔ شبہ یا تاویل باطل کے سبب کافر کلامی کو مومن ماننا کفر ہے۔

خلیل بجنوری کو بھی کچھ شبہ تھا۔ اس کے لیے بھی فرقہ دیوبندیہ کے اشخاص اربعہ کا کفر واضح نہ ہو سکا، پس وہ اشخاص اربعہ کے کفر میں سکوت کرنے لگا، لہٰذا بجنوری کی تکفیر کلامی کی گئی۔ ایک سو اسی اکابر اہل سنت نے اس کے فتویٰ تکفیر پر دستخط فرمایا۔ اس کے بعد بجنوری

نے اپنے رسالہ:''انکشاف حق''میں اپنے شبہات اور باطل تاویلات رقم کی،لیکن اس پرحکم کفر باقی رہا۔کسی نے یہ نہیں کہا کہ بجنوری کے لیے کفر واضح نہیں،لہٰذا وہ کافر نہیں ہے۔

(1) کفر کلامی کا انکار تاویل کے ذریعہ ہو، یا بلا تاویل، دونوں صورتوں میں کفر کلامی کا انکار کفر ہے۔اگر تاویل کے ذریعہ انکار کرنے پر حکم کفر عائد نہ ہوتو اشخاص اربعہ اپنی نظر میں کافر نہیں ہوں گے، کیوں کہ وہ لوگ تاویل کے ذریعہ اپنے کفر کا انکار کرتے ہیں۔اسی طرح دیگر دیابنہ بھی کافر نہ ہوں، کیوں کہ وہ لوگ تاویل کے ذریعہ اشخاص اربعہ کے کفر کا انکار کرتے ہیں۔اسی طرح عہد حاضر کے روافض مجتہدین اوران کے متبعین روافض بھی کافر نہ ہوں۔ہر مرتد فرقہ تاویل باطل کے ذریعہ اپنے کفر کا انکار کرتا ہے،پس کوئی بھی کافر نہ ہو۔

مذکورہ بالا قول کسی عالم اہل سنت کا نہیں ہوسکتا۔اگر کسی عالم نے ایسا کہا ہے تو وہ اپنے ہم رتبہ علمائے کرام کی تائیدوتصدیق پیش کریں۔خلیل بجنوری کا بھی یہی نظریہ تھا۔اسی ارتدادی نظریہ کے سبب وہ اشخاص اربعہ کی تکفیر سے توقف کرنے لگا۔انجام کار علمائے اہل سنت وجماعت نے اسے کافر قرار دیا۔ان شاء اللہ تعالیٰ تفردات باطلہ کے سبب ہم قوم کو ضلالت وگمرہی میں مبتلا ہونے نہیں دیں گے،مگر جس کی تقدیر میں ضلالت مقدر ہو۔

کفر کلامی،کفر قطعی اجماعی ہے۔اس میں اجتہاد جاری نہیں ہوگا۔تاویل کے ذریعہ بھی کسی امر قطعی کا انکار کفر ہے۔بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جس طرح فقہیات میں مقیس علیہ کا حکم قطعی بھی ہو تو مقیس کا حکم ظنی ہوتا ہے،اسی طرح باب اعتقادیات کے مسائل ہیں۔

باب اعتقادیات میں قیاس جاری ہی نہیں ہوتا۔دلائل کی روشنی میں یہ تعین کیا جاتا ہے کہ ملزم پر حکم عائد ہوگا یا نہیں؟ مثلاً زید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک نہیں، دو ہے۔اب یہ دیکھا جائے گا کہ زید کا قول،ارشاد الٰہی (قل هو الله احد) کے صریح مخالف ہے یا نہیں؟

یہ مخالفت قطعی بالمعنی الاخص ہے یا قطعی بالمعنی الاعم؟ اگر مخالفت قطعی بالمعنی الاخص ہے تو زید کافر کلامی ہے۔یہ قیاس واجتہاد نہیں، بلکہ دلائل کی روشنی میں حکم کا تعین ہے۔

تاویل باطل کے ذریعہ کفر کا انکار بھی کفر ہے۔تاویلات باطلہ کے غیر مقبول ہونے کا تفصیلی ذکر ''تمہید ایمان'' میں مرقوم ہے۔ایک قانون مندرجہ ذیل ہے۔

امام ابن نجیم مصری حنفی نے رقم فرمایا:(وَمَن حَسَّنَ کَلَامَ اَہلِ الاَہوَاءِ اَو قَالَ مَعنَوِیٌّ اَو کَلَامٌ لَہٗ مَعنًی صَحِیحٌ-اِن کَانَ ذٰلِکَ کُفرًا مِنَ القَائِلِ کَفَرَ المُحَسِّنُ)(البحر الرائق:جلد پنجم:ص209)

ترجمہ:جو بدمذہبوں کے کلام کو اچھا جانے،یا کہے کہ با معنی ہے،یا یہ کلام کوئی صحیح معنی رکھتا ہے۔اگر وہ اس قائل کا کلمہ کفر تھا تو یہ اچھا بتانے والا کافر ہو گیا۔

اہل بدعت کا وہ کلام جس پر کفر کا حکم عائد ہو،ایسے کلام کو جو اچھا بتائے،وہ بھی کافر ہے۔اسی طرح جو کہے کہ وہ معنوی کلام ہے،یعنی اس کلام کا ظاہری معنی مراد نہیں،بلکہ خاص معانی مراد ہیں جیسے اشخاص اربعہ کے کلام کو بھی بعض لوگ اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے کلام کی طرح معنوی کلام قرار دے کر ان کی عبارتوں کو کفریہ نہیں مانتے،پس یہ بھی کفر ہے،یا کہے کہ اس کلام کا کوئی صحیح معنی ہے تو یہ شخص بھی کافر ہے۔تاویل کے ذریعہ حکم کفر کا انکار کرنے والا بھی کافر ہے۔

(2)حضرت علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں ''من شک'' کا استعمال فرمایا تھا۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی زندگی ہی میں اس قسم کا اعتراض ہوا۔حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات مبارکہ ہی میں ان سوالوں کے تفصیلی جوابات ''الموت الاحمر'' میں رقم فرما دیئے،پھر سوال ہونے پر اکابر علمائے کرام ایک دوسرے کا منہ کیسے تکنے لگے؟

الموت الاحمر کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ متکلمین کافر فقہی کو کافر نہیں کہتے۔ہاں،فقہائے کرام کی اصطلاح کے اعتبار سے اسے کافر فقہی مانتے ہیں۔اسماعیل دہلوی کافر فقہی ہے،کافر کلامی نہیں،اسی لیے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اس کی تکفیر کلامی نہیں فرماتے۔

(3)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اپنے فتاویٰ ورسائل میں اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی سے متعلق مفصل بحث رقم فرمائی ہے۔الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ میں دہلوی کی تکفیر فقہی کی بحث ہے۔تمہید ایمان میں تکفیر دہلوی اور تکفیر اشخاص اربعہ کا فرق بیان کیا گیا ہے، پھر سوال ہونے پر اکابر علمائے کرام ایک دوسرے کا منہ کیسے دیکھنے لگے؟

(4)اشرفیہ کے سنگ بنیاد میں خود حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز جلوہ افروز تھے۔آپ ہی ''الموت الاحمر'' کے مصنف ہیں۔آپ اس عہد میں تاجدار اہل سنت اور مرجع قوم تھے۔ایسا اہم شبہہ ان کی خدمت میں پیش کیوں نہیں کیا گیا؟ جب خود علامہ رشیدی صاحب اس اجلاس میں حاضر تھے تو خود انہوں نے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز سے سوال کیوں نہیں کیا؟

جن اکابر کا ذکر ہے، کیا اس مجمع میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز جلوہ افروز نہیں تھے۔جب سوال نامہ تحریر کیا گیا تھا تو کم از کم تحریری سوال نامہ پیش کرنا تھا۔

(5)دوسال تک اکابر علمائے اہل سنت وجماعت نے کوئی جواب نہیں دیا۔قابل تعجب ہے۔کسی نو پید مسئلہ میں تاخیر ہو تو ایسا ممکن ہے۔تکفیر ہلوی پر اعتراض وجواب کا سلسلہ حسام الحرمین کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔دیوبندیوں نے پہلے ''المہند'' لکھ کر امت مسلمہ کو فریب دینے کی کوشش کی۔کامیابی نہ ملی تو ان لوگوں نے تکفیر دہلوی پر اعتراض اٹھایا، پھر وصایا شریف اور ''الملفوظ'' پر سوالات کیا۔اس کے بعد خلیل بجنوری میدان میں آیا۔آج کل خلیل بجنوری کے متبعین میدان میں تڑپ رہے ہیں۔سواد اعظم بفضل الٰہی ضلالت وگمرہی میں مبتلا نہیں ہوتا۔

فرقہ بجنوریہ نے شروع میں یہ سمجھا کہ جامعہ اشرفیہ (مبارک پور) ان کے آستانے پر جا بیٹھے گا۔یہ نہ ہو سکا تو خانقاہ اشرفیہ (کچھوچھہ مقدسہ) سے قربت بڑھائی۔وہاں بھی کامیابی نہ ملی تو قصوں کو دلیل بنا کر پیش کرنے لگے۔ان قصوں کی حقیقت مجھے معلوم نہیں۔

(6)حضور مجاہد ملت، حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی وحضرت علامہ ارشد القادری علیہم الرحمۃ والرضوان اہل سنت وجماعت کے عظیم مناظر اور علم وفضل کے سمندر تھے۔

یہ عقلاً بعید تر ہے کہ ان عظیم مناظرین اسلام کو الکوکبۃ الشہابیہ، سل السیوف الہندیہ، تمہید ایمان، الموت الاحمر وغیرہ کی خبر ہی نہ ہو۔ مناظروں میں تکفیر دہلوی کی بحث آتی تھی۔ سوالوں کے جواب دیئے جاتے تھے۔ کیا یہ عظیم مناظرین اسلام بالکل بے خبر تھے۔

شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں رضوی قدس سرہ العزیز نے یکم ربیع الاول 1359 مطابق 10: اپریل 1940 کو موراواں ضلع اناؤ (یوپی) میں نور محمد ٹانڈوی سے مناظرہ فرمایا۔ اس میں اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی بھی موضوع بحث تھی۔ اس مناظرہ کی روداد بنام: ''مبلغ وہابیہ کا گریز'' مطبوع ومشہور ہے۔ اسی رسالہ میں صفحہ 258-257 میں اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی نہ کرنے پر ٹانڈوی کے اعتراض کا جواب مرقوم ہے۔ 32: سال بعد 1972 میں سوال ہو رہا ہے اور اعاظم مناظرین خاموش ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

(7)مناظروں میں دیابنہ کی کفریہ عبارتوں کی بحث آتی۔ دیوبندی مناظرین ان کفریہ عبارتوں کی تاویل کرتے۔ جب تاویل کرنے والوں پر حکم عائد ہی نہیں ہوتا تو پھر ان دیوبندی مناظرین کو کافر نہیں سمجھنا چاہئے، حالاں کہ تمام علمائے اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے کہ جو شخص عناصر اربعہ کے کفریہ عقائد اور ان لوگوں پر نافذ کردہ حکم کفر پر یقینی طور پر مطلع ہیں، اس اطلاع کے باوجود وہ ان لوگوں کو مومن مانتا ہے تو وہ کافر ہے۔

(8)حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کافر فقہی یعنی خلق قرآن کے قائلین، معتزلہ، کرامیہ اور جہمیہ کے لیے ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا استعمال لفظ ''وعذابہ'' کے حذف کے ساتھ وارد ہوا۔ عہد ماضی کے کافر فقہی تبرائی روافض کے لیے بھی مذکورہ اصول کا استعمال لفظ ''وعذابہ'' کے حذف کے ساتھ ہوا۔

(من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر) میں لفظ ''وعذابہ'' سے مجرم کے دائمی معذب

ہونے کا ذکر ہے، کیوں کہ کافر کلامی بھی کافر اصلی کی طرح دائمی معذب ہے۔

کافر فقہی دائمی معذب نہیں، لہٰذا حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب خلق قرآن کے قائلین کے لیے اس اصول کا استعمال ہوا تو اس کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہیں، یعنی (من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر) کا استعمال نہیں ہوا، بلکہ (من شک فی کفرہ فقد کفر) کہا گیا۔قرآن عظیم کو غیر مخلوق ماننا ضروریات اہل سنت سے ہے۔اس کا منکر کافر فقہی ہے۔خلق قرآن کے عقیدہ کے سبب معتزلہ،جہمیہ وکرامیہ کافر فقہی ہیں۔

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے بھی اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی میں''وعذابہ'' کا لفظ استعمال نہیں فرمایا ہے، کیوں کہ یہ لفظ تکفیر کلامی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کافر کلامی دائمی معذب ہے جو اس کے دائمی معذب ہونے میں شک کرے، وہ بھی اسی کی طرح دائمی معذب ہے۔کافر فقہی دائمی معذب نہیں ہوتا، اس لیے کافر فقہی کے لیے''وعذابہ'' کا لفظ حذف کر کے اس اصول کا استعمال وارد ہے۔

اسماعیل دہلوی بھی کافر فقہی ہے، لہٰذا حضرت علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز نے دہلوی کی تکفیر میں اس کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہیں کیا۔اہل علم کے لیے یہ واضح دلیل ہے کہ تحقیق الفتویٰ میں اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی کی گئی ہے۔

حضرت علامہ خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتویٰ کا وہ حصہ منقولہ ذیل ہے۔

''وجواب سوال سوم ایں است کہ:

قائل ایں کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بے دین است۔ ہرگز مومن ومسلمان نیست، وحکم اُو شرعاً قتل وتکفیر است، وہر کہ در کفر اُو شک آرد، یا تردد دارد، یا ایں استخفاف را سہل انگارد، کافر و بے دین ونامسلمان ولعین است''۔

(تحقیق الفتویٰ قلمی نسخہ: سیف الجبار: ص88-مطبوعہ کانپور)

ترجمہ: تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بے ہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت

کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے، یا تردد لائے، یا اس بے ادبی کو معمولی جانے، کافر و بے دین اور نا مسلمان وملعون ہے۔

دہلوی کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہ کرنا واضح قرینہ ہے کہ یہ تکفیر فقہی ہے۔

دہلوی کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہ کرنا واضح قرینہ ہے کہ یہ تکفیر فقہی ہے۔ اسی طرح اس کے اعمال کے برباد ہونے کا ذکر بھی نہیں، بیوی کے بائنہ ہونے کا ذکر نہیں۔ تکفیر کلامی کے احکام خاصہ کا بیان نہیں۔ قتل کا حکم اہل بدعت کے لیے بھی دیا جاتا ہے۔

(9) صاحب قصہ کی جانب ''من شک'' کی مندرجہ ذیل تاویل منسوب ہے۔

''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کے معنی یہ ہیں کہ اطلاع شرعی کے بعد اگر کوئی شک کرے تو یقیناً وہ کافر ہے، اور اطلاع شرعی کے معنی یہ ہیں کہ یہ عبارتیں اس تک صحیح طریقے سے پہنچی ہوں، اور اس کے بعد ان سے اس کے اوپر کفر واضح بھی ہوا ہو''۔

قصہ کی نسبت کا علم مجھے نہیں۔ شرعی اصول وضوابط کی روشنی میں جواب درج ذیل ہے۔

قصہ مذکورہ اور شرعی اصول وقوانین

سوال نامہ مجھے دستیاب نہیں ہوسکا۔ اس کی روشنی میں مذکورہ تشریح پر صحیح تبصرہ ہوتا۔ اگر سائل نے صرف اتنا سوال کیا تھا کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز جب اشخاص اربعہ اور قادیانی کے مسئلہ تکفیر کی تحقیق فرما رہے تھے، اور ابھی آپ کی تحقیق مکمل نہیں ہوئی تھی، تب آپ پر ''من شک'' کا حکم وارد کیوں نہیں ہوگا؟

اگر یہی سوال تھا، اور اسی سوال کا جواب خود سائل نے دیا ہے تو بالکل صحیح جواب ہے کہ عہد تحقیق میں محقق پر ''من شک'' کا حکم وارد نہیں ہوگا، کیوں کہ ابھی احتمالات پر غور وفکر جاری ہے، اور ملزم کا حکم شرعی مکمل طور پر مفتی ومحقق کے لیے واضح نہیں ہوسکا ہے۔

جب محقق کوتواتر کے ساتھ یا سماع کے ذریعہ کفریہ کلام موصول ہو،اور ہر طرح سے غوروفکر کے بعدان کی نظر میں ملزم کا کافر ہونا بالکل واضح ہوجائے۔کوئی احتمال یاشبہہ باقی نہ رہےتو اب اگرمحقق اس ملزم کے کفر میں شک کرےتو خوداس پرحکم کفر عائد ہوگا۔

لیکن مذکورہ تاویل صرف مکفر کےحق میں درست ہے،دیگر مومنین کا یہ حکم نہیں۔

جب کفر کلامی کا فتویٰ صحیح ہوتو دیگر مومنین کوتصدیق کرنی ہے۔ہرایک کومستقل طور پرتکفیرنہیں کرنی ہے۔حکم شرعی کی تصدیق کاحکم عوام الناس کے لیےبھی ہے،لیکن عوام الناس کوتکفیر کی اجازت نہیں،بلکہ کسی بھی شرعی مسئلہ میں عوام مسلمین کوتحقیق کی اجازت نہیں۔

اگرمذکورہ بالاتشریح میں یہ مراد ہے کہ جملہ عوام مسلمین کے لیےتمام شبہات دور ہونا ضروری ہےتو یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔عوام اس کے مکلّف نہیں،جیسے تمام ضروریات دین میں عوام اس کے مکلّف نہیں۔توحیدورسالت،قیامت وحشر وغیرہ سے متعلق تمام شبہات اوران کے جوابات سے عوام کا واقف ہونا ضروری نہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر طبقہ کی ایک جماعت کے فقیہ ہونے کاحکم بیان فرمایا۔تمام افرادامت کوفقیہ وعالم ہونے کا حکم بیان نہیں فرمایا۔دیگر مومنین کواپنی ضرورت کے مطابق دین کےاحکام جاننالازم ہے۔

ارشادالٰہی ہے:(**وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفرمن كل فرقة طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون**)

(سورہ توبہ:آیت122)

ترجمہ:اور مسلمانوں سے یہ تو ہونہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہرگروہ میں سےایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرسنائیں،اس امید پرکہ وہ بچیں۔(کنزالایمان)

مکفرین اورمصدقین کاحکم جداگانہ ہے۔تکفیروتصدیق دوامر ہیں۔دونوں کے شرائط الگ ہیں۔تکفیر کے شرائط کوتصدیق پرمنطبق کرنے کی وجہ سے مشکل درپیش آئی ہے۔

مکفرین کا شرعی حکم

سوال: جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اشخاص اربعہ اور قادیانی وغیرہ کے حکم کی تحقیق فرمارہے تھے۔اس وقت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان لوگوں کے کفر میں شک تھا،یقین نہیں تھا،تب (من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر) کا حکم ان پر بھی عائد ہوگا،یا نہیں؟اگر''من شک'' کا حکم وارد نہ ہو تو یہ قاعدہ کلیہ اپنے عموم پر محمول نہیں؟

جواب اول: اگر مکفر کے لیے جہات ثلاثہ (تکلم،متکلم وتکلم) میں سے کسی جہت میں احتمال ظاہر ہو تو تحقیق کی مدت میں مفتی کو یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ ملزم عنداللہ جیسا ہے،ہمارے اعتقاد میں بھی ویسا ہی ہے۔یہ انکار نہیں ہے،بلکہ اجمالی ایمان ہے،لہٰذا مکفر پر''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا حکم نافذ نہیں ہوگا۔جب کسی ضروری دینی کا تفصیلی علم ہو جائے،تب تفصیلی ایمان کا حکم ہے۔جب تفصیلی علم ہی نہیں تو تفصیلی ایمان کا حکم بھی نہیں ہوگا۔جن امور کا تفصیلی علم ہو،ان کی تفصیلی تصدیق ضروری ہے،ورنہ اجمالی تصدیق کافی ہے۔کسی غیر مسلم نے اجمالی طور پر کہا کہ جو کچھ مذہب اسلام میں ہے،ہم نے سب پر ایمان لایا تو وہ مومن ہے۔(فتاویٰ افریقہ:ص143) گرچہ اس شخص کو ضروریات دین کا علم نہ ہو۔

جب کسی ضروری دینی کا تفصیلی علم ہونے پر اس کا انکار کر دے،تب حکم کفر وارد ہو گا۔کسی نومسلم کو تمام ضروریات دین کا تفصیلی علم نہیں ہوتا ہے،بلکہ مشہور ضروریات دین کا بھی علم نہیں ہوتا ہے،جب کہ قدیم الاسلام کو مشہور ضروریات دین کا علم ہوتا ہے۔نامعلوم ضروریات دین کی اجمالی تصدیق ہوتی ہے۔جب تفصیلی علم ہی نہیں تو تفصیلی تصدیق کیسے ہو سکتی ہے۔قدیم الاسلام عوام مسلمین کو بھی تمام ضروریات دین کا تفصیلی علم نہیں ہوتا ہے۔اہل علم کو مشہور ضروریات دین کے علم کے ساتھ یہ علم ہوتا ہے کہ دین کے قطعی بالمعنی الاخص امور ضروریات دین ہیں اور تمام مومنین نامعلوم ضروریات کی اجمالی تصدیق کرتے ہیں۔

جواب دوم: ملزم کا کفری قول موصول ہوگیا،لیکن تکلم کی نسبت یقینی نہیں ،یعنی احتمال فی التکلم ہے،تب ملزم کی مشروط تکفیر کرے گا کہ اگراس نے ایسا کہا ہے،تب کافر ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ۱۹۰۲ء میں قادیانی کی مشروط تکفیر فرمائی، اس وقت خبر واحد کے ذریعہ قادیانی کی کفری عبارتیں موصول ہوئی تھیں۔اگست ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ھ میں مولانا پیر عبدالغنی کشمیری امرتسری (م ۱۳۳۸ھ) نے مرزا کی عبارات متفرقہ لکھ کر بریلی شریف بھیجا۔امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان عبارات کے پیش نظر رسالہ:''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب''تحریر فرمایا،اورآپ نے لکھا کہ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہیں آیا۔اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں،اورآپ نے اس رسالہ میں لکھا کہ:

''اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ وہ یقیناً کافر،اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہوکر اسے کافر نہ کہے،وہ بھی کافر''۔

(السوء والعقاب: فتاویٰ رضویہ: جلد 15:ص 590- جامعہ نظامیہ لاہور)

یہ قادیانی کی مشروط تکفیر ہے کہ اگراس نے ایسا کہا ہے،تب وہ کافر ہے۔مشروط تکفیر کرنے کا سبب یہ تھا کہ آپ کو خبر واحد کے ذریعہ قادیانی کی کفریہ عبارتیں موصول ہوئی تھی۔ بعد میں اس کا تیقن حاصل کیا گیا اور قادیانی کی تکفیر کلامی جزمی کی گئی۔

آپ نے اس فتویٰ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں منگوائیں اور ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں ''المعتمد المستند''میں مرزا قادیانی کی بعض عبارات ذکر کرکے تکفیر فرمائی ۔ ۱۳۲۳ھ میں ''قہر الدیان علیٰ مرتد بقادیان''تحریر فرمایا۔۱۳۲۳ھ/۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں علمائے حرمین طیبین نے حسام الحرمین میں قادیانی کے کافر ہونے کی تصدیق فرمائی۔

جواب سوم: کافر کلامی کے کافر کلامی ہونے کا قطعی علم ہوجانے کے بعد مفتی اس کے کفر میں شک کرے،تب اس پر حکم کفر ہے۔تحقیق کی مدت میں اس کے کافر کلامی ہونے کا یقین حاصل نہیں ہوتا۔جب تحقیق مکمل ہوگئی۔ملزم کے کفر میں کسی قسم کا شک وشبہہ باقی نہیں

رہا۔مفتی شرعی دلائل کی روشنی میں اس کے کفر پر بالکل مطمئن ہوگیا۔اب مفتی اس ملزم کے کفر میں شک وشبہ کرے تو مفتی پر حکم کفر وارد ہوگا۔

تصدیق کے شرائط

جب کسی ملزم کا کافر کلامی ہونا ثابت ومتحقق ہوجاتا ہے،تب فتویٰ میں ''من شک'' قاعدہ کلیہ استعمال ہوتا ہے۔یہاں حسام الحرمین کے فتاویٰ زیر بحث ہیں۔فتویٰ میں جب ''من شک'' کا استعمال ہوتو بالکل واضح ہے کہ اس ملزم سے متعلق ساری تحقیق ہو چکی ہے۔اب شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔جو اس کے کفر میں شک کرے،وہ بھی کافر ہے۔کفریہ عقائد کا علم ضروری ہے،تاکہ وجہ کفر معلوم ہوسکے،اور تصدیق کے لیے حکم کفر کا علم ضروری ہے۔

اگر کفر کلامی کا فتویٰ صحیح ہے تو امت مسلمہ کو کافر کلامی کے کافر ہونے کی تصدیق کرنی لازم ہے،یعنی اس پر جو شرعی حکم وارد ہوا ہے،اس کو ماننا لازم ہے۔جو لوگ کہتے ہیں کہ کسی کو شبہ ہوجائے اور کافر کلامی کو کافر نہ مانے تو اس پر حکم کفر نہیں۔سوال یہ ہے کہ آج کل ملحدین وجود خداوندی پر سوالات اٹھاتے ہیں۔اگر کسی کو وجود الٰہی پر شبہ ہوجائے۔وہ شبہ کے سبب اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کردے تو وہ مومن ہے یا کافر؟

مشرکین مکہ کو توحید الٰہی پر شبہ تھا۔وہ کہتے تھے:

(اَ جعل الالهة الهًا واحدًا ان هذا لشيء عجاب)(سورہ ص:آیت 5)

ترجمہ:کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کردیا۔بے شک یہ عجیب بات ہے۔

(کنزالایمان)

شبہ کے سبب مشرکین نے توحید کا انکار کیا تو بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر ومشرک قرار دیا۔دراصل جہاں شبہات باطلہ ہوں۔وہاں شبہات باطلہ کو دور کرکے حکم شرعی کو ماننا ہے۔اگر شبہات باطلہ بالکل نہ ہوں تو تکلیف کا معنی باطل ہوجائے گا۔بندے مکلّف

ہیں۔اگر تمام احکام شرعیہ کا اضطراری یقین حاصل ہوتو تکلیف کا معنی باطل ہو جائے گا۔

اسی طرح کسی کو قطعی علم حاصل ہو گیا، مثلاً خبر متواتر میں مشروط تعداد کے مساوی قابل اعتماد مومنین نے اسے بتا دیا کہ تمام علمائے حق اشخاص اربعہ کو ان کے فلاں فلاں کفریہ عقائد کے سبب کافر مانتے ہیں۔اتنے مومنین کے بتانے سے اسے یقین حاصل ہو گیا کہ اشخاص اربعہ کافر ہیں۔اب وہ اشخاص اربعہ کے کافر ہونے میں شک کرتا ہے تو خود کافر ہے۔

اگر کوئی علمی شبہ ہے تو شبہ دور کیا جائے گا۔نہ کہ اشخاص اربعہ کے کافر ہونے میں شک کیا جائے گا۔کافر ہونے میں شک کرنا الگ ہے اور کوئی علمی شبہ ہونا الگ ہے۔

دیابنہ اشخاص اربعہ کی تکفیر پر شبہات پیش کرتے ہیں۔علمائے اہل سنت وجماعت کتابوں میں ان شبہات کے جوابات تلاش کرتے ہیں۔ان کے شبہات کو دور کرتے ہیں۔جواب تلاش کرنے کی مدت میں علمائے حق اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق کسی شک میں مبتلا نہیں رہتے ہیں، بلکہ حسب سابق ان کو یقین حاصل رہتا ہے۔

تمام مومنین کو اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی پر وارد ہونے والے تمام شبہات کے جواب پر مطلع ہونا ضروری نہیں۔صرف حکم شرعی کو ماننا ضروری ہے۔توحید الٰہی، ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت ونبوت، قیامت اور بے شمار اسلامی احکام پر مخالفین کے طرح طرح کے اعتراضات ہیں۔تمام مومنین کو ان تمام شبہات اور ان کے جوابات پر مطلع ہونا ضروری نہیں۔نہ ہر ایک کو تمام شبہات کا علم ہے، نہ تمام کے جوابات کا ہر ایک کو علم ہے۔

سارے اعتراضات اشخاص اربعہ کی تکفیر پر اٹھتے ہیں۔قادیانی کی تکفیر پر کوئی سوال نہیں، کیوں کہ دیوبندیوں نے تکفیر کر دی ہے، یعنی دیابنہ جس کو کافر کہہ دیں، وہ کافر ہے۔

جن لوگوں کے تعلقات دیوبندیوں سے ہیں، وہ حرکت مذبوحی میں مبتلا ہیں۔وہ صحیح راہ پر آتے نہیں اور نہ دوسروں کو صحیح راہ پر دیکھنا چاہتے ہیں۔وہ تاویلات باطلہ کے ذریعہ شرعی احکام کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، حالاں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود ہی محافظ ہے۔

مسئلہ تکفیر کلامی اور متکلمین

ماہر متکلمین کو تکفیر کلامی کی صحت وسقم کو پرکھ لینا مشکل نہیں۔تکفیر اور تاویل کے اصول وضوابط ہیں،ان کی روشنی میں تمام حقائق واضح نظر آتے ہیں۔حسام الحرمین کی تصدیقات کو ملاحظہ فرمائیں۔33:اکابر علمائے حرمین طیبین بیک زبان فرماتے ہیں کہ قادیانی واشخاص اربعہ کافر ہیں۔حسام الحرمین کے بعد''الصوارم الہندیہ''میں 268:اکابر علمائے برصغیر کی تصدیقات ہیں۔علمائے اہل سنت وجماعت کی جانب سے انکار نہیں آیا۔

بالفرض اگر کسی کا انکار ظاہر ہوتو دیکھنا ہوگا کہ وہ متکلم ہے،یا غیر متکلم۔خلیل بجنوری اسلاف کرام کی عبارتوں کو سمجھنے سے قاصر تھا۔وہ فیصلہ کی منزل میں نہیں تھا،اور فیصلہ کرنے لگا۔فیصلہ ہی تو مشکل ہے۔عبارتیں کتابوں میں موجود ہیں،پھر بھی نو پید مسائل میں فیصلہ کے واسطے ماہر علمائے کرام کی طرف رجوع لازم ہے۔قرآن مقدس اور احادیث طیبہ موجود ہیں،لیکن فیصلہ مجتہد کو کرنا ہے اور غیر مجتہد کو تقلید لازم۔عہد مجتہدین کے بعد بھی نو پید مسائل میں صرف صاحب نظر فقیہ کو تحقیق کی اجازت ہے۔ہر فقیہ کو اجازت نہیں۔ظنیات وعملیات میں اس قدر احتیاط کا حکم ہے،پھر قطعیات واعتقادیات میں کس قدر احتیاط کا حکم ہوگا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز عظیم متکلم اسلام تھے۔ان کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا۔

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری قدس سرہ العزیز میدان فقہ میں طبع آزمائی فرمائے اور صحیح نتیجہ پیش نہ کر سکے۔جس طرح فقہائے کرام کے سات طبقات ہیں۔بعض مجتہد ہیں اور بعض غیر مجتہد۔بعض فقہ جاننے والے طبقات سبعہ سے بھی خارج ہیں،جیسے عوام اور طلبائے مدارس۔تمام فقہائے کرام یکساں نہیں،جیسے تمام ڈاکٹرس یکساں نہیں۔ہر ایک شعبہ میں مختلف درجات ومراتب ہیں۔اسی طرح متکلمین کے بھی مختلف درجات ہیں۔

صاحب نظر متکلمین کے فیصلے نافذ العمل ہوتے ہیں۔اگر تمام متکلمین ہم رتبہ وہم

درجہ ہوتے تو اہل سنت و جماعت باب عقائد میں امام اشعری و امام ماتریدی کو اپنا امام تسلیم نہ کرتے، بلکہ ہر ایک کی تحقیق کو تسلیم کر لیتے، اور اس پر عمل کرتے، حالاں کہ باب فقہ میں حضرات ائمہ اربعہ کو امام تسلیم کیا جاتا ہے اور باب عقائد میں امام اشعری و امام ماتریدی کو امام تسلیم کیا جاتا ہے۔ (علیہم الرحمۃ والرضوان) اصحاب علم غور وفکر کریں اور حق پر قائم رہیں۔

فقہائے کرام کو تکفیر کلامی کی اجازت نہیں

امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے تحریر فرمایا کہ کفر کلامی کا فتویٰ صرف علمائے متکلمین جاری کریں گے، اور فقہا کو ان کی تقلید لازم ہے۔ غیر متکلم فقہائے کرام کو کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرنے کی اجازت نہیں۔ نہ ہی اختلاف کی اجازت ہے۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: (فاذا فَهِمتَ اَنَّ النَّظرَ فی التکفیر موقوفٌ علٰی جمیع هذه المقالات التی لا یَستَقِلُّ باٰحَادِهَا الا المبرزون- عَلِمتَ اَنَّ المُبَادِرَ اِلٰی تَکفِیرِ مَن یُخَالِفُ الاشعریَّ اَو غَیرَه جَاهِلٌ مُجَازِفٌ-وَکَیفَ یَستَقِلُّ الفَقِیهُ بمجرد الفقه بهٰذا الخطب العظیم-وَاَیُّ رُبعٍ من اربا ع الفقه یُصَادِفُ هذه العلوم.

فاذا رَأَیتَ الفَقِیهَ الذی بضاعتُه مجردُ الفقه،یخوضُ فی التکفیر والتضلیل-فاعرِض عنه وَلَا تَشتَغِل به قَلبَکَ وَلِسَانَکَ-فَاِنَّ التَّحَدِّیَ بالعلوم غَرِیزَةٌ فی الطبع-لَا یَصبِرَ عَنهَا الجُهال-وَلِاَجلِه کَثُرَ الخلافُ بین الناس وَلَو سَکَتَ مَن لَا یَدرِی-لَقَلَّ الخِلَافُ بَینَ الخَلقِ)

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ: ص74)

ترجمہ: جب تم نے سمجھ لیا کہ مسئلہ تکفیر میں غور وفکر مذکورہ تمام اصول وضوابط پر موقوف ہے جن کی تفصیل میں صرف ماہرین مستقل ہوتے ہیں تو تم نے جان لیا کہ جو امام اشعری یا

ان کے علاوہ کی مخالفت کرے،اس مخالف کی تکفیر میں جلد بازی کرنے والا جاہل اور خطرہ مول لینے والا ہے۔

اور فقیہ صرف علم فقہ کے سبب اس عظیم ذمہ داری کے لائق کیسے ہوگا؟ وہ فقہی ابواب میں سے کس باب میں ان علوم کو پائے گا، پس جب تم اس فقیہ کو تکفیر وتضلیل میں غور وفکر کرتا دیکھو جس فقیہ کی علمی دولت صرف علم فقہ ہو تو تم اس سے اعراض کرو، اور اپنے دل وزبان کو اس میں مشغول نہ کرو، کیوں کہ علوم وفنون میں کا مقابلہ آرائی انسانی فطرت میں سرایت کر چکی ہے کہ جاہل لوگ بھی اس مقابلہ آرائی سے پیچھے نہیں رہتے۔اسی وجہ سے لوگوں کے درمیان اختلاف کی کثرت ہوگئی۔اگر نہ جاننے والا خاموش رہتا تو مخلوق خداوندی میں اختلاف ضرور کم ہوتا۔

عہد حاضر میں بعض لوگ نہ فقیہ ہیں، نہ متکلم،لیکن خود کو امام اشعری وامام ماتریدی کی طرح عظیم متکلم سمجھتے ہیں۔بعض حضرات کچھ علم ومعرفت رکھتے ہیں،لیکن صاحب نظر متکلم نہیں۔ان کے تمام فیصلے نافذ العمل نہیں ہو سکتے۔وہ اپنے تفردات پر اکابر علمائے اہل سنت کی تائید وتصدیق حاصل کریں،تاکہ حق وباطل واضح ہو جائے۔سواد اعظم ضلالت وگمرہی میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔باب فقہیات کے ظنی امور میں تفردات کا حکم الگ ہے اور باب اعتقادیات کے قطعی مسائل میں تفردات کا حکم الگ۔قطعی امور میں کوئی منفرد قول پیش کرے تو تضلیل یا تکفیر ہوگی۔قطعیات میں اجتہاد جاری نہیں ہوتا، پھر تفردات کی گنجائش کہاں۔

نانوتوی نے مسئلہ ختم نبوت میں منفرد قول پیش کیا۔خود بھی مبتلائے کفر ہوا، پھر اپنے بے شمار متبعین کو بھی وادی کفر کی طرف ڈھکیل دیا۔متبعین آج تک نانوتوی کے کفری قول کی تاویل باطل کرتے ہیں اور خود کو مستحق جہنم بتاتے ہیں۔اصحاب تفردات غور فرمائیں۔

ہمیں جو کچھ کرنا ہے،ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ضرور کریں گے۔متبعین اسلام،اسلام سے بلند رتبہ نہیں۔حدیث نبوی ہے: (**الاسلام یعلو ولا یعلی**)(صحیح بخاری)

مسئلہ تکفیر کلامی اور فقہائے کرام

امام غزالی نے فرمایا کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی ہوتی ہے، پس فقہا اسے سمجھ سکتے ہیں۔ بالفرض اگر سمجھ میں نہ آئے تو بھی فقہا کو متکلمین کا فتویٰ تکفیر ماننا فرض ہے، جیسے کسی کو صدق نبوت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو بھی نبی کو نبی ماننا فرض ہے۔ فقہا کو فتویٰ تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی ان کو متکلمین کا فتویٰ ماننا فرض ہے،اسی طرح عوام کو بھی متکلمین کا فتویٰ ماننا فرض ہے،خواہ ان کو دلیل کفر سمجھ میں آئے ، یا سمجھ میں نہ آئے۔ جب ان کو حکم کفر معلوم ہے تو اس حکم کو ماننا ہوگا۔ نفس مسئلہ سمجھنا مشکل نہیں اور دلیل کفر سمجھنا ہر ایک کے لیے ضروری نہیں۔

مذہب شافعی میں اجماع شرعی میں غیر کافر بدعتی کا لحاظ ہوتا ہے، کافر بدعتی کا نہیں۔ اگر فقہائے شوافع کو کسی کافر بدعتی کے کفر کا علم نہ ہوسکا اور فقہا نے اس کافر بدعتی کے اختلاف کے سبب اجماع کو غیر منعقد سمجھا تو اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے امام غزالی نے تحریر فرمایا کہ اگر فقہا کو اس بدعتی کے کفریہ قول کا علم تھا تو فقہا پر لازم تھا کہ اس کفریہ قول کا حکم متکلمین سے دریافت کرتے ،اور پھر متکلمین کا فتویٰ ماننا ان پر لازم ہوتا۔

اگر فقہا کو اس بدعتی کے غلط قول کی اطلاع ہی نہیں تھی تو فقہا عدم علم کے سبب اس اجماع کو غیر منعقد قرار دینے میں معذور ہوں گے۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(فان قیل:فَلَو تَرَکَ بَعضُ الفقهاء الاجماعَ بِخَلَافِ المبتدِعِ المُکَفَّرِ اِذَا لَم یَعلَم اَنَّ بدعته تُوجِبُ الکُفرَ–وَظَنَّ اَنَّ الاجماع لاینعقد دونه–فَهَل یُعذَرُ من حیث اَنَّ الفقهاء لا یطلعون عَلٰی مَعرِفَةِ مَا یُکَفَّرُ بِه من التاویلات؟قلنا لِلمَسئَلَةِ صُورَتَانِ.

(1)اِحدَاهُمَا اَن یَقُولَ الفقهاء:نحن لَا نَدرِی اَنَّ بدعته توجب الکفرَ اَم لَا؟ففی هذه الصورة لا یُعذَرُونَ فِیهِ اِذ یَلزَمُهُم مُرَاجَعَةُ علماء الاصول،

ویجب علی العلماء تعریفُهم،فاذا اَفتوهُم بکُفره فعلیهم التقلید.

فَاِن لَم یَقنعهُمُ التَّقلید-فعَلَیهِمُ السُّوَالُ عن الدلیل،حتّٰی اذا ذُکِرَ لهم دلیلُه،فهِمُوهُ لامَحالَةَ-لِاَنَّ دَلِیلَهٗ قَاطِعٌ،فَاِن لَم یُدرِکهُ فَلا یَکُونُ مَعذُورًا-کَمَن لا یُدرِکُ دَلِیلَ صدق الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم فانه لا عُذرَ مَعَ نَصبِ اللّٰهِ تَعَالٰی الاَدِلَّةَ القَاطِعَةَ.

(2)الصورة الثانیة اَن لا یکونَ بَلَغتهُ بِدعَتُه وَعَقِیدَتُه فَتَرَکَ الاِجمَاعَ لِمُخَالَفَتِه فهُوَ مَعذُورٌ فِی خَطَأہٖ وَغیرُ مُوَاخَذٍ بِہٖ)

(المستصفی من علم الاصول: جلداول:ص184)

ترجمہ: پس اگراعتراض ہو کہ اگر بعض فقہانے کافر بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع کوترک کردیا(اجماع کو اجماع تسلیم نہ کیا)،جب کہ ان کو معلوم نہ ہو کہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے اورانہوں نے یہ سمجھا کہ اس بدعتی کے(اتفاق کے)بغیر اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ پس کیاوہ فقیہ معذور ہوں گے،کیوں کہ فقہائے کرام کوان تاویلات کی معرفت واطلاع نہیں ہوتی جن کے سبب تکفیر ہوتی ہے؟

ہم جواب دیں گے کہ مسئلہ کی دوصورت ہے:

(1)ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ فقہائے کرام کہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے یانہیں؟ پس اس صورت میں وہ معذورنہیں ہوں گے،اس لیے کہ ان کے لیے علمائے اصول (متکلمین) کی جانب رجوع ضروری ہے اور علمائے اصول پر انہیں (حکم شرعی) بتاناواجب ہے،پس جب علمائے اصول فقہائے کرام کواس بدعتی کے کفر کافتویٰ دیں تو فقہا کوتقلید(متکلمین کا بیان کردہ فتویٰ کفر ماننا)لازم ہے۔

پس اگر فقہائے کرام کوتقلید پر قناعت نہ ہوتو انہیں دلیل دریافت کرنا لازم ہے، پھر جب انہیں دلیل کفر بتائی جائے گی تو یقینی طور پر وہ اسے سمجھ لیں گے،کیوں کہ دلیل کفر

قطعی ہوتی ہے، پس اگر وہ دلیل کفر نہ سمجھ سکیں تو معذور نہیں ہوں گے، جیسے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (رسالت ونبوت کی) صداقت کی دلیل کو نہ سمجھ سکے (وہ معذور نہیں)، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قطعی دلائل (معجزات) قائم کرنے کے بعد کوئی عذر نہیں۔

(2) دوسری صورت یہ ہے کہ فقیہ کو اس بدعتی کی بدعت اور غلط عقیدہ کی خبر نہ پہنچی، پس انہوں نے اس بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع کو ترک کر دیا تو وہ اپنی خطا میں معذور ہیں اور ان سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

امام غزالی نے فرمایا کہ جب متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ صادر کر دیں تو فقہا کو تقلید لازم ہے، یعنی اس حکم شرعی کو ماننا لازم ہے۔ اگر فقہا اس کی دلیل دریافت کریں تو متکلمین دلیل بیان کریں گے، اور فقہا یقینی طور پر اس دلیل کو سمجھ لیں گے، کیوں کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے۔ اس میں کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ وہ بالکل واضح ہوتی ہے۔

اگر فقہا کو دلیل تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی انہیں فتویٰ تکفیر ماننا لازم ہے۔ امام غزالی قدس سرہ القوی کے قول (فَاِن لَم یُدرِ کہُ فَلَا یَکُونُ مَعذُورًا) سے بالکل واضح ہو گیا کہ جو کافر کلامی کے کافر کلامی ہونے کے دلائل کو نہ سمجھ سکے، وہ معذور نہیں ہے، بلکہ اس کو حکم شرعی ماننا ہوگا۔ جیسے کسی کو نبی علیہ السلام کی صداقت وحقانیت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو وہ معذور نہیں، بلکہ نبی کو نہ ماننے کے سبب کافر ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل قائم فرما دیئے ، یعنی نبی کی نبوت کو ثابت کرنے کے واسطے معجزہ ظاہر فرما دیا۔

امام غزالی کے قول (فعلیہم التقلید) سے خلیل بجنوری کا یہ نظریہ باطل ہو گیا کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، بلکہ تحقیقی ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ غیر اہل کے لیے مسئلہ تکفیر کلامی تقلیدی ہے۔ یہ بات عقل کے مطابق ہے اور یہی حکم قرآنی ہے: (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون)، یعنی جو مسئلہ جس کی قوت سے باہر ہو، وہ اس مسئلہ میں ہاتھ نہ ڈالے، بلکہ اہل علم

سے اس بارے میں دریافت کرے۔ فقہی مسائل میں اس قدر احتیاط ہے کہ امام مجتہد کی تقلید لازم قرار پائے، اوراعتقادی مسائل کو ہر شخص حل کرنے لگے، یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔

جب مسئلہ تکفیر کلامی میں فقہائے کرام کو اختلاف کی اجازت نہیں تو عوام مسلمین کو بھی اختلاف کی اجازت نہیں۔ غیر مقلدین کی طرح ہر شخص قرآن وحدیث سے شرعی مسائل کا استنباط کرنے لگے تو (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون) کا کیا مفہوم ہوگا؟

الحاصل مذکورہ بالا قصے میں بعض ارتدادی نظریات ہیں، مثلاً تاویل کے ذریعہ کفار کلامی کی تکفیر کے انکار کو جائز بتانا۔ جب سواد اعظم کا اجماع ضلالت وگمرہی پر نہیں ہوسکتا تو پھر ارتدادی نظریہ پر اجماع کیسے ہوسکتا ہے۔ جس کسی کا یہ نظریہ ہے، وہ علمائے اہل سنت وجماعت کی تائید پیش کرے۔ دلیل ہرگز پیش نہ کرے۔ دلیل میرے پاس بھی ہے۔

کفریہ عبارت پر اطلاع یا کفریہ عقیدہ پر اطلاع کا حکم؟

مصدقین کو ملزم کے کفریہ عقائد اور حکم کفر پر مطلع ہونا ضروری ہے۔ بعینہ کفریہ قول پر مطلع ہونا ضروری نہیں، کیوں کہ ان کو تصدیق کرنی ہے، نہ کہ تکفیر۔ نہار الرجال ایک صحابی تھا، بعد میں وہ مسیلمہ کذاب کو نبی مان لیا۔ بعینہ اس کا کفریہ کلام منقول نہیں، لیکن اس کے کفر پر عہد صحابہ کرام سے آج تک سواد اعظم کا اتفاق ہے۔ کیا کسی غلط امر پر اجماع قائم ہے؟

اسی طرح عہد ماضی کے تمام کفار کلامی کے بعینہ اقوال منقول نہیں۔ ہاں، حکم کفر کے ساتھ ان کے کفریہ عقائد ضرور منقول ہیں۔ چوں کہ بعض لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ ہر ایک کو تکفیر کرنی ہے، اس لیے ہر ایک کو کفریہ عبارت پر مطلع ہونا لازم ہے۔ اس نظریہ کے اعتبار سے برصغیر کے جو مسلمان اردو پڑھنا نہیں جانتے ہیں، ان کو اشخاص اربعہ اور قادیانی پر نافذ شدہ حکم کفر کی تصدیق لازم نہیں ہوگی، کیوں کہ وہ لوگ اردو عبارت پڑھ ہی نہیں سکتے، حالاں کہ آج تک کسی عالم نے ایسا حکم نہیں دیا، لیکن شبہ ضرور ہے کہ یہ ارتدادی نظریہ بھی آج یا کل

ضرور سر اٹھائے گا۔اس کا علاج یہی ہے کہ امت مسلمہ باب اعتقادیات کے تفردات باطلہ کا انکار کریں:ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم

عہد ماضی میں جن لوگوں پر ارتداد کا حکم نافذ ہوا،علمائے امت اپنے اسلاف کرام سے ان کی تکفیر کلامی اوراس کے عقائد کو سنتے آرہے ہیں اور تمام علمائے حق ان مرتدین کو کافر مانتے آرہے ہیں۔کتابوں میں بھی ان لوگوں کا ذکر موجود ہے۔ان مرتدین میں بہت سے دعویداران نبوت ہیں۔حدیث نبوی میں بھی ذکر آیا کہ دجال اکبر کے علاوہ قریباً تیس دجال ظاہر ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔

دجال اکبر الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔ بہت سے مدعیان نبوت عہد ماضی میں ظاہر ہو چکے۔امت مسلمہ ان لوگوں کو مرتد وکافر کلامی مانتی ہے،لیکن ان تمام کے اقوال کفریہ بعینہ وبلفظہ تواتر کے ساتھ مروی نہیں۔صرف ان کے دعویٰ نبوت کا ذکر تواتر کے ساتھ مروی ہے۔

اگر کسی کا دعویٰ ہے کہ مرتدین کے بعینہ اقوال پر مطلع ہونا ضروری ہے،اور ہر ایک کو تکفیر کرنی ہے تو وہ تمام مدعیان نبوت کے بعینہ کفریہ اقوال کا تواتر کے ساتھ مروی ہونا ثابت کرے۔تواتر لفظی ثابت ہونا مشکل ہے۔تواتر معنوی ثابت ہوسکتا ہے،لیکن تواتر معنوی پر تکفیر کلامی نہیں ہوسکتی،اور ہم اس بات کے قائل ہی نہیں کہ ہر ایک مومن کو تکفیر کرنی ہے، بلکہ ہر ایک مومن کو حکم شرعی کی تصدیق کرنی ہے۔تصدیق وتکفیر میں فرق ہے۔تکفیر کی اجازت ہر کسی کو نہیں،لیکن تصدیق سب پر لازم ہے،یعنی کافر کلامی کو کافر ماننا سب پر لازم ہے،خواہ عوام ہوں یا خواص۔اسی حکم شرعی کا بیان ''من شک'' کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔

عہد ماضی کے مدعیان نبوت کو ہر مسلمان کافر مانتا ہے،حالاں کہ تمام مومنین کو ان مدعیان نبوت کے بعینہ کفریہ اقوال کا علم نہیں۔صرف کفریہ عقائد کا علم ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا،اوراس عہد کے علمائے اسلام نے انہیں کافر قرار دیا۔سب کچھ دیکھ سن کر بھی کوئی اندھا بہرا بنے تو اس کا علاج ہے:ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم

مزید تفصیل ہمارے رسالہ:''مسئلہ تکفیراور تحقیق وتصدیق''میں مرقوم ہے۔

جولوگ فیصلہ کی منزل میں نہیں، جب وہ فیصلہ کریں گے تو ہر رکعت میں دوسجدہ کی طرح دورکوع کا حکم دیں گے۔بعض لوگوں کی یہ بات بھی سننے میں آئی کہ متفق علیہ قول پرعمل کرو۔سوال یہ ہے کہ جس قول پر امت کا عمل ہی نہیں، وہ متفق علیہ کیسے ہوگیا؟

اذان ثانی سے متعلق فرقہ سراویہ فتنہ پھیلاتا ہے کہ مسئلہ اذان ثانی سے متعلق تحریری مباحثے ہوئے،اور باہمی تکفیر وتضلیل ہوئی۔دراصل یہ خلیل بجنوری کا سوال ہے۔ہم نے البرکات النبویہ(رسالہ ہشتم:نصف اول:باب نہم)میں اس کے جوابات رقم کر دیئے ہیں۔

فرقہ سراویہ سے سوال ہے کہ جن لوگوں کی تضلیل یا تکفیر کی گئی،ان سے روابط کیوں نہیں منقطع کیے گئے؟ دراصل یہ سب مناظراتی مباحث تھے۔امت مسلمہ غلط لوگوں کے فریب میں مبتلا نہ ہو:(**ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم**)

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم</u>

باب سوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

فتاویٰ مظہریہ کی عبارتوں کی توضیح

اس باب میں فتاویٰ مظہریہ کی بعض تشریح طلب عبارتوں کی توضیح وتشریح مرقوم ہے۔ صاحب فتاویٰ کی وفات کے بعد مختلف مقامات سے یہ فتاویٰ جمع کیے گئے اور مجموعہ شائع کیا گیا۔اگران کی حیات میں مجموعہ شائع ہوتا توان سے تشریح طلب کی جاسکتی تھی۔

بحث اول

اشخاص اربعہ کی تکفیر سے سکوت کیوں؟

سوال اول: فتاویٰ مظہریہ میں ہے کہ مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ کی موت ہوگئی۔ اب ان لوگوں کو کافر کہنے سے سکوت کرنا چاہئے ،جب کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز ان لوگوں کے بارے میں استفتا لے کر حرمین طیبین حاضر ہوئے ہوئے تھے تو چار لوگوں میں سے دو کی موت ہوچکی تھی۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز 1323 ہجری میں حرمین طیبین گئے۔حج کی ادائیگی کے بعد ماہ ذی الحجہ 1323 ہجری سے استفتا کے جواب وتصدیقات کا سلسلہ شروع ہوا،اور 1324 تک جاری رہا۔

اشخاص اربعہ میں سے قاسم نانوتوی کی موت 04:جمادی الاولیٰ 1297 مطابق 15:اپریل 1880 کو ہوئی۔رشید احمد گنگوہی کی موت 09:جمادی الثانی 1323 مطابق 11:اگست 1905 کو ہوئی۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز قاسم نانوتوی کی موت کے چھبیس سال بعد استفتا لے کر گئے۔اسی سال رشید احمد گنگوہی کی موت ہوئی تھی۔امام

ممدوح گنگوہی کی موت کے چند ماہ بعد استفتا لے کر حرمین طیبین حاضر ہوئے۔

اشخاص اربعہ سے متعلق فتاویٰ مظہریہ سے ایک سوال وجواب منقولہ ذیل ہے۔

سوال نمبر ۲۴۷:

مولوی اسماعیل دہلوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی (بانی مدرسہ دیوبند)، مولوی اشرف علی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو گستاخانہ عبارتیں لکھی ہیں، ان کی وجہ سے ان پر کفر کا حکم لگایا جائے یا نہیں؟

مستفتی محمد ایوب الرحمٰن خطیب جامع مسجد سبزی منڈی خانیوال (مغربی پاکستان)

الجواب:

اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں سے جو بعض اقوال صادر ہوئے ہیں، وہ یقیناً کفر ہیں ،لیکن اب جب کہ یہ لوگ انتقال کر گئے ،اور یہ معلوم نہیں کہ توبہ کی یا نہ کی اور ان کی عاقبت کیسی ہوئی ہے، اس لیے میرے نزدیک ان کے حق میں سکوت بہتر ہے۔ البتہ جو شخص ان عبارتوں کا قائل ہو، یقیناً کافر ہے۔ فقط محمد مظہر اللہ غفرلہ: مسجد جامع فتح پوری (دہلی)

(فتاویٰ مظہریہ: جلد دوم: ص 374- ادارہ مسعودیہ کراچی)

سوال اول کا جواب

فتاویٰ مظہریہ کی منقولہ بالا عبارت میں ہے کہ اشخاص اربعہ کے قابل اعتراض اقوال یقیناً کفریہ اقوال ہیں اور ایسے اقوال کفریہ کا قائل یقیناً کافر ہے۔ اشخاص اربعہ سے متعلق سکوت کو اپنا مسلک بتایا۔ تمام مسلمانوں کا مسلک نہیں بتایا۔ انہوں نے اپنا مسلک سکوت کیوں بتایا، اس کے اسباب پر غور کیا جائے۔ اس فتویٰ میں موت اور توبہ کا ذکر ہے۔

(1) یہ فتویٰ اشخاص اربعہ کی موت کے بعد لکھا گیا ہے، کیوں کہ اس میں ذکر ہے کہ ان لوگوں کی موت ہوگئی، اور توبہ کا علم نہیں تو میرے نزدیک ان کے حق میں سکوت بہتر ہے۔

فرقہ دیوبندیہ کے طواغیت اربعہ میں سب سے اخیر میں تھانوی کی موت 16: رجب المرجب 1362 مطابق 20: جولائی 1943 کو ہوئی۔اس سے واضح ہوا کہ سوال میں نقل کردہ فتویٰ اشخاص اربعہ کی موت کے بعد کا ہے۔

(2) سائل نے اپنا پتہ مغربی پاکستان لکھا ہے اور تقسیم ہند 1947 میں ہوئی۔اس سے ظاہر ہے کہ یہ فتویٰ تقسیم ہند کے بعد کا ہے۔تقسیم ہند سے قبل پاکستان کا وجود نہیں تھا۔

تکفیر سے سکوت کا سبب موت یا توبہ کی خبر؟

(1) فتاویٰ مظہریہ میں منقولہ بالا فتویٰ کے بعد ایک فتویٰ میں ہے کہ جس کو اہل دیوبند کی کفریہ عبارتوں کا علم ہو، اور یہ معلوم ہو کہ وہ لوگ بلاتوبہ مرے ہیں، پھر بھی وہ ان لوگوں کو مومن اور اپنا پیشوا مانتا ہو تو اس کی اقتدا میں نماز جائز نہیں، اور جو ان لوگوں کی طرف منسوب ہیں، ان کی اقتدا میں بھی نماز نہ پڑھی جائے۔اگر نماز پڑھ لی ہو تو نماز دہرائی جائے ،تاکہ فرض ادا ہو جائے۔اس سے معلوم ہوا کہ مفتی موصوف کا مسلک سکوت موت کے سبب نہیں، بلکہ کسی خاص سبب کی بنیاد پر ہے۔

(2) قادیانی کی موت کے 54: سال بعد 1379 ہجری میں مفتی موصوف نے قادیانی کو کافر قرار دیا۔اس سے واضح ہو گیا کہ اکابر دیوبند کی تکفیر سے مفتی موصوف کا مسلک سکوت موت کے سبب نہیں ہے، بلکہ کسی خاص سبب کی بنیاد پر ہے۔

(3) تھانوی کی موت کے سترہ سال بعد اگست: 1957 میں فتویٰ دیا کہ کابر دیوبند کی کفریہ عبارتوں کا حکم شرعی ماننا لازم ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مفتی موصوف کا مسلک سکوت موت کے سبب نہیں ہے، بلکہ کسی خاص سبب کی بنیاد پر ہے۔

کیا موت کے سبب تکفیر سے سکوت ہے؟

مفتی موصوف کے دیگر فتاویٰ کو دیکھ کر یہ فیصلہ بالکل واضح ہے کہ اشخاص اربعہ کی تکفیر

سے سکوت موت کے سبب نہیں، نہ ہی محض احتمال توبہ کے سبب ہے، بلکہ توبہ کی غیر یقینی خبر کے سبب ہے۔ دیابنہ اپنے اکابر کو مومن ثابت کرنے کے واسطے کسی کو بھی کچھ بتا سکتے ہیں۔

توبہ کی جھوٹی خبر بھی بتا سکتے ہیں۔ دیابنہ عرب ممالک میں جا کر سنی حضرات کے پاس سنی بن جاتے ہیں اور وہابیوں کے پاس وہابی۔ مفتی موصوف کا انداز تحریر و دیگر فتاویٰ کی عبارتیں اس بات پر قرینہ ہیں کہ مفتی موصوف کو اکابر دیوبند کی توبہ کی خبر دی گئی ہے، لیکن انہیں یقین نہیں ہو سکا تو اپنا مسلک سکوت بتایا۔ یہ اپنا مسلک انہوں نے بیان کیا۔

کیا سکوت کا حکم سب کے لیے ہے؟

اگر صاحب فتاویٰ مظہریہ اکابر دیوبند کی تکفیر سے سکوت کا حکم سب کے لیے دیتے تو اشخاص اربعہ کو مومن ماننے والے کی اقتدا میں نماز کے عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیتے۔

موصوف نے ذی الحجہ: 1379 کے فتویٰ میں اشخاص اربعہ کو مومن ماننے والے کی اقتدا میں نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اشخاص اربعہ میں سے تھانوی کی موت سب سے آخر میں 1362 ہجری میں ہوئی۔

تھانوی کی موت کے سترہ سال بعد 1379 میں سوال ہوا، جس کے جواب میں آپ نے نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا۔ سوال اور جواب درج ذیل ہے۔

سوال نمبر ۲۴۹: دیوبندی حضرات کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور کیا ان سب کو کافر کہا جائے، یا بعض کو؟ اور ان سے رشتہ رکھنا، شادی بیاہ کرنا کیسا ہے؟ کتاب ''مالا بدمنہ'' میں ترجمہ باب الکفر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ:

''میں اہل قبلہ کو کافر نہیں جانتا اور جو ان کو کافر جانے، میں اس کو کافر جانتا ہوں''۔

ازراہ کرم ان سوالات کے جوابات بالتفصیل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں: بینوا توجروا

السائل: رحیم بخش: ساکن کانکرکھیڑہ-9: ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ

الجواب وھو الموفق للصواب

یہ تو صحیح ہے کہ کسی اہل قبلہ کو کافر کہنا جائز نہیں، لیکن اہل قبلہ سے حقیقۃً وہ لوگ مراد ہیں جو نہ کوئی عقیدہ کفریہ رکھتے ہوں، نہ ان سے کوئی ایسا قول یا فعل سرزد ہوا ہو جو موجب کفر ہو، گو وہ مرتکب کبائر ہوں، برخلاف خوارج کے کہ وہ مرتکب کبائر کو بھی کافر کہتے ہیں۔

یہ ہرگز مراد نہیں کہ جو قبلہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتا ہے، وہ اہل قبلہ ہے، اگر چہ وہ بت کو پوجتا ہو۔ اللہ و رسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخیاں کرتا ہو، اور ضروریات دین میں سے کسی امر کا منکر ہو کہ ایسا شخص بالاجماع کافر ہے، جو نص قطعی سے ثابت ہے۔ چناں چہ مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(یحلفون باللّٰہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم)

نیز فرماتا ہے: **(لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب: الأیۃ)**

اور ردالمحتار میں ہے: **(لا خلاف فی کفر الخالف فی ضروریات الاسلام)**

الحاصل جب یہ معلوم ہو گیا۔ اگر چہ کوئی صورۃً اہل قبلہ ہو، لیکن اگر اس سے کوئی کفر سرزد ہوگا تو وہ کافر ہو جائے گا، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے متعلق بالیقین یہ جانتے ہوئے کہ اس سے ایسا کفر صادر ہوا ہے جس میں کوئی صحیح تاویل نہیں ہو سکتی، پھر بھی اسے مسلمان سمجھے گا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا: لقولہ تعالیٰ: (ومن یتولھم منکم فانہ منھم)

تو ایسی صورت میں نہ کسی دیوبندی کی تخصیص کی جا سکتی ہے، نہ کسی بریلوی کی، نہ کسی وہابی کی ہو سکتی ہے، نہ کسی سنی کی، اور یہ حکم نہ کسی نجدی کے ساتھ خاص ہے، نہ کسی مکی مدنی کے ساتھ۔

جس سے بھی ضروریات دین میں سے کسی شئ کا خلاف وقوع میں آئے گا، اسی پر کفر کا حکم کیا جائے گا، خواہ کوئی بھی کیوں نہ ہو، پس کسی مقام سے نسبت رکھنے والے کو عام طور پر کیسے کافر کہا جا سکتا ہے؟ ہاں، اگر اس نسبت سے ایسے شخص کے ساتھ نسبت مراد ہے جو کافر

ہو چکا ہے، اور جس وجہ سے کافر ہوا ہے، وہ وجہ اس سے نسبت رکھنے والے میں موجود ہو تو پھر عام طور پر اس ہر نسبت والے کو کافر کہا جائے گا۔

جیسے قادیانی کہ وہ باوجودے کہ صورۃً اہل قبلہ تھا، لیکن ادعائے نبوت اور اہانت انبیا کی وجہ سے کافر ہوا تھا، اور اس کے ہر معتقد میں بھی یہ امر موجود ہے کہ وہ اس کو ان امور میں سچا جانتا ہے، یا کم از کم یہ جانتے ہوئے کہ اس سے یہ امور صادر ہوئے، اس کو مسلمان اور اپنا پیشوا جانتا ہے۔

پس اگر دیوبندی میں بھی کوئی ایسا ہو جو کسی ایسے شخص جس کے متعلق اسے یقیناً معلوم ہو کہ اس سے کلمہ کفر سرزد ہوا ہے، اور اس کا خاتمہ بھی اسی کفر پر ہوا ہے، اسے مسلمان جانتا اور اپنا پیشوا مانتا ہو تو اس کی تو اس کے پیچھے تو نماز جائز نہ ہوگی (ہادی مطلق اس کی اصطلاح فرمائے)، ورنہ حرج نہیں۔

البتہ چوں کہ ان لوگوں میں سے اکثر ایسے کے معتقد ہیں، جن سے کلمات کفریہ سرزد ہوئے، اور یہ معلوم نہیں کہ ان کو اس کا علم ہے یا نہیں، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ ان میں سے کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، اور پڑھ لی ہو تو لوٹائی جائے، تاکہ فرض وقت کی ادائیگی میں شبہہ نہ رہے۔ فقط: واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ: مسجد جامع فتح پوری (دہلی)

(فتاویٰ مظہریہ: جلد دوم ص375-377-ادارہ مسعودیہ کراچی)

منقولہ بالا عبارت میں ہے کہ جس کو ان کفریہ عقائد کا علم ہو، اور یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ لوگ بلا توبہ مرے ہیں، اس کے باوجود وہ ان لوگوں کو مومن مانتا ہو، تب اس کی اقتدا جائز نہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ موت کے سبب تکفیر سے سکوت مفتی موصوف کا مسلک نہیں، بلکہ کسی خاص سبب سے سکوت ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ مفتی موصوف کا مسلک یہ ہے کہ موت کے بعد محض احتمال توبہ کے

سبب نہ مومن کہا جائے ،نہ کافر تو یہ بھی مفتی موصوف کا مسلک نہیں ۔مفتی موصوف نے قادیانی کی موت کے بعداس کوکافر کہا، پس اکابر دیوبند کی تکفیر سے سکوت کواپنا مسلک بتانا کسی خاص سبب کی بنیاد پر ہے۔مفتی موصوف نے قادیانی کے ذکر میں وجہ بیان فرمادی ہے کہ جو مرتد کواس کے کفریات میں سچا جانے ،یااس کے کفریات پر مطلع ہوکر بھی اس کومسلمان اور اپنا پیشوا مانے تووہ بھی اسی کی طرح کافر ہے۔اسی طرح دیوبندی کا حال ہے ،ایسا دیوبندی اورایسا قادیانی مسلمان نہیں تواس کی اقتدامیں نماز جائزنہیں۔

ایک قابل غور بات یہ ہے کہ مفتی موصوف نے قادیانی کے بارے میں کفر پر خاتمہ کا ذکرنہیں فرمایا،لیکن دیوبندی اکابرین کے بارے میں کفر پر خاتمہ کی بات صراحۃً لکھی کہ جسے معلوم ہوکہ اکابر دیوبند سے کفر صادر ہوا، پھروہ اسی کفر پر مر گئے،توبہ نہ کی تو ایسا علم رکھنے والا شخص اگر اکابر دیوبند کومومن وپیشوا سمجھےتواس کی اقتدامیں نماز جائزنہیں۔

اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مفتی موصوف کواکابر دیوبند کی توبہ کی کوئی خبر دی گئی تھی۔

قادیانی کوموت کے بعد کافر کہنا

غلام احمد قادیانی کی موت 1326ہجری مطابق 26:مئی 1908 کوہوئی ۔فتاویٰ مظہریہ میں قادیانی کی موت کے بعد 09:ذی الحجہ 1379 کے استفتا کے جواب میں قادیانی کوکافر لکھا گیا ہے،جب کہ قادیانی کی موت استفتا سے قریباً 54:سال قبل ہوچکی تھی ۔اگرصاحب فتاویٰ مظہریہ موت کے بعد محض احتمال توبہ کے سبب تکفیر سے سکوت کا مسلک اختیار کرتے توہرگز قادیانی کواس کی موت کے بعد کافر نہیں کہتے ۔عبارت درج ذیل ہے۔

”جیسے قادیانی کہ وہ باوجودے کہ صورۃً اہل قبلہ تھا،لیکن ادعائے نبوت اوراہانت انبیا کی وجہ سے کافر ہوا تھا،اوراس کے ہر معتقد میں بھی یہ امر موجود ہے کہ وہ اس کوان امور میں سچا جانتا ہے،یاکم ازکم یہ جانتے ہوئے کہ اس سے یہ امور صادر ہوئے ،اس کومسلمان اور

اپنا پیشوا جانتا ہے"۔(فتاویٰ مظہریہ: جلد دوم ص376-ادارہ مسعودیہ کراچی)

منقولہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ مفتی موصوف کا یہ مسلک نہیں کہ محض احتمال توبہ کے سبب کسی کافر کی تکفیر سے سکوت کیا جائے،ورنہ موت کے بعد قادیانی کو کافر نہیں کہتے۔

اشخاص اربعہ پر نافذ شدہ حکم کو ماننا لازم

فتاویٰ مظہریہ میں 14: اگست 1957 کے فتویٰ میں ہے کہ اکابر دیوبند کی عبارتوں پر جو حکم شرعی ہے،اس کو ماننا لازم ہے۔

سوال نمبر ۲۴۸: جو حضرات علمائے دیوبند کی ایسی تحریرات کی تاویلیں پیش کرتے ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی مترشح ہوتی ہے،اور یہ کہتے ہیں کہ علمائے بریلوی ان عبارات کے غلط معنی ومفہوم لیتے ہیں تو ایسے حضرات کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

مستفتی: محمد ایوب الرحمٰن خطیب جامع مسجد سبزی منڈی خانیوال (مغربی پاکستان)

۲۹: جولائی ۱۹۵۷ء

الجواب: جو عبارتیں مابہ النزاع ہیں،وہ خالص اردو کی عام فہم ہیں،پس ان کے معنی کے سمجھنے میں نہ کسی دیوبندی کا اعتبار ہے،اور نہ بریلوی کے فہم کا۔بلا کسی رورعایت کے عام ہندوستانی جو ان عبارات کے معنی بتلائیں،اس ہی کا اعتبار ہے،پھر اس پر شریعت مطہرہ کا جو حکم ہے،اس پر عمل لازم"-الخ

محمد مظہر اللہ غفرلہ: مسجد جامع فتح پوری (دہلی)

۱۴: اگست ۱۹۵۷ء

(فتاویٰ مظہریہ: جلد دوم ص375-ادارہ مسعودیہ کراچی)

مذکورہ بالا فتویٰ اشخاص اربعہ کی موت کے بہت بعد کا ہے۔تھانوی کی موت کے سترہ

سال بعد کا فتویٰ ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ان عبارتوں کا جو حکم شرعی ہے، وہ ماننا ہے۔

مفتی موصوف نے خود ہی ان عبارتوں کا حکم رقم فرمایا ہے کہ یہ سب کفریہ اقوال ہیں اور جو شخص ایسے عقائد کا قائل ہو، وہ یقیناً کافر ہے، پس اکابر دیوبند کو کافر ماننا ان کا بھی مسلک ہے، محض اپنے حق میں توبہ کی خبر کے سبب سکوت کا ذکر فرمایا ہے۔

مذکورہ مباحث کا نتیجہ وخلاصہ

(1) صاحب فتاویٰ مظہریہ کو یہ تسلیم ہے کہ اکابر دیوبند کی قابل اعتراض عبارتیں کفریہ ہیں۔ (سوال اول میں منقول فتویٰ)

(2) یہ بھی تسلیم ہے کہ ایسے اقوال کے قائلین کافر ہیں۔ (سوال میں منقول فتویٰ)

(3) یہ بھی تسلیم ہے کہ ان عبارتوں کا جو حکم شرعی ہے۔ وہ ماننا لازم ہے۔

(فتویٰ 14: اگست 1957)

(4) یہ بھی تسلیم ہے کہ جو ان اقوال کفریہ پر مطلع ہو، اور اس کو معلوم ہو کہ اکابر دیوبند نے توبہ نہیں کی ہے، اس کے باوجود وہ اکابر دیوبند کو مومن وپیشوا مانے تو اس کی اقتدا میں نماز جائز نہیں۔ (فتویٰ 9: ذی الحجہ: 1379)

مذکورہ بالا حقائق واضح دلیل ہیں کہ مفتی موصوف نے دوسروں کو تکفیر سے سکوت کا حکم نہیں دیا، بلکہ اپنا مسلک سکوت بتایا۔ اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ مفتی موصوف کو توبہ کی خبر موصول ہوئی ہے۔ توبہ کی خبر قوی نہ رہی ہو تو آپ نے اپنا مسلک سکوت بتایا۔

(5) موصوف نے اپنے بارے میں کہا کہ میرے نزدیک سکوت بہتر ہے۔ سکوت کا سبب یہ بیان کیا کہ ان کی توبہ کا علم نہیں اور ان کی عاقبت کیسی ہوئی؟ معلوم نہیں۔ فتویٰ کو دوبارہ دیکھا جائے۔ وہ فتویٰ مندرجہ ذیل ہے۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں سے جو بعض اقوال صادر ہوئے ہیں، وہ یقیناً

کفر ہیں،لیکن اب جب کہ یہ لوگ انتقال کر گئے،اور یہ معلوم نہیں کہ توبہ کی یا نہ کی،اوران کی عاقبت کیسی ہوئی ہے،اس لیے میرے نزدیک ان کے حق میں سکوت بہتر ہے۔البتہ جوشخص ان عبارتوں کا قائل ہو،یقیناً کافر ہے۔فقط محمدمظہراللہ غفرلہ:مسجد جامع فتح پوری (دہلی)

(فتاویٰ مظہریہ: جلددوم:ص374-ادارہ مسعودیہ کراچی)

(1) مفتی موصوف کے مندرجہ ذیل دو جملوں کو دیکھیں:

(الف) اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں سے جو بعض اقوال صادر ہوئے ہیں، وہ یقیناً کفر ہیں۔

(ب) البتہ جوشخص ان عبارتوں کا قائل ہو،یقیناً کافر ہے۔

نتیجہ:اشخاص مذکورہ یعنی اکابر دیوبند سے صادر ہونے والے اقوال یقیناً کفر ہیں، اور جوایسے کفریات کا قائل ہوتو یقیناً کافر ہےتو اشخاص مذکورہ یقیناً کافر ہیں۔مفتی موصوف کے مذکورہ دونوں جملوں کا یہ بدیہی نتیجہ ہے،لیکن چوں کہ ان لوگوں کے بارے میں کچھ یقین نہیں کہ توبہ کی یا نہیں،اس لیے اپنا مسلک سکوت بتایا۔سب کو یہ مسلک سکوت اختیار کرنے نہیں کہا،جیسا کہ دیگرفتاویٰ سے واضح ہے کہ ان عبارتوں کاحکم شرعی ماننے کاحکم فرمایا۔

موصوف نے رقم فرمایا کہ جس کواکابر دیوبند کے کفریہ عقائد کا علم ہو،اوریقینی طور پر معلوم ہوکہ وہ لوگ بلاتوبہ مرے ہیں،اس کے باوجودان لوگوں کومومن اورپیشوامانے تو اس کی اقتدامیں نماز جائز نہیں۔اس سے واضح ہے کہ محض احتمال توبہ کے سبب سکوت نہیں،ورنہ محض احتمال توبہ قادیانی کے حق میں بھی ہےتو پھرمفتی موصوف نے اسے کافرکیسے کہا؟

سوال میں نقل کردہ فتویٰ میں محض احتمال توبہ کا ذکرنہیں، بلکہ توبہ کے یقینی وغیر یقینی ہونے کا ذکر ہے،ورنہ محض احتمال توبہ تو قادیانی کے حق میں بھی موجود ہے،مفتی موصوف نے اسے کافرکہا ہے۔

(2) یہ سکوت احتمال توبہ کے سبب نہیں ہے، بلکہ منقولہ بالافتویٰ اورفتاویٰ مظہریہ کے

دیگر فتاویٰ دیکھ کر یہ مفہوم واضح ہے کہ صاحب فتاویٰ مظہریہ کو ان لوگوں کی توبہ کی کوئی خبر موصول ہوئی ہے، لیکن یقینی خبر نہیں ہے تو سکوت کو اپنا مسلک بتایا۔

(3) مذکورہ بالا فتویٰ میں ہے کہ: یہ معلوم نہیں کہ توبہ کی یا نہ کی۔ معلوم کا لفظ کبھی متیقن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور علم سے محض جاننا مراد نہیں ہوتا، بلکہ علم یقینی مراد ہوتا ہے۔ منقولہ بالا فتویٰ میں توبہ کے عدم علم سے علم یقینی کا عدم مراد ہے۔ ممکن ہے کہ توبہ کی غیر یقینی خبر مفتی موصوف کو کہیں سے فراہم ہوئی ہو۔ دیوبند سے دہلی قریب ہے، نیز دیابنہ تقیہ بازی میں بھی مشہور ہیں۔ وہ اپنے اکابرین کی توبہ کی جھوٹی خبر پھیلا سکتے ہیں۔

(4) محض احتمال توبہ قادیانی کے حق میں بھی موجود ہے،، تو قادیانی کو کافر کہنے سے بھی سکوت کرنا چاہئے، لیکن موصوف نے قادیانی کو کافر کہا، اس سے بالکل واضح ہے کہ محض احتمال توبہ کے سبب سکوت نہیں، بلکہ توبہ کی خبر کے سبب سکوت ہے۔ اسماعیل دہلوی کی توبہ کی ایک خبر تھی۔ اکابر دیوبند کی توبہ کی خبر نہیں۔ ممکن ہے کہ کسی نے ایسی افواہ اڑادی ہو۔

(5) 1379 کے فتویٰ میں موصوف نے لکھا کہ جس کو اکابر دیوبند کے کفریہ عقائد معلوم ہیں اور یہ معلوم ہے کہ اکابر دیوبند بلا توبہ مرے ہیں، وہ اگر اکابر دیوبند کو کافر نہ مانے تو اس پر حکم شرعی وارد ہوگا۔ یہ فتویٰ بھی اشخاص اربعہ کی موت کے بعد کا فتویٰ ہے۔

(6) 1957 کے فتویٰ میں لکھا کہ ان عبارتوں کا جو حکم شرعی ہے، وہ ماننا لازم ہے۔ یہ فتویٰ بھی اشخاص اربعہ کی موت کے بعد کا فتویٰ ہے۔

الحاصل مفتی موصوف نے احتمال توبہ کے سبب سکوت اختیار نہیں کیا، بلکہ توبہ کی خبر کے سبب سکوت کو اپنا مسلک بتایا۔ توبہ کی خبر یقینی نہیں تھی تو اکابر دیوبند کو مومن نہیں مانے۔

توبہ کی کیسی خبر معتبر ہے؟

الموت الاحمر کے حاشیہ میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

''متکلم میں احتمال یہ کہ اس کلام سے اس کی توبہ ورجوع مسموع ہو، یہ اگر بہ ثبوت قطعی ثابت ہو، جب تو ظاہر کہ اس کی تکفیر حرام، بلکہ بفتوائے کثیر فقہا خود کفر، اور ایسا ثبوت ہو کہ متردد کر دے، جب بھی قائل کے بارے میں کف لسان درکار، اگر چہ قول کفر صریح نا قابل تاویل ہو۔ حدیث کا ارشاد ہے: کیف وقد قیل ،اور اگر نری افواہ بے سروپا، یا کن فیکون کے بعد اس کے بعض ہوا خواہوں کا مکابرانہ ادعا ہو تو اس پر التفات نہ ہوگا: فاحفظ- ۱۲: منہ''۔(حاشیہ: الموت الاحمر: ص 53- جامعۃ الرضا بریلی شریف)

منقولہ بالا اقتباس میں کفری قول کے قائل کی توبہ کی تین صورتوں کا بیان ہے۔

(1) اگر توبہ کا ثبوت یقینی ہو تو قائل کی تکفیر حرام ہے۔

(2) توبہ کا ثبوت یقینی نہ ہو، لیکن تردد پیدا کر دے تو کف لسان کرنا ہوگا۔

(3) اگر توبہ کی خبر محض افواہی اور بے بنیاد ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

جب قائل نے توبہ نہیں کی ہے اور کسی نے توبہ کی جھوٹی خبر پھیلا دی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔ ہمارے رسالہ:''توبہ کی شہرت کاذبہ'' میں تفصیلی بحث مرقوم ہے۔

ممکن ہے کہ صاحب فتاویٰ مظہریہ کو توبہ کی کوئی غیر یقینی اور شک میں مبتلا کرنے والی خبر ملی ہو، جس سے ان کو تردد لاحق ہو گیا ہو، اور اسی خبر توبہ کے سبب انہوں نے تکفیر سے سکوت کیا ہو تو وہ معذور ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل

لیکن چوں کہ دیوبندی لوگ آج تک ان عبارتوں پر مناظرے کرتے ہیں۔ ان کفریہ عبارتوں کی تاویل کرتے ہیں۔ اگر اشخاص اربعہ سے توبہ کی خبر منقول ہوتی تو دیابنہ واضح لفظوں میں اعلان کرتے کہ ہمارے اکابرین نے کفریہ عبارتوں سے توبہ کر لی ہے۔

ایسی صورت میں صاحب فتاویٰ مظہریہ کے قول کے مطابق بھی اشخاص اربعہ کو کافر ماننا ہے۔ خود ان کو اگر توبہ کی کوئی خبر تھی تو وہ خبر کاذب تھی۔ اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

ماقبل میں فتاویٰ مظہریہ کی ایک عبارت کی تشریح کی گئی ہے۔ مابعد کے مباحث میں

ایک دوسری عبارت کی توضیح وتشریح اور شرعی احکام کی تفصیل مرقوم ہے: واللہ الموفق

الصورام الہندیہ میں تصدیق

ماقبل میں فتاویٰ مظہریہ کی اس عبارت پر بحث مرقوم ہوئی، جس میں صاحب فتاویٰ نے موت کے بعد توبہ کی خبر کے سبب اکابر دیوبند کی تکفیر سے سکوت کو اپنا مسلک بتایا۔ الصوارم الہندیہ میں مفتی موصوف کی تصدیق بھی موجود ہے۔ تصدیق مندرجہ ذیل ہے۔

''اس عاجز کا یہ کہاں زہرہ کہ حضرات علمائے کرام حرمین شریفین کے مخالف لب کشائی کر سکے۔ ان حضرات نے جو کچھ فرمایا، حق وواجب العمل ہے: فقط

محمد مظہر اللہ غفرلہ: امام مسجد فتح پوری (دہلی)

(الصوارم الہندیہ: ص122-مرکزی جماعت اہل سنت لاہور)

اس تصدیق سے بالکل واضح ہے کہ صاحب فتاویٰ مظہریہ اشخاص اربعہ کو کافر مانتے تھے، لیکن توبہ کی خبر کے سبب موصوف نے بعد میں اپنا مسلک سکوت بتایا۔

چوں کہ اشخاص اربعہ سے متعلق توبہ کی کوئی خبر نہیں۔ دیوبندی لوگ بھی توبہ کی بات نہیں بیان کرتے تو اشخاص اربعہ کو کافر ماننے کا حکم ہوگا اور مفتی موصوف کو کسی کی خبر کاذب کے سبب تردد لاحق ہو گیا اور انہوں نے اپنا مسلک سکوت بتایا تو وہ معذور ہیں۔

الصوارم الہندیہ میں موجود تصدیقات سال 1344/1345 ہجری میں حاصل کی گئی تھیں۔ اس وقت اشخاص اربعہ میں سے خلیل احمد انبیٹھوی (1346-1299) اور اشرف علی تھانوی (1362-1280) زندہ تھے۔ امید یہی ہے کہ ان سب کی موت کے بعد دیوبندیوں نے توبہ کی افواہ پھیلائی ہو، جیسے گنگوہی کی موت کے بعد اس کے فتویٰ وقوع کذب کو غیر ثابت اور جھوٹا بتانے لگے اور رشید احمد گنگوہی اپنی زندگی میں پندرہ سال تک خاموش رہا۔ کفر کا حکم عائد کیا گیا، لیکن خموشی برقرار۔ مرتے ہی تاویل کا بازار گرم ہو گیا۔

اگر محض موت اور احتمال توبہ کے سبب مفتی موصوف سکوت کا مسلک اختیار کرتے تو الصوارم الہندیہ کی تصدیق سے قبل افراد خمسہ میں سے تین یعنی نانوتوی، گنگوہی اور قادیانی کی موت ہو چکی تھی۔احتمال توبہ کے سبب موصوف لکھتے کہ ان تینوں کی تکفیر سے سکوت کرتا ہوں، اور باقی دو کو کافر مانتا ہوں۔الحاصل مفتی موصوف کو اشخاص اربعہ کی توبہ کی خبر کے سبب تردد ہوا، پھر اپنے حق میں سکوت کو اختیار کیا۔دوسروں کو تکفیر سے سکوت کا حکم نہیں دیا۔

احتمال توبہ کس کے حق میں مفید؟

توبہ کا احتمال اس شخص کے حق میں مفید ہے جس کا کفر ثابت نہ ہو، بلکہ اس کے ثبوت میں احتمال ہو۔یزید پلید کے کفریات ثابت نہیں، بلکہ ان کے ثبوت میں احتمال ہے۔جس کا کفر ثابت نہ ہو، بلکہ ایمان وکفر کی جہت مساوی ہو تو اصل کے اعتبار سے وہ مومن ہے اور اس سے متعلق کفر کی روایت کے سبب اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا جاتا ہے۔

چوں کہ اصل کے اعتبار سے وہ مومن ہے، لہٰذا اس کی حالت اصلیہ کے اعتبار سے اس کے بارے میں تاویل کی جاتی ہے، لیکن جس کا کفر ثابت ہو، اس کے بارے میں تاویل کی گنجائش نہیں، کیوں کہ وہ کافر ہے۔درج ذیل عبارت میں یزید کی حالت اصلیہ کے اعتبار سے احتمال توبہ کی تاویل کی گئی ہے۔ایسی تاویل اشخاص اربعہ، قادیانی ودیگر مرتدین سے متعلق نہیں کی جاسکتی ہے، کیوں کہ ان لوگوں کے کفریات ثابت ہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ’’ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے۔قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر (لعنهم الله) فرمایا، لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں، کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں، نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں: لقولہ تعالیٰ: ((فسوف يلقون

غیـا الا من تاب)) اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے،اوراس کے عدم پر جزم نہیں،اوریہی احوط واسلم ہے،مگراس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے،ضلالت وبد مذہبی صاف ہے، بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمہ ہو:((وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون))‘‘۔(فتاویٰ رضویہ: جلدششم:ص107-108-رضا اکیڈمی ممبئی)

(1)حضورصدرالشریعہ اعظمی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:’’مسلمان کومسلمان ، کافرکوکافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔اگر چہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا،تاوقتے کہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو،مگراس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو،اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنادیتا ہے‘‘۔

(بہارشریعت: حصہ اول:ص185-مجلس المدینۃ العلمیہ)

جس کا کفر ثابت ہے،وہ کافر ہے۔احتمال توبہ کے سبب اس کے کفر میں توقف نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ کافر کے بارے میں تاویل نہیں کی جاتی ہے، بلکہ مومن کے بارے تاویل کی جاتی ہے،تاکہ اس پر حکم کفر نہ آسکے۔جس کا کفر ثابت نہیں،لیکن اس کے کفر کی مشکوک روایت موجود ہےتو حالت اصلیہ کے اعتبار سے اسے مومن مان کراس کے بارے میں تاویل کی جاتی ہے،توبہ پر موت کے احتمال کوتکفیر سےسکوت کا ایک سبب مانا جاتا ہے۔

(2)ایک شخص نے براہین قاطعہ کی کفریہ عبارت کی تاویل کی تھی۔اس وقت اس کا مؤلف خلیل انبیٹھوی زندہ تھا۔حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا:

’’بفرض غلط اوروں میں تاویل ممکن ہوتو وہ مسلم کے کلام میں ہوتی ہے کہ اس پر کفر نہ آنے پائے۔جس پر کفر آچکا،اس کے لیے تاویل کس غرض سے‘‘۔

(الموت الاحمر:ص8: جامعۃ الرضا بریلی شریف)

تحقیق کامل کے بعد جس کی صحیح تکفیر کلامی ہو چکی ہے،وہ کافر کلامی ہے۔اب اس کے کلام میں تاویل کی ضرورت نہیں۔مومن کے کلام میں تاویل تلاش کی جاتی ہے،تا کہ اس پر حکم کفر عائد نہ ہو سکے۔جو لوگ قادیانی اور اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں کی تاویل کرتے ہیں،وہ کفار کے کلام کی تاویل کرتے ہیں۔وہ مومن کے کلام کی تاویل نہیں۔

(3)کسی کلمہ گو کا کفر ثابت نہ ہونے پر حالت اصلیہ کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی نے یزید سے متعلق رقم فرمایا:(**وقالت طائفة:ليس بكافر فان الاسباب الموجبة لم يثبت عندنا منها شيء-والاصل بقائه على اسلامه حتى يعلم ما يخرجه عنه**)(الصواعق المحرقہ:ص220-استنبول ترکی)

ترجمہ:اور ایک جماعت نے کہا کہ یزید کافر نہیں،کیوں کہ(کفر کو)واجب کرنے والے اسباب میں سے کوئی سبب ہمارے نزدیک ثابت نہیں اور اصل اس کا اسلام پر باقی رہنا ہے،یہاں تک کہ اس کا علم ہو جائے جو اسے اسلام سے خارج کر دے۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی نے رقم فرمایا:(**وانت خبير بانه لم يثبت موجب واحدة من المقالتين-والاصل انه مسلم فنأخذ بذلك الاصل حتى يثبت عندنا ما يوجب الاخراج عنه-ومن ثم قال جماعة من المحققين ان الطريقة الثابتة القويمة فى شأنه التوقف فيه وتفويض امره الى الله سبحانه وتعالى-لانه العالم بالخفيات والمطلع على مكنونات السرائر وهواجس الضمائر فلا نتعرض لتكفيره اصلا -لان هذا هو الاحرى والاسلم-وعلى القول بانه مسلم فهو فاسق شرير سكير جائر**)(الصواعق المحرقہ:ص220-استنبول ترکی)

ترجمہ:اور تجھے معلوم ہے کہ دونوں باتوں(حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق مروی دونوں باتوں)میں سے کسی ایک کی روایت ثابت و متحقق نہیں اور اصل یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے تو ہم اسی اصل کو اختیار کریں گے،یہاں تک کہ ہمارے نزدیک وہ امر

ثابت ہو جائے جو اسلام سے نکالنے کا سبب ہو۔

اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا کہ یزید کے بارے میں ثابت وصحیح طریقہ اس کے بارے میں توقف کرنا ہے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے، کیوں کہ وہی پوشیدہ امور کو جاننے والا اور چھپے رازوں اور دلوں کی خفیہ باتوں پر اطلاع رکھنے والا ہے، پس اس کی تکفیر سے بالکل تعرض نہیں کیا جائے گا اور یہی زیادہ سلامتی والا طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

اور اس قول پر کہ وہ مسلمان ہے، پس وہ فاسق، شریر، بڑا شرابی اور ظالم ہے۔

بحث دوم

کفریہ عبارت سمجھ میں نہ آئے تو کیا حکم ہے؟

سوال دوم: فتاویٰ مظہریہ کی ایک عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کو اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارت سمجھ میں نہ آئے اور وہ اشخاص اربعہ کو کافر نہ مانے تو وہ خود کافر نہیں ہوگا۔

سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے۔

سوال نمبر ۲۴۸: جو حضرات علمائے دیوبند کی ایسی تحریرات کی تاویلیں پیش کرتے ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی مترشح ہوتی ہے، اور یہ کہتے ہیں کہ علمائے بریلوی ان عبارات کے غلط معنی ومفہوم لیتے ہیں تو ایسے حضرات کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

مستفتی: محمد ایوب الرحمٰن خطیب جامع مسجد سبزی منڈی خانیوال (مغربی پاکستان)

۲۹: جولائی ۱۹۵۷ء

الجواب: جو عبارتیں مابہ النزاع ہیں، وہ خالص اردو کی عام فہم ہیں، پس ان کے معنی کے سمجھنے میں نہ کسی دیوبندی کا اعتبار ہے، اور نہ بریلوی کے فہم کا۔ بلا کسی رورعایت کے عام

ہندوستانی جوان عبارات کے معنی بتلائیں ،اس ہی کا اعتبار ہے، پھر اس پر شریعت مطہرہ کا جو حکم ہے،اس پر عمل لازم ۔البتہ اگر کوئی شخص ایسے مقام کا ہے جس میں رہنے والوں کی سمجھ ہی اوندھی ہوتی ہے، جیسے ہندوستان میں بھونکر یا شکار پور وغیرہ ۔یا ہے تو وہ شخص خطہ حکما کا، لیکن قسام ازل نے اسے سمجھ ہی ایسی عطا فرمائی ہے کہ اس کے سمجھ میں ہی کسی عبارت کے ایسے ظاہری معنی نہیں آتے جو موجب کفر ہیں، بلکہ ایسے معنی آتے ہیں جو موجب کفر نہیں تو ایسے شخص کی دیانۃً تکفیر نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے معنی کا قائل نہیں جو موجب تکفیر ہیں ۔

لیکن اگر وہ ان عبارات کے قائلین کی رعایت سے ایسے معنی بیان کرتا ہے، حالاں کہ اس کا قلب گواہی دیتا ہے کہ ان کے معنی وہی ہیں جو ظاہر کلام سے مفہوم ہوتے ہیں تو ایسے شخص کی تکفیر نہ کرنا اس کے لیے کچھ مفید نہیں ہوسکتا: فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ :مسجد جامع فتح پوری (دہلی)

۱۴:اگست ۱۹۵۷ء

(فتاویٰ مظہریہ: جلد دوم :ص 375-ادارہ مسعودیہ کراچی)

سوال دوم کے جوابات

صاحب فتاویٰ مظہریہ نے یہ رقم فرمایا ہے کہ دیانۃً ایسے ناسمجھ کی تکفیر نہیں کی جائے گی ،لیکن اپنے قول پر کوئی دلیل رقم نہیں فرمائی ہے ۔اگر دلیل رقم فرماتے تو اس پر غور کیا جاتا ۔ تاہم یہ قول اصول شرع کے موافق نہیں ،اس لیے یہ قابل عمل نہیں ۔بعض دیگر اہل علم کو بھی ایسا شبہ ہوسکتا ہے، بایں سبب ان شاءاللہ تعالیٰ مختلف طرز پر اس مسئلہ کی تفہیم ہوگی ۔

(1) لغزش وخطا اور مذہب ومسلک

مفتی موصوف نے ایک مفتی کے فتویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم فرمایا:

''اس جواب میں مفتی صاحب سے لغزش ہوئی''۔

(فتاویٰ مظہریہ: جلد دوم:ص379-ادارہ مسعودیہ کراچی)

مفتی موصوف کے منقولہ بالا جملے سے واضح ہوگیا کہ مفتی سے لغزش کا وقوع ممکن ہے ، بلکہ لغزش واقع ہوتی ہے۔لغزش کا حکم یہ ہے کہ جیسے ہی اس پر اطلاع ہو، بطیّب خاطر اس سے رجوع کیا جائے۔اپنی لغزش پر مطلع نہ ہونے کے سبب مفتی معذور ہے،لیکن اس لغزش کو ان کا مسلک بتانا غلط ہے۔لغزش وخطا کو مسلک قرار نہیں دیا جاتا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ''القمع المبین لآ مال المکذ بین'' میں متقدمین کے ان کفریہ کلمات کونقل فرمایا ہے جوان حضرات سے بسبب لغزش صادر ہوئے اورانہیں اطلاع نہ ہوسکی کہ ہمارے کلام سے کفرلازم آتا ہے۔ایسے اقوال غلط ہیں اور قائلین عدم علم کے سبب معذور ہیں۔باب پنجم میں محققین ومناظرین کی لغزش وخطا کے احکام مرقوم ہیں۔

(2)احکام شرعیہ اور عقل تکلیفی

جب تک عقل تکلیفی موجود ہے، بندہ احکام شرعیہ کا مکلّف ہے۔قلبی تصدیق واعتقاد کا حکم کبھی مرتفع نہیں ہوتا ہے، گرچہ جبرواکراہ کے سبب زبانی اقرار کا حکم مرتفع ہوجاتا ہے اورزبان سے کفری قول کہنے کی رخصت ہوتی ہے۔

اسی طرح عملی احکام کے عمل وادا میں کبھی رخصت ہوتی ہے،مثلاً مسافر کو ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت،معذور کو بیٹھ کر فرض نماز ادا کرنے کی رخصت۔

تصدیق واعتقاد میں رخصت کا حکم نہیں۔ضروریات دین،ضروریات اہل سنت ودیگر شرعی احکام کے حق ہونے کا اعتقاد سب پر لازم ہے،خواہ سمجھ میں آئے،یا نہ آئے۔

اتنا تو سمجھ میں آئے گا کہ یہ شرعی حکم ہے،پس تصدیق واعتقاد کے لیے اتنا ہی علم کافی ہے۔آیات متشابہات کے معانی کا علم بندوں کونہیں دیا گیا،لیکن آیات متشابہات کا انکار یقیناً کفر ہے۔اتنا تو ہرایک کوسمجھ میں آئے گا کہ یہ قرآن مقدس کی آیات طیبہ ہیں۔ایمان

کے لیے اتنا ہی علم کافی ہے۔ایسا نہیں کہ کسی کو توحید خداوندی سمجھ میں نہ آئے تو اسے دو معبود یا چند معبود ماننے کی رخصت ہوگی۔یہی مشرکین مکہ کو سمجھ میں نہیں آتا تھا،وہ کہتے تھے۔

(اَ جَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا–اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ)(سورہ ص:آیت 5)

ترجمہ:کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا۔بے شک یہ عجیب بات ہے۔

(کنزالایمان)

عدم فہم کے باوجود مشرکین کو معذور قرار نہیں دیا گیا،کیوں کہ عقل تکلیفی موجود تھی۔وہ اپنا شبہ ذاتی غور وفکر یا دیگر اصحاب عقل سے پوچھ کر دور کر سکتے تھے۔اسی طرح حشر جسمانی پر شبہ تھا۔مشرکین مکہ ومشرکین عرب کے بہت سے شبہات باطلہ کو دور کرنے کے واسطے قرآن مجید میں آیات مقدسہ نازل ہوئیں،مثلاً مشرکین کہتے کہ سب فنا ہو جائیں گے تو حشر کیسے؟

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:(وضرب لنا مثلا ونسی خلقه–قال من يحيي العظام وهی رميم::قل يحييها الذی انشأها اول مرة وهو بكل خلق عليم)

(سورہ یٰسین:آیت 78-79)

ترجمہ:اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا۔بولا،ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔تم فرماؤ!انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔(کنزالایمان)

مشرکین نے شبہ کے سبب حشر جسمانی کا انکار کیا تھا،لیکن ان کو معذور نہیں قرار دیا گیا۔جب کوئی شبہ ہو تو شبہ دور کرنے کا حکم ہے۔حکم شرعی کے انکار کی گنجائش نہیں

فتاویٰ مظہریہ کی قابل تنقیح عبارت

صاحب فتاویٰ مظہریہ کا درج ذیل قول شرعی اعتبار سے قابل قبول نہیں۔

''البتہ اگر کوئی شخص ایسے مقام کا ہے جس میں رہنے والوں کی سمجھ ہی اوندھی ہوتی

ہے، جیسے ہندوستان میں بھونکر یا شکار پور وغیرہ۔ یا ہے تو وہ شخص خطہ حکما کا، لیکن قسام ازل نے اسے سمجھ ہی ایسی عطا فرمائی ہے کہ اس کے سمجھ میں ہی کسی عبارت کے ایسے ظاہری معنی نہیں آتے جو موجب کفر ہیں، بلکہ ایسے معنی آتے ہیں جو موجب کفر نہیں تو ایسے شخص کی دیانۃً تکفیر نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسے معنی کا قائل نہیں جو موجب تکفیر ہیں''۔

(فتاویٰ مظہریہ: جلد دوم:ص375-ادارہ مسعودیہ کراچی)

منقولہ بالا عبارت میں جو کچھ بیان کیا گیا، وہ درست نہیں۔ اگر قرآن مجید میں کوئی معنی بیان کیا گیا ہے اور وہی معنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک متواتر ہے، جیسے آیت ختم نبوت کا معنی ختم زمانی ہے۔ یہ تواتر کے ساتھ مروی ہے۔ اگر کسی الٹی سمجھ والے کو آیت مقدسہ سے ختم زمانی کا معنی سمجھ میں نہ آئے اور وہ دوسرا معنی مراد لے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زمانہ کے اعتبار سے آخری نبی نہ مانے تو وہ ہرگز معذور نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ قرآن وحدیث کا وہی معنی مراد لینا ضروری ہوگا جو بتا دیا گیا، خواہ کسی کی سمجھ میں آئے، یا نہ آئے، لیکن علمائے اسلام کے فتاویٰ سمجھ میں نہ آئے تو انکار کا حق ہے تو یہ بات بھی غلط ہے۔ عوام کو علمائے معتمدین کے فتاویٰ ماننے کا حکم ہے۔

باب اول: بحث دوم، سوم و چہارم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ عوام کو اہل علم کے فتاویٰ ماننا لازم ہے۔ جسے کوئی شرعی حکم سمجھ میں نہ آئے تو اسے سمجھنے کی کوشش کرنی ہے۔ باب اول: بحث سوم امام غزالی کی طویل عبارت منقول ہے۔ اس میں بتایا گیا کہ اگر کسی کو اپنا شبہ دور کرنے کے واسطے علم کلام کی ضرورت درپیش ہو تو اسے علم کلام پڑھنا ہوگا۔

عدم فہم کے سبب حکم شرعی کے انکار کی گنجائش نہیں۔ باب اول: بحث چہارم میں بتایا گیا کہ اہل علم کو کسی کافر کلامی کے کفر میں شبہ ہو تو شبہ دور کرے۔ شبہ کے سبب کافر کلامی کو مومن ماننے کا اختیار نہیں۔ مسئلہ تکفیر کلامی میں فقہائے کرام کو متکلمین کا بیان کردہ حکم ماننا ہے، گرچہ ان کو دلیل تکفیر سمجھ میں نہ آئے، پھر عدم فہم کے سبب عوام کو انکار کا حق کیسے ہوگا۔

عدم فہم سے نفس مسئلہ کی عدم فہم مرادنہیں ، بلکہ مسئلہ کے دلائل وشرائط کی عدم فہم مراد ہے۔نفس مسئلہ کوسمجھنا کچھ مشکل نہیں۔باشعور بچہ کوکہا جائے کہ تھانوی نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی کی تھی،اسی وجہ سے علمائے عرب وعجم نے اسے کافرقرار دیا تو اتنی سی بات باشعور بچہ بھی سمجھ سکتا ہے، پھر عاقل بالغ مکلّف کیوں نہیں اسے سمجھ سکے گا۔بالفرض اگرنفس مسئلہ بھی نہ سمجھ میں آئے تو اسے سمجھنا اور ماننا ہے۔انکار کی گنجائش نہیں۔

درحقیقت اس قول کی بنیاداس پر ہے کہ عالم وجاہل ہرشخص کوذاتی تحقیق کی بنیاد پرکسی کوکافر ماننا ہے۔ذاتی تحقیق کی بنیاد پرکسی کوکافرکہنا تکفیر ہےاورتکفیر کلامی کی اجازت صرف ماہر متکلمین کو ہے۔تکفیراورتصدیق میں فرق نہ کرنے کے سبب ایسے نظریات جنم لیتے ہیں۔

کلامی اصول وقوانین کے ماہرعلمائے کرام کوتکفیر کلامی کرنی ہےاورفقہاوعوام مسلمین کووہ حکم شرعی ماننا ہے۔حکم شرعی ماننے کوتصدیق کہا جاتا ہے۔عوام مسلمین کونہ فقہی مسئلہ میں تحقیق کرنی ہے،نہ اعتقادی مسئلہ میں، بلکہ ان کوحکم شرعی کی تصدیق یعنی حکم شرعی کو ماننے کا حکم ہے۔تکفیروتصدیق کی تفصیل ہمارے رسالہ:’’مسئلہ تکفیراورتحقیق وتصدیق‘‘میں ہے۔

جب علمائے معتمدین شرعی حکم بتاچکے۔تمام خواص وعوام اس حکم کو مانتے ہیں تو وہ حکم شرعی حق وصحیح ہے۔الٹی سمجھ والے کواتنا تو سمجھ میں آئے گا کہ ہماری عقل الٹی ہے۔صحیح العقل حضرات جس کوصحیح وحق بتارہے ہیں، وہ حق وصحیح ہے، پس اس کوبھی معلوم ہوگیا کہ حق کیا ہے۔

کم عقلی یا قلت فہم کے سبب حکم شرعی کے انکار کی گنجائش نہیں۔اسے اہل علم سے دریافت کرکے ایمان وعقیدہ درست کرنا ہوگا۔ارشادالٰہی ہے:(فاسئلوا اہل الذکران کنتم لا تعلمون)تفصیلی بحث ہمارے رسالہ:’’لغزش وخطااورضد واصرار‘‘میں مرقوم ہے۔

تصدیق قلبی اوراقرارلسانی کاحکم

صدرالشریعہ بخاری نے رقم فرمایا:((والمأمور به فی صفة الحسن نوعان)

حسن لمعنی فی نفسه وحسن لمعنی فی غیره(اما الاول)فاما ان لا یقبل سقوط التکلیف کالتصدیق-واما ان یقبل کالاقرار باللسان،یسقط حال الاکراه-والتصدیق هو الاصل-والاقرار ملحق به-لانه دال علیه.

فان الانسان مرکب من الروح والجسد فلا تتم صفته-الا بان تظهر من الباطن الی الظاهر بالکلام الذی هو ادل علی الباطن-ولا کذلک سائر الافعال-فمن صدق بقلبه وترک الاقرار من غیر عذر لم یکن مومنا -وان صدق ولم یصادف وقتا یقر فیه یکون مؤمنًا-وکالصلوٰة تسقط بالعذر)(توضیح مع التلویح: جلداول ص329-330دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:صفت حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی دوقسمیں ہیں۔حسن لذاتہ اورحسن لغیرہ۔ ،لیکن اول(حسن لذاتہ)یاتو سقوط تکلیف کوقبول نہیں کرے گا،جیسے تصدیق قلبی،یا سقوط کو قبول کرے گا،جیسے اقرارلسانی،یہ حالت اکراہ میں سقوط کوقبول کرے گا۔تصدیق قلبی اصل ہےاوراقرارلسانی اسی سے ملحق ہے،اس لیے کہ اقرارلسانی تصدیق قلبی پردلالت کرتا ہے۔

بے شک انسان روح وجسم سے مرکب ہے،پس اس کی صفت اسی وقت مکمل ہوگی جب باطن سے ظاہر کی طرف اس کلام کے ذریعہ اس صفت کاظہور ہوجوکلام باطن پردلالت کرنے والا ہو،اورتمام افعال ایسے نہیں ہیں،پس جس نے اپنے دل سے تصدیق کی اور بلا عذراقرارلسانی کوترک کیا تو وہ مومن نہیں،اوراگرتصدیق قلبی کیا اوراسے کوئی وقت نہ مل سکا جس وقت وہ اقرار کرسکےتو وہ مومن ہے،اورجیسے نماز کہ عذر کے سبب ساقط ہوجاتی ہے۔

تصدیق قلبی کاحکم کبھی بھی مرتفع نہیں ہوتا،جب تک عقل تکلیفی موجود ہے،نیز اقرار لسانی جب تصدیق قلبی کے موافق ہو،تب قابل قبول ہے،ورنہ غیر مقبول جیسے منافق کااقرار غیرمقبول قرار پایااوراللہ تعالیٰ نے انہیں کافرقرار دیا۔نماز وغیرہ حالت عذر میں ساقط ہو جاتی ہے،مثلاً حیض ونفاس کی حالت میں نماز کاحکم نہیں اور بعد میں قضا کاحکم بھی نہیں۔

عقل تکلیفی کیا ہے؟

چوں کہ بندوں کی عقلیں متفاوت ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے عقل کی مدد کے لیے حضرات انبیاو مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ بندوں کو عذر نہ رہے، اور حضرات انبیاو مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت وارشاد سے احتمالات باطلہ کو دور کرلیں۔

(الف)(وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا)(سورہ اسراء: آیت 15)

ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں، جب تک رسول نہ بھیج لیں۔(کنزالایمان)

(ب)(وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ)(سورہ قصص: آیت 59)

ترجمہ: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے، اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے، مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔(کنزالایمان)

انسانوں کو عقل دی گئی اور مکلّف بنایا گیا کہ احکام خداوندی کو تسلیم کریں۔ اگر شبہات باطلہ معدوم ہوں تو تکلیف کی صورت باطل ہو جائے گی، کیوں کہ بدیہی غیر کسبی میں عقل اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ وہاں علم اضطراری پایا جاتا ہے، ایسی صورت میں عقل کو استعمال کر کے دو راستوں میں سے ایک راہ کو اختیار کرنے کی صورت مفقود ہوگی۔

بندوں کو مکلّف بنائے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی عقل کو استعمال کر کے حق کو حق مانے، تب وہ مومن ہوگا۔ اگر کسی کی گردن پر تلوار رکھ دی گئی اور وہ موت کے خوف سے ایمان لایا، عقلی یقین وقلبی اعتقاد نہیں تو ہرگز مومن نہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:(لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ)

(سورہ بقرہ: آیت 256)

ترجمہ: کچھ زبردستی نہیں دین میں، بے شک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمرہی سے۔
(کنزالایمان)

اکراہ کے سبب ظاہری ایمان ہوتو وہ قبول نہیں۔ مدار تکلیف عقل ہے۔ عقل کے سبب ایمان وتصدیق ہو، تب قبول ہے۔ قرآن مجید میں جابجا اس حقیقت کی تفہیم کی گئی کہ ہم نے اپنے رسولوں اور نبیوں کے ذریعہ حق وباطل واضح کردیا۔ عقل کے سہارے شبہات باطلہ دور کرلو۔ نہ سمجھ میں آئے تو ہمارے رسولوں اور نبیوں کو شبہات باطلہ بتاؤ، وہ تمہارے شبہات باطلہ دور فرمائیں گے۔ جب نبوت ورسالت کا سلسلہ بند ہوگیا اور نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث فرما دیئے گئے تو ان کے بعد علمائے امت کو دفع شبہات کا فریضہ انجام دینا ہے۔ ایسا نہیں کہ جس کو جو سمجھ میں آئے، اسی کو عقیدہ بنالے۔

قطعی حکم ماننا سب پر لازم ہے۔ عدم فہم کے سبب کوئی معذور نہیں ہوگا۔ اگر عقل تکلیفی زائل ہوجائے، مثلاً پاگل ہوجائے، یا عقل تکلیفی کی مدت کو نہ پہنچا ہو، مثلاً ناسمجھ بچہ تو ایسے لوگوں پر حکم عائد نہیں ہوگا: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

امام اکمل الدین بابرتی حنفی (۷۱۴ھ-۷۸۶ھ) نے عورتوں کے نقصان عقل کی وضاحت میں رقم فرمایا کہ عورتوں کو عقل تکلیفی ہوتی ہے، گرچہ اتنی عقل نہیں کہ حکومت وسلطنت اور ملک وقوم کی ذمہ داری نبھا سکے۔ درحقیقت ان کی تخلیق کا یہ مقصد بھی نہیں۔

عقل بالملکہ مدار تکلیف ہے۔ عقل بالملکہ یہ ہے کہ آدمی کے پاس غور وفکر کی قوت ہو۔ پاگل ومجنوں کی یہ قوت ختم ہوجاتی ہے۔ مکلّف ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ افلاطون، سقراط، بقراط اور فارابی وابن سینا کی طرح فلسفی اور دانشور ہو، بلکہ جو اپنے نفع ونقصان اور خیر وشر کو سمجھتا ہے، وہ عقل تکلیفی والا ہے۔ بچہ آگ میں ہاتھ ڈال دیتا ہے، اسے اتنی عقل نہیں کہ وہ خیر وشر اور نفع ونقصان کو سمجھ سکے، لہٰذا وہ احکام شرعیہ کا مکلّف نہیں۔

عقل کے اعتبار سے نفس ناطقہ کے چار درجات ومراتب ہیں۔

مرتبہ اولیٰ: عقل تمام معقولات ومعلومات سے خالی ہوتی ہے،لیکن اس کے پاس معقولات کے حصول کی قوت بعیدہ اوراستعداد ہوتی ہے۔اس کوعقل ہیولانی کہا جاتا ہے۔ بے شعور چھوٹے بچوں کے پاس عقل ہیولانی ہوتی ہے۔اسی عقل ہیولانی کے اعتبار سے وہ دیگر حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔عقل ہیولانی ابتدائے فطرت میں ہی عطا کردی جاتی ہے۔

مرتبہ ثانیہ: عقل کو معقولات بدیہیہ حاصل ہوں اور وہ بدیہیات سے نظریات کی طرف منتقل ہونے کی قوت رکھتی ہو۔اس کوعقل بالملکہ کہا جاتا ہے۔یہی مدار تکلیف ہے۔

مرتبہ ثالثہ: عقل کو معقولات نظریہ حاصل ہوں،لیکن وہ مستحضر نہ ہوں، بلکہ مخزون وجمع ہوں کہ عقل جب چاہے، بلاکسب جدید اسے مستحضر کر سکے، کیوں کہ وہ نظریات عقل میں محفوظ ہیں۔اس کوعقل بالفعل کہا جاتا ہے۔

مرتبہ رابعہ: عقل معقولات بدیہیہ ومعقولات نظریہ کا بالفعل مطالعہ ومشاہدہ کرے۔ معقولات اسے مستحضر ومشاہد ہوں۔اس کا نام عقل مطلق اورعقل مستفاد ہے۔

(الف)امام اکمل الدین بابرتی حنفی نے عورتوں کی عقل کے بارے میں رقم فرمایا:

(وَالْجَوَابُ عَنْ الْأَوَّلِ:أَنَّهُ لَا نُقْصَانَ فِي عَقْلِهِنَّ فِيمَا هُوَ مَنَاطُ التَّكْلِيفِ-وَبَيَانُ ذَلِكَ أَنَّ لِلنَّفْسِ الْإِنْسَانِيَّةِ أَرْبَعَ مَرَاتِبَ:

اَلْأُولٰى:اسْتِعْدَادُ الْعَقْلِ-وَيُسَمَّى الْعَقْلَ الْهَيُولَانِيَّ وَهُوَ حَاصِلٌ لِجَمِيعِ أَفْرَادِ الْإِنْسَانِ فِي مَبْدَإِ فِطْرَتِهِمْ.

وَالثَّانِيَةُ:أَنْ تَحْصُلَ الْبَدِيهِيَّاتُ بِاسْتِعْمَالِ الْحَوَاسِّ فِي الْجُزْئِيَّاتِ فَيَتَهَيَّأُ لِاكْتِسَابِ الْفِكْرِيَّاتِ بِالْفِكْرِ-وَيُسَمَّى الْعَقْلَ بِالْمَلَكَةِ وَهُوَ مَنَاطُ التَّكْلِيفِ.

وَالثَّالِثَةُ:أَنْ تَحْصُلَ النَّظَرِيَّاتُ الْمَفْرُوغُ عَنْهَا مَتَى شَاءَ مِنْ غَيْرِ افْتِقَارٍ إلَى اكْتِسَابٍ-وَهُوَ يُسَمَّى الْعَقْلَ بِالْفِعْلِ.

وَالرَّابِعَةُ: هُوَ أَنْ يَسْتَحْضِرَهَا وَيَلْتَفِتَ إِلَيْهَا مُشَاهَدَةً وَيُسَمَّى الْعَقْلَ الْمُسْتَفَادَ.

وَلَيْسَ فِيمَا هُوَ مَنَاطُ التَّكْلِيفِ وَهُوَ الْعَقْلُ بِالْمَلَكَةِ فِيهِنَّ نُقْصَانٌ بِمُشَاهَدَةِ حَالِهِنَّ فِي تَحَصُّلِ الْبَدِيهِيَّاتِ بِاسْتِعْمَالِ الْحَوَاسِّ فِي الْجُزْئِيَّاتِ وَبِالتَّنْبِيهِ إِنْ نَسِيَتْ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ فِي ذَلِكَ نُقْصَانٌ لَكَانَ تَكْلِيفُهُنَّ دُونَ تَكْلِيفِ الرِّجَالِ فِي الْأَرْكَانِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ-وَقَوْلُهُ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (هُنَّ نَاقِصَاتُ عَقْلٍ) الْمُرَادُ بِهِ الْعَقْلُ بِالْفِعْلِ وَلِذَلِكَ لَمْ يَصْلُحْنَ لِلْوِلَايَةِ وَالْخِلَافَةِ وَالْإِمَارَةِ) (العنایۃ شرح الہدایۃ: جلد 10 ص 384-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: سوال اول کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کی وہ عقل ناقص نہیں جو مدار تکلیف ہے۔اس کی وضاحت یہ ہے کہ نفس انسانی کے چار مراتب ہیں۔

مرتبہ اولیٰ: عقلی استعداد اور اس کا نام عقل ہیولانی ہے اور یہ تمام افراد انسانی کو اس کی ابتدائے فطرت میں حاصل ہے۔

مرتبہ دوم: جزئیات میں حواس کے استعمال سے بدیہیات حاصل ہو جائیں، پس وہ غور وفکر کے ذریعہ نظریات کے اکتساب کے قابل ہو جائے، اور اس کا نام عقل بالملکہ ہے اور یہی مدار تکلیف ہے۔

مرتبہ ثالثہ: حاصل شدہ نظریات کو جب چاہے، بلا نظر وکسب کے حاضر کر سکے، اور اس کا نام عقل بالفعل ہے۔

مرتبہ رابعہ: حاصل شدہ معقولات متحضر ہوں اور ان کا مشاہدہ کرے، اور اس کا نام عقل مستفاد ہے۔

مدار تکلیف یعنی عورتوں کی عقل بالملکہ میں کوئی کمی نہیں، ان عورتوں کے حال کا مشاہدہ ہونے کے سبب کہ وہ جزئیات میں حواس کو استعمال کر کے بدیہیات کو حاصل کرتی

ہیں اور تنبیہ کے ذریعہ حاصل کرتی ہیں اگر بھول جائیں، پس اگر عقل بالملکہ میں کمی ہوتی تو وہ مردوں کی بہ نسبت کم فرائض کی مکلّف ہوتیں، حالاں کہ ایسا نہیں۔

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک کہ عورتیں ناقص العقل ہیں، اس سے عقل بالفعل مراد ہے، اور اسی لیے عورتیں ولایت، خلافت اور امارت کی اہل نہیں۔

عورتوں کے پاس بھی عقل بالملکہ ہے، لہٰذا بلا تفریق ان کے لیے بھی وہ تمام امور فرض ہیں جو مردوں کے لیے فرض ہیں، گرچہ وہ خلافت وسلطنت اور حکومت وامارت کی صلاحیت نہیں رکھتیں اور ان امور کے اعتبار سے وہ کم عقل ہیں۔ اسی طرح کم عقل انسان کے پاس بھی عقل بالملکہ ہے تو وہ احکام اسلامی کا مکلّف ہے اور جب اتنی عقل نہیں کہ احکام شرعیہ کے دقائق وحقائق کو سمجھ سکے تو وہ حقائق ودقائق سمجھنے کا مکلّف نہیں ہوگا، لیکن اسلامی احکام اسے ماننے ہوں گے۔ نفس مسائل سمجھنا مشکل نہیں۔ دلائل سمجھنا مشکل ہے۔ دلائل سمجھنا ہر ایک کے لیے لازم نہیں اور مسائل کا علم ہو تو مسائل کو ماننا لازم ہے۔

عنایہ شرح ہدایہ کی منقولہ بالا عبارت ''البحر الرائق'' (کتاب الشہادات، جلد ہفتم: ص 62- مکتبہ شاملہ) اور ''مجمع الانہر'' (کتاب الشہادات: جلد سوم: ص 262- مکتبہ شاملہ) میں منقول ہے۔ تینوں کتابوں میں صراحت ہے کہ عقل بالملکہ مدار تکلیف ہے۔

(ب) امام غزالی نے رقم فرمایا: (ثم للقوة النظرية أربعة أحوال:

الأولى: أن لا يكون لها شيء من المعلومات حاصلة - وذلك للصبي الصغير - ولكن فيه مجرد الإستعداد فيسمى هذا عقلا هيولانيا.

الثانية: أن ينتهي الصبي إلى حد التمييز فيصير ما كان بالقوة البعيدة بالقوة القريبة - فإنه مهما عرض عليه الضروريات وجد نفسه مصدقا بها - لا كالصبي الذى هو ابن مهد - وهذا يسمى العقل بالملكة.

الثالثة: ان تكون المعقولات النظرية حاصلة فى ذهنه - ولكنه غافل

عنها–ولكن متى شاء احضرها بالفعل–ويسمى عقلا بالفعل.

الرابعة:العقل المستفاد–وهوأن تكون تلك المعلومات حاضرة فى ذهنه وهو يطالعها ويلابس التأمل فيها–وهو العلم الموجود بالفعل الحاضر.

فحد العقل الهيولانى:أنه قوة للنفس مستعدة لقبول ماهيات الأشياء مجردة عن المواد–وبها يفارق الصبى الفرس وسائر الحيوانات–لا بعلم حاضر ولا بقوة قريبة من العلم.

وحد العقل بالملكة:أنه استكمال العقل الهيولانى حتى يصير بالقوة القريبة من الفعل.

وحد العقل بالفعل:إنه إستكمال للنفس بصور ما أى صور معقولة حتى متى شاء عقلها أو أحضرها بالفعل.

وحد العقل المستفاد:أنه ماهية مجردة عن المادة مرتسمة فى النفس علٰى سبيل الحصول من خارج)

(معیار العلم فی فن المنطق:ص278-279-دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:قوت نظریہ کے چار احوال ہیں:

(1)پہلا حال یہ کہ اس کو معلومات میں سے کچھ حاصل نہ ہو،اور یہ حال چھوٹے بچے کا ہے،لیکن اس بچے میں صرف استعداد ہوتی ہے،پس اس حال کا نام عقل ہیولانی ہے۔

(2)دوسرا حال یہ کہ بچہ حد تمیز تک پہنچ جائے تو جس امر کی قوت بعیدہ تھی،اس کی قوت قریبہ ہو جاتی ہے،کیوں کہ جب کبھی اسے بدیہیات پیش کیے جاتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو اس کی تصدیق کرنے والا پاتا ہے،اس بچے کی طرح نہیں جو گود میں ہو،اور اس کا نام عقل بالملکہ ہے۔

(3)تیسرا حال یہ ہے کہ معقولات نظریہ اس کے ذہن میں حاصل ہوں،لیکن وہ اس

سے غافل ہو،لیکن جب چاہے،اسے بالفعل حاضر کرلے،اوراس کا نام عقل بالفعل ہے۔

(4) چوتھا حال عقل مستفاد ہے۔عقل مستفاد یہ ہے کہ معلومات اس کے ذہن میں حاضر ہوں اوروہ ان معلومات کا مطالعہ کرے اوراس میں غوروفکر کرے اور یہ بالفعل موجود وحاضر علم ہے۔

پس عقل ہیولانی کی تعریف یہ ہے کہ وہ نفس ناطقہ کی ایسی قوت ہے جواشیا کی ماہیتوں کوقبول کرنے کی استعداد رکھتی ہے اور مواد سے خالی ہے،اوراسی عقل ہیولانی کے سبب بچہ گھوڑا اور تمام حیوانات سے جدا ہوجاتا ہے، نہ کہ علم موجود کے سبب اور نہ ہی علم کی قوت قریبہ کے سبب(کیوں کہ عقل ہیولانی علم موجوداورعلم کی قوت قریبہ سے خالی ہوتی ہے)

اورعقل بالملکہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ عقل ہیولانی کا کمال حاصل کرنا ہے، یہاں تک کہ فعل کی قوت قریبہ ہوجائے۔

اورعقل بالفعل کی تعریف یہ ہے کہ وہ (حاصل شدہ)صورتوں یعنی عقل میں حاصل شدہ صورتوں کے ذریعہ کمال حاصل کرنا ہے، یہاں تک کہ جب چاہے،ان صورتوں میں غور کرے یاان صورتوں کو بالفعل حاضر کرے۔

اورعقل مستفاد کی تعریف یہ ہے کہ وہ مادہ سے مجرد ایک ماہیت ہے، خارج سے حصول کے طور پرنفس میں مرتسم ہے۔

(ج)علامہ اثیرالدین مفضل بن عمر بن مفضل ابہری سمرقندی (م۶۶۳ھ) نے رقم فرمایا:(والنفس باعتبار القوة العاقلة لها مراتب اربع.

المرتبة الاولٰی:ان تكون خالية عن جميع المعقولات،بل هی مستعدة لها-وهی العقل الهيولانی.

والمرتبة الثانية:ان تحصل لها المعقولات البديهية وتستعد لان تنتقل من البديهيات الی النظريات-وهی العقل بالملكة.

والمرتبة الثالثة:ان تحصل لها المعقولات–لكن لا تطالعها بالفعل–بل صارت مخزونة عندها–وهی العقل بالفعل.

والمرتبة الرابعة:ان تطالع معقولاتها المكتسبة–وهی العقل المطلق–وتسمی معقولاتها عقلا مستفادا)

(ہدایۃ الحکمۃ:ص57-مجلس برکات مبارکپور)

ترجمہ:قوت عاقلہ کے اعتبار سے نفس ناطقہ کے چار درجات ہیں:

(1) پہلا درجہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ تمام معقولات سے خالی ہو،لیکن وہ معقولات کی استعداد رکھنے والا ہو،اور یہ عقل ہیولانی ہے۔

(2) دوسرا درجہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ کو معقولات بدیہیہ حاصل ہوں اور وہ بدیہیات سے نظریات کی طرف منتقل ہونے کی استعداد رکھے اور یہ عقل بالملکہ ہے۔

(3) تیسرا درجہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ کو معقولات حاصل ہوں،لیکن وہ اس کا بالفعل مطالعہ نہ کرے، بلکہ وہ معقولات اس کے خزانے میں ہوں اور یہ عقل بالفعل ہے۔

(4) چوتھا درجہ یہ ہے کہ نفس ناطقہ اپنے حاصل شدہ معقولات کا مطالعہ کرے اور یہ عقل مطلق ہے اور اس کے معقولات کا نام عقل مستفاد ہے۔

عقل بالملکہ مدار تکلیف

مرتبہ ثانیہ:عقل کو معقولات بدیہیہ حاصل ہوں اور وہ بدیہیات سے نظریات کی طرف منتقل ہونے کی قوت رکھتی ہو۔اس کو عقل بالملکہ کہا جاتا ہے۔یہی مدار تکلیف ہے۔

باشعور بچہ بھی آگ میں ہاتھ ڈال کر بتادیتا ہے کہ آگ جلانے والی ہے۔

عقل بالملکہ مناط تکلیف ہے۔چھوٹے بچے کو عقل بالملکہ حاصل نہیں ہوتی،لہٰذا وہ مکلّف نہیں۔پاگل،بے ہوش اور نشہ زدہ کی عقل بالملکہ کام نہیں کر پاتی ہے۔ان کے علاوہ

دیگر انسانوں کی عقل بالملکہ صحیح وسالم رہتی ہے،لہٰذاوہ تمام انسان ایمان کے مکلّف ہیں جن کی عقل بالملکہ صحیح وسالم ہو، یہاں تک کہ پہاڑوں کی چوٹیوں ، ویرانوں اور جزیروں میں رہنے والےلوگ بھی مدت تأ مل گزر جانے کے بعد ایمان باللہ کے مکلّف ہیں ۔

الٹی سمجھ والا بھی احکام شرعیہ کا مکلّف ہے ۔شرعی حکم اسے ماننا ہے ۔ چوں کہ الٹی سمجھ والا بھی عقل بالملکہ رکھتا ہے، پس وہ معذور نہیں ۔الٹی سمجھ عذر نہیں ، بلکہ جنون عذر ہے ۔

باشعور بچہ کی عقل قبل بلوغ کامل نہیں ہوتی ،لیکن شعور ہوجا تا ہے،اس لیے بعض شرعی احکام اس سے بھی متعلق ہوجاتے ہیں ۔اسے سات سال میں نماز کی تلقین کرنی ہےاور دس سال کے ہوجائیں تو انہیں تادیباً مارنا بھی ہے، حالاں کہ بلوغت کی اقل عمر بارہ سال ہے ۔

(عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم:مُرُوا أَوْلاَدَكُمْ بِالصَّلاَةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ-وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِى الْمَضَاجِعِ)

(سنن ابی داؤد: باب متی یؤ مر بالغلام بالصلاۃ)

ترجمہ:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کونماز کا حکم دو، جب کہ وہ سات سال کے ہوں ،اورانہیں نماز کے لیے مارو، جب کہ وہ دس سال کے ہوں ، اوران کا بستر الگ کردو۔

علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی نے نابالغ طفل باشعور سے متعلق رقم فرمایا:

(ثم لا يخفى ان المراد التكذيب او عدم التصديق من المكلف ليخرج الصبى العاقل الذى لم يصدق اوصرح بالتكذيب-واما عند القائلين بصحة ايمانه،وبانه يكفر بصريح التكذيب-وان لم يكفر بترك التصديق-فالمراد التكذيب ممن يصح منه الايمان وعدم التصديق ممن يجب عليه الايمان) (شرح المقاصد: جلد پنجم:ص226-عالم الکتب بیروت)

ترجمہ: یہ مخفی نہیں کہ مکلّف کی تکذیب یا عدم تصدیق مراد ہے،تاکہ وہ طفل عقل مند خارج ہوجائے جوتصدیق نہ کرے، یا تکذیب کی صراحت کرے۔

لیکن جوعلماصبی عاقل کے ایمان کے صحیح ہونے ،اورصریح تکذیب سے اس کے کافر ہونے کے قائل ہیں، گرچہ ترک تصدیق سے کافر ہوتوایسے علما کے یہاں جس کا ایمان صحیح ہے،اس کی تکذیب مراد ہے،اورجس پرایمان واجب ہے،اس کی عدم تصدیق مراد ہے۔

علمائے اسلام کے ایک طبقہ کے یہاں غیر بالغ طفل عاقل یعنی باشعور نابالغ بچہ ایمان کا مکلّف نہیں، پس اس کی تکذیب وعدم تصدیق پرشرعی حکم وارد نہیں ہوگا۔

علمائے کرام کے دوسرے طبقہ کے یہاں غیر بالغ طفل عاقل کاایمان صحیح ہے، پس ان کے یہاں غیر بالغ طفل عاقل صریح تکذیب کے سبب کافر ہوجائے گا،لیکن وہ ترک تصدیق کے سبب کافرنہیں ہوگا، کیوں کہ ابھی یہ ایمان کا مکلّف نہیں۔

طبقہ دوم کے یہاں تکذیب سے اس کی تکذیب مراد ہوگی جس کا ایمان صحیح ہے،یعنی بالغ اورصبی عاقل۔طبقہ دوم کے یہاں عدم تصدیق سے ان کی عدم تصدیق مراد ہوگی،جس پرایمان لانا واجب ہے یعنی بالغ ، پس علمائے کرام کے دونوں طبقہ کے یہاں بالغ پرایمان لانا واجب ہے،یعنی ضروریات دین کی تصدیق واجب ہے۔عدم فہم کے سبب بالغ معذور نہیں ہوگا۔عدم علم کے سبب معذور ہوتا ہے کہ جس کوکسی ضروری دینی کا علم حاصل نہ ہو، وہ لاعلمی میں کسی ضروری دینی کاانکارکردےتواس پرحکم کفرنہیں ہوگا۔

صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نےتحریرفرمایا:’’مرتد ہونے کی چندشرطیں ہیں:

(1)عقل: ناسمجھ بچہ اور پاگل سے ایسی بات نکلی توحکم کفرنہیں۔(2)ہوش:اگرنشہ میں بکا تو کافر نہ ہوا۔(3)اختیار: مجبوری اوراکراہ کی صورت میں حکم کفرنہیں۔مجبوری کے یہ معنی ہیں کہ جان جانے یاعضوکٹنے یاضرب شدید کا صحیح اندیشہ ہو۔اس صورت میں صرف زبان سے اس کلمہ کے کہنے کی اجازت ہے،بشرطےکہ دل میں وہی اطمینان ایمانی ہو:(الا

من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان)(بہار شریعت: حصہ نہم:ص456-مجلس المدینۃ العلمیہ)

مذکورہ بالا عبارت میں ارتداد کی شرطوں میں بلوغ کو شمار نہیں کیا گیا۔ بہت سے علما کے یہاں نابالغ بچہ اگر سمجھ دار ہوتو اس کا ایمان وکفر معتبر مانا جائے گا۔ضروریات دین کے انکار کے سبب نابالغ مرتد ہو جائے گا،لیکن اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ قید کیا جائے گا۔

صدرالشریعہ قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''عورت یا نابالغ سمجھ وال بچہ مرتد ہو جائے تو قتل نہ کریں گے، بلکہ قید کریں گے، یہاں تک کہ توبہ کرے،اور مسلمان ہو جائے۔

(عالمگیری)(بہار شریعت: حصہ نہم:ص 457-مجلس المدینۃ العلمیہ)

سات سال کا بچہ صاحب تمیز

فتاویٰ رضویہ کے درج ذیل جواب میں صاحب تمیز بچے کی عمر اور حکم کا تفصیلی ذکر ہے:

مسئلہ: از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ،سید اکبر شاہ طالب علم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرزائی کے نابالغ لڑکے کا بخیال (مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ)(ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ت)حنفی اگر امام کے پیچھے جنازہ کی نماز ادا کرے تو عندالشرع درست ہے یا نہیں؟ پڑھنے والا ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ حنفیوں پر دیکھنے ایسی میت سے نماز جنازہ واجب ہوگی یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر مرزائی کا بچہ سات برس یا زائد کی عمر کا تھا، اچھے برے کی تمیز رکھتا تھا، اوراس حالت میں اس نے اپنے باپ کے خلاف پر دین اسلام اختیار کیا اور قادیانی کو کافر جانا،اسی پر انتقال ہوا تو وہ ضرور مسلمان تھا۔مسلمانوں پر اسے غسل وکفن دینا،اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا،مقابر مسلمین میں دفن کرنا فرض ہے،اور ممکن ہوتو اس کے باپ وغیرہ کفار کو اسے ہاتھ نہ لگانے دیں جس طرح حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے یہودی کو اس کے بیٹے کے سرہانے سے اٹھا دینے کا حکم فرمایا جب کہ وہ نزع میں اسلام لاکر انتقال کر گیا۔

اور اگر اسی عمر و تمیز میں اپنے باپ کی طرح کفر بکتا تھا تو یقیناً کافر تھا۔اب وہ سب کام مسلمان پر حرام ہیں۔نہ غسل دیں، نہ کفن دیں، نہ دفن میں شریک ہوں، اور ان سب سے بدتر اس کے جنازہ پر نماز ہے کہ خود کفر کا پہلو رکھتی ہے۔

اور اگر اس سے کفر یا اسلام کچھ ظاہر نہ ہوا، یا ناسمجھ بچہ تھا کہ اس تمیز کے قابل ہی نہ تھا تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی ماں بھی اس کے باپ کی طرح قادیانی یا اور کسی کفری عقیدہ والی ہے تو وہ بچہ بھی کافر سمجھا جائے گا، اور اس کے لیے وہ سب کام مسلمانوں پر حرام ہوں گے۔

اور اگر ماں مسلمان ہے، تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتی ہے اور قادیانی کو کافر جانتی ہے تو اس صورت میں وہ بچہ جس سے کفر خود ظاہر نہ ہوا، اور نابالغی میں مرگیا، اپنی ماں کا تابع قرار پاکر مسلمان سمجھا جائے گا اور وہ سب کام اہل اسلام پر واجب ہوں گے۔

حدیث (**ما من مولود**) اس حالت میں نافع ہے کہ بچہ سمجھ وال ہو کر خود کفر نہ کرے، نہ ناسمجھی کی حالت میں ماں باپ دونوں کافر ہوں، ورنہ اگر خود کفر کیا تو اچھی فطرت سے بدلا، اور اگر خود سمجھ وال ہو کر اسلام نہ لایا، اگر چہ کفر بھی نہ کیا اور ماں باپ دونوں کافر ہیں تو (ثم ابواہ یھودانہ) (پھر اس کے والدین اسے یہودی بنادیں۔ت) میں داخل ہے اور حکم کفر اسے شامل ہے۔

تنویر میں ہے: (**اذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ والعاقل الممیز**)

(جب عقل مند بچہ مرتد ہو جائے تو اس کا ارتداد اس کے اسلام کی طرح صحیح ہوگا، اور عاقل سے مراد امتیاز کرنے والا ہے۔ت)

درمختار میں ہے: (**وھو ابن سبع فاکثر ،مجتبی وسراجیة**)

(وہ سات سال یا اس سے زائد عمر کا ہو۔مجتبی وسراجیہ۔ت)

اسی میں ہے: (**زوجان ارتدا فولدت ولدا یجبر علی الاسلام لتبعیته لابویه–ملخصا**)

(خاوند و بیوی دونوں مرتد ہو گئے، عورت نے بچہ جنا تو اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا ، کیوں کہ دین میں وہ اپنے والدین کے تابع ہے۔ملخصا۔ت)

ردالمحتار میں ہے:(**ای فی الاسلام والردة–وهما يجبران فكذا هو**)

یعنی اسلام اور مرتد ہونے میں،اوران دونوں کو بھی اسلام کے لیے مجبور کیا جائے گا، پس اسی طرح اس بچے کو بھی۔ت)

تنویر میں ہے:(**الولد يتبع خير الابوين دينًا**)

(بچہ اپنے والدین میں سے اس کے تابع ہوگا جو دین کے اعتبار سے بہتر ہوگا۔ت)

شامی میں بعد ذکر حدیث(**كل مولود يولد على الفطرة**)فرمایا:(**انهم قالوا انه جعل اتفاقهما ناقلا له عن الفطرة**)واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فقہانے فرمایا:ماں باپ کے کفر پر اتفاق نے بچے کو فطرت سے ہٹا دیا۔ت)

(فتاویٰ رضویہ:جلد ششم:ص24.23-رضا اکیڈمی لاہور)

(فتاویٰ رضویہ:جلد چہاردہم:ص-جامعہ نظامیہ لاہور)

جب سات سال کا صاحب تمیز بچہ معذور نہیں تو الٹی سمجھ والا کیوں کر معذور ہوگا۔اس کے معذور ہونے کی دلیل کیا ہے؟جب وہ عاقل بالغ ہے تو شرعی احکام کا مکلّف ہے۔

(3)ضروری دینی کا علم کافی:براہین و دقائق سمجھنا لازم نہیں

کوئی بالغ شخص کتنا بھی کم عقل ہو،جب اس کو بتایا جائے کہ مذہب اسلام میں پانچ وقت نماز فرض ہے،ان کو ادا کرنا ضروری ہے،ورنہ بندہ گنہگار ہوگا تو اتنی سی بات کم عقل انسان بھی سمجھ جائے گا۔اسی طرح جب کہا جائے کہ تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی تھی،جس کے سبب عرب وعجم کے علمائے کرام نے اسے کافر قرار دیا تو یہ بات کم عقل آدمی بھی سمجھ لے گا۔حقائق و دقائق،دلائل و براہین،شرائط تکفیر وغیرہ سمجھنے اور

جاننے کا وہ مکلف نہیں تو ان امور کی عدم فہم کے سبب نفس مسئلہ کے انکار کا حق اسے نہیں ہوگا، بلکہ جس بات کو ماننا فرض ہے، اس کا علم یقینی ہو گیا تو اس کے انکار پر حکم کفر ہوگا۔

(1) امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا: (واعلم ان التردد فی المعلوم من الدین بالضرورۃ کالانکار-وان الکلام فی مخالط لِلْمُسْلِمِیْنَ بخلاف غیر المخالط لهم-فانه لا یکفر بانکار ذلک ولا بالتردد فیه-مَا دَامَ لَمْ یَتَوَاتَرْ عنده کَمَا صَرَّحَ به بعض ائمتنا-وبه یعلم انه لا یکفی فی الکفر بالانکار ان یقول شخص او اشخاص لم یبلغوا عَدَدَ التَّوَاتُرِ-هذا واجبٌ او حلالٌ او حرامٌ-بل لَابد اَنْ یَتَوَاتَرَ عنده ذلک-فاذا تَوَاتَرَ عنده، کَفَرَ بِالشَّکِّ اَوِ الْاِنْکَارِ-لِاَنَّهٗ مُکَذِّبٌ لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم-وهذا اَدَلُّ دَلِیْلٍ عَلٰی ان تفاصیل المعلوم من الدین بالضرورۃ غیر شرط فی صحۃ الایمان ابتداءً)

(الفتاوی الحدیثیہ: ص142-دار الفکر بیروت)

ترجمہ: جان لو کہ ضروری دینی میں تردد اس کے انکار کی طرح (کفر) ہے، اور کلام مخالط مسلمین کے بارے میں ہے، برخلاف غیر مخالط مسلمین کے، کیوں کہ غیر مخالط ضروری دینی کے انکار یا اس میں تردد کے سبب کافر نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے نزدیک وہ ضروری دینی متواتر نہ ہو جائے، جیسا کہ ہمارے بعض ائمہ کرام نے اس کی صراحت کی۔

اور اسی سے معلوم ہو گیا کہ ضروری دینی کے انکار پر کفر کے لیے یہ کافی نہیں کہ اس کو ایک شخص یا عدد تواتر سے متخلف رہ جانے والے چند اشخاص اس سے کہیں کہ یہ واجب ہے، یا حلال ہے، یا حرام ہے، بلکہ (تکفیر کے لیے) ضروری ہے کہ وہ امر اس کے نزدیک متواتر ہو جائے، پس جب اس کے نزدیک وہ ضروری دینی متواتر ہو جائے تو شک یا انکار کے سبب وہ کافر ہو جائے گا، اس لیے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا ہے، اور یہ قوی ترین دلیل ہے اس بات پر کہ صحت ایمان کے لیے ابتدائی مرحلہ میں

ضروریات دین کا تفصیلی علم شرط نہیں ہے۔

(2) امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا: (ان المعلوم من الدین بالضرورۃ لا یشترط التصدیق به او ببعضه تفصیلا اِلَّا مِمَّنْ عَلِمَهٗ تَفْصِیْلًا بِاَنْ تَوَاتَرَ عنده -فَلَا بُدَّ من التصدیق له والا کان کافرًا-وَاَمَّا مَنْ لَمْ یَتَوَاتَرْ شَیْءٌ منه فیکفیه التصدیق الاجمالی کَمَا عَلِمْتَ مِنْ اَنَّ اِنْکَارَهٗ قبل التواتر غیر کفر)

(الفتاوی الحدیثیہ: ص143-دار الفکر بیروت)

ترجمہ: ضروریات دین یا بعض ضروریات دین کی تفصیلی تصدیق اسی کے لیے شرط ہے جس کو اس کا تفصیلی علم ہو، بایں طور کہ وہ ضروری دینی اس کے نزدیک متواتر ہو چکا ہو، پس اس کے لیے اس ضروری دینی کی تصدیق لازم ہے، ورنہ وہ کافر ہو جائے گا، لیکن جس کے نزدیک وہ ضروری دینی متواتر نہیں تو اس کے لیے اجمالی تصدیق کافی ہے، جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا کہ علم متواتر سے قبل ضروری دینی کا انکار کفر نہیں۔

خبر متواتر سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ جب کسی کو خبر متواتر سے کسی ضروری دینی کا علم حاصل ہو گیا تو اب انکار کرنے پر حکم کفر وارد ہو گا۔ ضروریات دین کے علم وعدم علم کا اعتبار ہے۔ ضروریات دین کے حقائق ودقائق اور دلائل ولوازم کی فہم وعدم فہم کا اعتبار نہیں۔

عہد حاضر میں نیا فارمولہ گڑھا گیا ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے، اس کا انکار کیا جا سکتا ہے، حالاں کہ حکم شرعی یہ ہے کہ جو بات نہ سمجھ میں آئے، اسے سمجھنے کی کوشش کرے۔ رسالہ حاضرہ کے باب اول اور دیگر ابواب میں اس کی تفصیلی بحث ہے۔ ہمارے رسالہ: ''لغزش وخطا اور ضد واصرار'' میں بھی یہ بحث ہے کہ حکم شرعی کو ماننا ہے اور سمجھنے کی کوشش کرنی ہے۔ عہد حاضر کا دوسرا مرض یہ ہے کہ اسلاف کرام کی عبارتوں کے جدید مطالب گڑھے جا رہے ہیں۔ حفاظت دین کے واسطے غلط نظریات کا قاہر رد کیا جائے، خواہ اس نظریہ کا ظہور کسی سے بھی ہو۔ حکم شرع بتانا ہم پر لازم ہے اور توفیق رب تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوتی ہے۔

(4)ذات خداوندی کا ادراک عقل سے ماورا

اصل الاصول اللہ ورسول (عز جل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات انسانی عقلوں سے ماورا ہے اور بندوں کے لیے غیب بھی، پھر بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا فرض اعظم ہے۔تفسیر بیضاوی میں ہے کہ رب تعالیٰ کی معرفت میں عقل حیران رہ جاتی ہے:(**العقول تتحیر فی معرفته**)(تفسیر بیضاوی:سورہ فاتحہ)

عقل کو اتنی قوت عطا نہیں ہوئی کہ ذات باری تعالیٰ کا ادراک کر سکے۔قرآن مجید میں مخلوقات خداوندی کو دیکھ کر خالق کا ادراک کرنے کا حکم ہے۔مخلوقات کو دیکھ کر ذات الٰہی،وجود الٰہی وصفات الٰہی پر ایمان کا حکم ہے،جب تک عقل تکلیفی موجود ہے۔

(5)بالغ شاہق جبل کا مسئلہ

شاہق جبل یعنی پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والا بالغ انسان جس کے پاس دعوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ پہنچی ہو،اس پر بھی اپنی عقل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا حکم ہے۔عقل ہی مدار تکلیف ہے۔مخلوقات کو دیکھ کر یقیناً خالق کا یقین ہوگا۔

علامہ بحر العلوم نے رقم فرمایا:((**وبما حررنا من المذاهب يتفرع)عليه (مسئلة البالغ فی شاهق الجبل)ای الذی لم تبلغه الدعوة–فعند المعتزلة مؤاخذ بترک الحسنات وفعل القبائح ومثاب بالحسنات.**

وعند هؤلاء المشائخ يؤاخذون باتيان الكفر مطلقا وبترک الايمان عند مضى مدة التأمل)(فواتح الرحموت: جلداول:ص26:دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: جو مذہب ہم نے رقم کیا،اس سے پہاڑ کی چوٹی میں بالغ ہونے والے کا حکم متفرع ہوتا ہے،یعنی جسے دعوت اسلام نہ پہنچی ہو،پس معتزلہ کے یہاں ترک حسنات اور فعل قبائح کی وجہ سے مواخذہ ہوگا اور حسنات کے سبب ثواب دیا جائے گا۔

اور مشائخ حنفیہ وماتریدیہ کے یہاں کفر کے اختیار کرنے کے سبب ہر حال میں ان سے مواخذہ ہوگا اور مدت تأمل گزر جانے کے بعد ترک ایمان کے سبب مواخذہ ہوگا۔

مشائخ حنفیہ اور ماتریدیہ کے یہاں جو پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہو،اور اسے دعوت اسلام یعنی کسی پیغمبر کی دعوت نہ پہنچی ،اس پر لازم ہے کہ اپنے خالق پر ایمان لائے ،کیوں کہ مخلوقات اپنے خالق کا پتہ دیتی ہیں ۔مدت تأمل گزر جانے کے بعد خالق کا یقین نہ کیا تو ماخوذ ہوگا ۔مدت تأمل ہر ایک کے حق میں مختلف ہے،لیکن انسانی آبادی سے باہر بسنے والے انسان بھی معذور نہیں،جب تک عقل تکلیفی موجود ہے۔خواہ وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر رہیں،یا بیابانوں اور ویرانوں میں ۔ایسی صورت میں جس کو شرعی حکم معلوم ہے، وہ قلت فہم کے سبب معذور کیسے ہوگا،حکم شرعی اسے معلوم ہو چکا،پس اس کو حکم شرعی ماننا ہوگا۔

(6)مکفرات کو جاننے کا حکم

ایمان فرض ہے اور ایمان تصدیق کا نام ہے،یعنی ان دینی امور کو سچ ماننے کا نام ہے جن کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آئے۔

جو امور تصدیق کے منافی ہیں ،وہ ایمان کو ختم کر دیتے ہیں ،اس لیے ایمان کی حفاظت کے لیے نواقض ایمان کو جاننے کا حکم ہے۔

اپنی فہم وعقل کے اعتبار سے فیصلہ کا حکم نہیں ،ورنہ جس کی سمجھ میں جو آئے گا،وہ بکتا پھرے گا۔مرتدین کو سلاطین اسلام قتل کر دیتے تھے اور یہی حکم شرعی بھی ہے۔مرتدین میں بہت ایسے ہوں گے جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرتے ہوں گے،اور بہت سے ایسے ہوں گے جن کو کوئی شبہہ لاحق ہوگیا ہوگا،لیکن حق کے انکار کے سبب تمام کا حکم یکساں ہے۔

ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا:(**فیجب علی کل احد معرفة الکفریات اقوی من معرفة الاعتقادیات–فان الثانی یکفی فیها الایمان الاجمالی**)

(منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر:ص:444-دارالبشائرالاسلامیہ بیروت)

ترجمہ: ہرایک مسلمان پرکفریات کو جاننا ضروری ہے۔یہ اعتقادیات کی معرفت سے زیادہ قوی ہے،اس لیے کہ اعتقادیات میں ایمان اجمالی کافی ہے۔

کفریات کا علم ایمان کی حفاظت میں زیادہ قوی ہے، کیوں کہ جب غلط بات کو جانے گا تو اس سے پرہیز کرے گا اوراعتقادیات میں ایمان اجمالی کافی ہے،یعنی جن امور کا علم نہیں ہےتو اجمالی طور پرتمام احکام اسلامی پرایمان لانا کافی ہے۔جب صورت حال یہ ہے کہ اگرضروریات دین کا انکارلاعلمی میں بھی کردے تو بھی بہت سے فقہا کے یہاں حکم کفر عائد ہوجاتا ہےتو کفریات کاعلم ایمان کی حفاظت میں زیادہ قوی ہے۔

(7)عدم علم کے وقت سوال کا حکم

جب جاہلوں کواشخاص اربعہ کے کفریات سمجھ میں نہ آسکیں توان کوعلما سے سوال کا حکم ہوگا۔جس کو جو بات معلوم نہ ہوتواس کے لیے اہل علم سے سوال کرنے کا حکم قرآن مجید میں بیان کیا گیاہے۔ارشادربانی ہے:(فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون)

صرف مجتہد کوظنی اجتہادی مسائل میں اپنے اجتہادی مسئلہ پرعمل کا حکم ہے۔مجتہد کو غیراجماعی ظنیات میں دوسرے کے قول پرعمل جائزنہیں۔قطعی مسائل کا یہ حکم نہیں کہ جس کو جو سمجھ میں آئے،اس پر وہ عمل کرے،بلکہ قطعیات میں ایک حق ہوتا ہے،اسی کو ماننے کا حکم ہے۔ہمارے رسالہ:"قطعی مسائل میں ایک حق" میں تفصیل مرقوم ہے۔

(8)قطعی امور میں غلط راہ اختیار کرنا غلط

گمراہ ومرتد فرقے قطعی امور میں غلط راہ اختیار کرنے کے سبب گمراہ یا مرتد قرار پائے۔قطعی امور کو ماننے کا حکم ہے،خواہ دلائل سمجھ میں آئیں،یا سمجھ میں نہ آئیں۔کم عقلوں اورکج عقلوں کے لیے بھی قطعیات میں ایک ہی حکم ہےاوراس حکم کو ماننا لازم ہے۔

(1)علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(لان المخطئ فی الاصول والعقائد یعاقب،بل یُضَلَّلُ اَوْ یُکَفَّرُ- لان الحق فیھا واحد اجماعًا-والمطلوب ھو الیقین الحاصل بالادلة القطعیة-اذ لا یعقل حدوث العالم وقدمه-وجواز رویة الصانع وعدمه-فالمخطئ فیھا مخطئ ابتداءً وانتھاءً)

(التلویح: جلددوم:ص121)

ترجمہ:اس لیے کہ اصول(قطعی مسائل)اور عقائد میں خطا کرنے والا قابل سزا ہے ، بلکہ گمراہ یا کافر ہے، کیوں کہ اس میں بالاجماع ایک ہی حق ہے،اور(ان میں)وہ یقین مطلوب ہوتا ہے جو قطعی دلیلوں سے حاصل ہو،اس لیے کہ دنیا کا قدیم اور حادث ہونا غیر معقول ہے،اور اللہ تعالیٰ کی رویت کا جواز اور عدم جواز غیر معقول ہے، پس اس میں خطا کرنے والا ابتداءً اور انتہاءً خطا کرنے والا ہے۔

قطعیات میں صرف ایک قول حق ہوگا۔چوں کہ وہاں اجتہاد کی اجازت نہیں ،اس لیے جو عقلاً غلط ہو،اسے غلط تسلیم کیا جائے گا، پس دنیا کا قدیم اور حادث ہونا عقلاً غلط ہے ،کیوں کہ یہ اجتماع متضادین ہے، پس یہاں ایک قول حق ہوگا،اور باطل قول یعنی قدم عالم کا قول اختیار کرنے والا کافر ہوگا، کیوں کہ دنیا کا حادث ہونا ضروریات دین سے ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا آخرت میں دیدار یا تو جائز ہوگا ،یا ناجائز۔جواز وعدم جواز دونوں ہو تو اجتماع متضادین ہوگا،اور اجتماع متضادین عقلاً محال اور غلط ہے، پس اس مسئلہ میں باطل قول کرنے والا گمراہ ہوگا، کیوں کہ رویت الٰہی کا جواز ضروریات دین سے نہیں۔

واضح رہے کہ یہاں قطعی سے قطعی بالمعنی الاخص اور قطعی بالمعنی الاعم مراد ہے۔

ایک قطعی خاص ہے جو بعض مجتہدین کو قرائن کے سبب کسی امر میں حاصل ہوتا ہے اور وہ اس امر کو فرض عملی قرار دیتے ہیں ،وہ متکلمین کی بحث سے خارج ہے، کیوں کہ اس قطعیت کی بنیاد عام دلیل پر نہیں ، بلکہ مجتہد کے حاصل شدہ خاص قرائن پر ہے۔وہ قرائن

دیگر مجتہدین کو حاصل نہ ہوسکیں تو ان کے حق میں وہ ظنی رہے گا۔

جیسے صحابی نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی امر دینی سماعت کی،اور دوسروں کو خبر واحد کے ذریعہ وہی بات معلوم ہوئی تو اس خاص صحابی کے حق میں وہ امر قطعی بالمعنی الاخص اور ضروری دینی ہے اور دیگر حضرات کے لیے ظنی اور غیر ضروری دینی ہے۔

قطعیات میں جو قطعی بالمعنی الاخص (ضروریات دین) ہے،اس کے برخلاف جو قول ہو،وہ باطل محض ہوگا،اور اس کا قائل کافر کلامی ہوگا۔

قطعیات میں جو قطعی بالمعنی الاعم (ضروریات اہل سنت) ہے،اس کا منکر متکلمین کے یہاں گمراہ ہے۔فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین کے یہاں وہ کافر فقہی ہے۔

(2)ملا احمد جیون جون پوری نے رقم فرمایا:((**وهذا الاختلاف فی النقليات دون العقليات)ای فی الاحكام الفقهية دون العقائد الدينية–فان المخطئ فيها كافر كاليهود والنصارٰی او مُضَلَّلٌ كالروافض والخوارج والمعتزلة ونحوهم**) (نورالانوار:ص247-طبع ہندی)

ترجمہ:یہ اختلاف نقلیات میں ہے،نہ کہ عقلیات میں،یعنی احکام فقہیہ میں ہے،نہ کہ عقائد دینیہ میں،اس لیے کہ عقائد دینیہ میں خطا کرنے والا کافر ہے،جیسے یہود ونصاریٰ، یا گمراہ ہے،جیسے روافض،خوارج،معتزلہ وغیرہ۔

منقولہ بالاعبارت میں نقلیات سے ظنی فقہی مسائل مراد ہیں اور عقلیات سے قطعی اعتقادی مسائل مراد ہیں۔قطعی مسائل اور اجماعی مسائل میں اجتہاد جاری نہیں ہوتا ہے۔

ظنی غیر اجماعی عقائد وظنی غیر اجماعی فقہی مسائل میں اجتہاد جاری ہوتا ہے۔الحاصل قطعیات اور ظنی اجماعی مسائل میں اجتہاد نہیں ہوتا ہے،خواہ وہ فقہیات میں سے ہو، یا اعتقادیات میں سے۔صرف ظنی غیر اجماعی مسائل میں اجتہاد ہوتا ہے۔

قطعی بالمعنی الاخص یعنی ضروریات دین کے التزامی انکار پر تکفیر کلامی ہوتی ہے۔

ضروریات اہل سنت کے بالتاویل انکاراور ضروریات دین کے لزومی انکار میں تکفیر فقہی ہوتی ہے۔ظنی امور میں ظنی ملحق بالیقین میں بھی اختلاف کی اجازت نہیں ،مثلاً ائمہ مجتہدین کے اجماعی مسائل (جن میں ماقبل میں اختلاف نہ ہو)۔ایسے اجماعی امور میں اختلاف کے سبب بدعت وضلالت کاحکم نافذ ہوتا ہے ۔ یہاں کفر فقہی کاحکم نہیں دیاجاتا۔اسی طرح اجماعی عقائد کے انکار پر بھی ضلالت کاحکم نافذ ہوتا ہے،تکفیر فقہی یا تکفیر کلامی کاحکم نہیں ہوتا۔ یہ احکام قلیل الفہم وکثیر الفہم دونوں کے لیے عام ہیں۔قلت فہم انکار حکم کے لیے عذر نہیں۔

اجماعی مسائل کی بحث ہمارے رسالہ:''اجماع متصل اورضروریات دین''میں ہے۔اجماعی عقائد کی بحث ہمارے رسالہ:''قطعیات اربعہ اورظنیات''میں ہےاورضروریات اہل سنت کی بحث ہمارے رسالہ:''ضروریات اہل سنت اورفقہائے احناف''میں ہے۔

(9)مسئلہ تکفیر کلامی اورمجتہدین

کافر کلامی کوکافر ماننا ضروریات دین میں ہے ۔ضروریات دین اجتہادیات میں سےنہیں کہ کوئی مجتہداپنے اجتہاد سے کسی کافر کلامی کے کفر کا انکار کردےاوراس کومومن مان لے، بلکہ مجتہد کوسمجھ میں نہ آئے ، پھر بھی متکلمین کسی پرکفر کلامی کا فتویٰ دیں تو مجتہدین کو یہ فتویٰ ماننالازم ہے۔کفر کلامی کفر قطعی بالمعنی الاخص اورکفر بدیہی وضروری ہے۔

کفر کلامی میں اجتہاد جاری نہیں ہوگا کہ کسی عالم یا مجتہد کے یہاں کوئی آدمی کافر کلامی ہو،اورکسی کے یہاں مومن ہو۔قطعیات میں ایک حق ہوتا ہےاوراس کے علاوہ سب باطل، ورنہ اجتماع متضادین لازم آئے گا،مثلاً ایک ہی آدمی کافر کلامی ہوگا،یعنی دین سے بالکل خارج ہوگااوردین میں داخل بھی ہوگا۔ایک آدمی ایک وقت میں اسلام میں داخل اوراسلام سے خارج نہیں ہوسکتا۔ایک آدمی میں بیک وقت ایمان وکفر کا اجتماع نہیں ہوسکتا۔وہ شخص یا تومومن ہوگا،یاکافر ہوگا۔تفصیل معروضات وتاثرات (حصہ اول:باب اول)میں ہے۔

فقہا کی دوقسمیں ہیں: مجتہد فقہا اور غیر مجتہد فقہا۔علمائے کرام کومعلوم ہے کہ اجماع شرعی میں مجتہدین فقہا کا اعتبار ہے،غیر مجتہد فقہا کا اعتبار نہیں۔اجماع شرعی کی تعریف یہ ہے کہ کسی زمانے میں کسی امر پرامت مسلمہ کے مجتہدین کے اتفاق کا نام اجماع ہے۔

مذہب شافعی میں اجماع شرعی میں غیر کافر بدعتی کا لحاظ ہوتا ہے،کافر بدعتی کا نہیں۔ اگر فقہائے شوافع کوکسی کافر بدعتی کے کفر کا علم نہ ہوسکا اور فقہا نے اس کافر بدعتی کے اختلاف کے سبب اجماع کوغیر منعقد سمجھا تو اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے امام غزالی نے تحریر فرمایا کہ اگر فقہا کو اس بدعتی کے کفریہ قول کا علم تھا تو فقہا پر لازم تھا کہ اس کفریہ قول کا حکم متکلمین سے دریافت کرتے ،اور پھر متکلمین کا فتویٰ ماننا ان پر لازم ہوتا۔

اگر فقہا کو اس بدعتی کے غلط قول کی اطلاع ہی نہیں تھی تو فقہا عدم علم کے سبب اجماع کو غیر منعقد قرار دینے میں معذور ہوں گے۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(فـان قيـل:فَلو تَرَكَ بَعضُ الفقهاء الاجمـاعَ بـخِلافِ الـمبتدِعِ المُكَفَّرِ اِذَا لَم يَعلَم اَنَّ بدعته تُوجِبُ الكُفرَ– وَظَنَّ اَنَّ الاجماع لاينعقد دونه–فَهَل يُعذَرُ من حيث اَنَّ الفقهاء لا يطلعون عَلٰى مَعرفَةِ مَا يُكَفَّرُ به من التاويلات؟قلنا لِلمَسئَلَةِ صُورَتَانِ.

(1)اِحـدَاهُمَا اَن يَقُولَ الفقهاء:نحن لَا نَدرِى اَنَّ بدعته توجب الكفرَ اَم لَا؟ففـى هـذه الصورة لا يُعذَرُونَ فِيهِ اِذ يَلزَمُهُم مُرَاجَعَةُ علماء الاصول، ويجب على العلماء تعريفُهم،فاذا اَفتوهُم بكُفرِه فعليهم التقليد.

فَاِن لَم يَقنَعهُمُ التَّقليد–فَعَلَيهِمُ السُّوَالُ عن الدليل،حَتّٰى اذا ذُكِرَ لهم دليـلُـه،فَهِـمُوهُ لَامَحَالَةَ–لِاَنَّ دَلِيلَهٗ قَاطِعٌ،فَاِن لَم يُدرِكهُ فَلَا يَكُونُ مَعذُورًا– كَـمَـن لَا يُدرِكُ دَلِيلَ صدق الرسول صلى الله عليه وسلم فانه لَا عُذرَ مَعَ نَصبِ اللّٰهِ تَعَالٰى الاَدِلَّةَ القَاطِعَةَ.

(2)الصورۃ الثانیۃ اَن لَا یکونَ بَلَغتہُ بِدعَتُہ وَعَقِیدَتُہ فَتَرَکَ الاِجمَاعَ لِمُخَالَفَتِہ فَھُوَ مَعذُورٌ فِی خَطَأِہ وَغَیرُ مُوَاخَذٍ بِہٖ)

(المستصفیٰ من علم الاصول: جلداول:ص184)

ترجمہ: پس اگر اعتراض ہو کہ اگر بعض فقہا نے کافر بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع کو ترک کر دیا (اجماع کو اجماع تسلیم نہ کیا)، جب کہ ان کو معلوم نہ ہو کہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اس بدعتی کے (اتفاق کے) بغیر اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ پس کیا وہ فقیہ معذور ہوں گے، کیوں کہ فقہائے کرام کو ان تاویلات کی معرفت واطلاع نہیں ہوتی جن کے سبب تکفیر ہوتی ہے؟

ہم جواب دیں گے کہ مسئلہ کی دوصورت ہے:

(1)ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ فقہائے کرام کہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے یا نہیں؟ پس اس صورت میں وہ معذور نہیں ہوں گے، اس لیے کہ ان کے لیے علمائے اصول (متکلمین) کی جانب رجوع ضروری ہے اور علمائے اصول پر انہیں (حکم شرعی) بتانا واجب ہے، پس جب علمائے اصول فقہائے کرام کو اس بدعتی کے کفر کا فتویٰ دیں تو فقہا کو تقلید (متکلمین کا بیان کردہ فتویٰ کفر ماننا) لازم ہے۔

پس اگر فقہائے کرام کو تقلید پر قناعت نہ ہو تو انہیں دلیل دریافت کرنا لازم ہے، پھر جب انہیں دلیل کفر بتائی جائے گی تو یقینی طور پر وہ اسے سمجھ لیں گے، کیوں کہ دلیل کفر قطعی ہوتی ہے، پس اگر وہ دلیل کفر نہ سمجھ سکیں تو معذور نہیں ہوں گے، جیسے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (رسالت ونبوت کی) صداقت کی دلیل کو نہ سمجھ سکے (وہ معذور نہیں)، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قطعی دلائل (معجزات) قائم کرنے کے بعد کوئی عذر نہیں۔

(2)دوسری صورت یہ ہے کہ فقیہ کو اس بدعتی کی بدعت اور غلط عقیدہ کی خبر نہ پہنچی،

پس انہوں نے اس بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع کو ترک کر دیا تو وہ اپنی خطا میں معذور ہیں اوران سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

جب متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ صادر کر دیں تو فقہا کو تقلید لازم ہے،یعنی اس حکم شرعی کو ماننا لازم ہے۔اگر فقہا اس کی دلیل دریافت کریں تو متکلمین دلیل بیان کریں گے،اور فقہا یقینی طور پر اس دلیل کو سمجھ لیں گے، کیوں کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے۔ اس میں کوئی احتمال نہیں ہوتا۔وہ بالکل واضح ہوتی ہے۔

اگر فقہا کو دلیل تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی انہیں فتویٰ تکفیر ماننا لازم ہے۔امام غزالی قدس سرہ العزیز کے قول (فَاِن لَم یُدرِ کهُ فَلَا یَکُونُ مَعذُورًا) سے بالکل واضح ہوگیا کہ جو کافر کلامی کے کافر کلامی ہونے کے دلائل کو نہ سمجھ سکے،وہ معذور نہیں ہے، بلکہ اس کو حکم شرعی ماننا ہوگا۔جیسے کسی کو حضور اقدس علیہ السلام کی نبوت ورسالت کی صداقت وحقانیت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو وہ معذور نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی نہ ماننے کے سبب کافر ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل قائم فرما دیئے ،یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے واسطے معجزات ظاہر فرما دیئے۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ان کی نبوت کی صداقت پر قطعی دلائل ہیں۔

امام غزالی کے قول (فعلیهم التقلید) سے خلیل بجنوری کا یہ نظریہ باطل ہوگیا کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، بلکہ تحقیقی ہے۔اس میں صراحت ہے کہ غیر اہل کے لیے مسئلہ تکفیر کلامی تقلیدی ہے۔یہ بات عقل کے مطابق ہے اور یہی حکم قرآنی ہے۔ارشاد الٰہی ہے:(فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون) ،یعنی جو مسئلہ جس کی قوت سے باہر ہو،وہ اس مسئلہ کو خود سے حل کرنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ اہل علم سے اس بارے میں دریافت کرے۔فقہی مسائل میں اس قدر احتیاط ہے کہ امام مجتہد کی تقلید لازم قرار پائے،اور اعتقادی مسائل کو ہر شخص حل کرنے لگے، یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔

جب مسئلہ تکفیر کلامی میں فقہائے کرام کو اختلاف کی اجازت نہیں تو عوام مسلمین کو بھی اختلاف کی اجازت نہیں۔غیر مقلدین کی طرح ہر شخص قرآن وحدیث سے شرعی مسائل کا استنباط کرنے لگے تو (فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون) کا کیا مفہوم ہوگا؟

جب کفر کلامی کے مسئلہ میں مجتہدین کو متکلمین کی تقلید کرنی ہے،اوران کے بیان کردہ حکم کو ماننا ہے تو ناسمجھ عوام کو اپنی فہم وعقل کے مطابق عمل کا حکم کیسے ہوسکتا ہے۔الٹی سمجھ والے کے لیے جو حکم فتاویٰ مظہریہ میں بیان کیا گیا،وہ بے بنیاد ہے۔کوئی دلیل بھی مرقوم نہیں۔

فقہی مسائل میں اس قدر احتیاط ہے کہ امام مجتہد کی تقلید لازم قرار پائے ،اور اعتقادی مسائل کو ہر شخص حل کرے،اوراپنی فہم پر عمل کرے، یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''جاہل کو احکام شرع خصوصًا کفر واسلام میں جرأت سخت حرام،اشدحرام ہے۔کوئی ہو،کسے باشد۔واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم:ص209-رضا اکیڈمی ممبئ)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ عوام کو مسئلہ تکفیر یا دیگر فقہی مسائل میں بحث وتحقیق کی اجازت نہیں ۔جو مسائل عوام کو معلوم ہیں ،ان پر عمل کرنا ہے اوران کی ضرورت جو مسائل ان کو معلوم نہیں ہیں،وہ اہل علم سے دریافت کرنا ہے۔

کفر کلامی کا حکم علمائے متکلمین نافذ کرتے ہیں ۔جب فتویٰ صحیح ہوتو غیر متکلمین کو وہ حکم شرعی ماننالازم ہے۔ان کو تمام باریکیاں سمجھ میں آئیں،یا سمجھ میں نہ آئیں۔

جب تکفیر کلامی کے مسئلہ میں فقہائے کرام کو اختلاف کی اجازت نہیں تو عوام الناس کو بھی اختلاف کی اجازت نہیں۔غیر مقلدین کی طرح ہر شخص قرآن وحدیث سے شرعی مسائل کا استنباط کرنے لگے تو (فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون) کا کیا مفہوم ہوگا؟

دراصل تکفیر اور تصدیق میں فرق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور تکفیر کے شرائط کو تصدیق پر منطبق کردیا گیا۔''مسئلہ تکفیر اور تحقیق وتصدیق'' میں تکفیر وتصدیق کا فرق بیان کیا گیا ہے۔

(10) فقہا کو مسئلہ تکفیر کلامی کی تحقیق کی اجازت نہیں

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے غیر متکلم فقہا کو تکفیر کلامی کے مسئلہ میں بحث وتحقیق سے منع فرمایا ہے، پھر تکفیر کلامی کا مسئلہ جاہل عوام کی عقل وفہم کے سپرد کیسے کیا جا سکتا ہے۔ جو قلیل الفہم ہو، اس کے لیے ممانعت مزید سخت ہوگی، نہ کہ قلت فہم کے سبب اسے حکم شرعی کے انکار کا حق ہوگا اور وہ معذور شمار کیا جائے گا۔ مسئلہ تکفیر میں قلت فہم عذر نہیں ہے۔

امام غزالی نے رقم فرمایا:(فاذا فَهِمْتَ اَنَّ النَّظرَ فی التكفير موقوفٌ علٰی جميع هذه المقالات التی لا يَسْتَقِلُّ بِاٰحادِهَا الا المبرزون-عَلِمْتَ اَنَّ الْمُبَادِرَ اِلٰی تَكْفِيْرِ مَنْ يُخَالِفُ الاشعریَّ اَوْ غَيْرَه جاهِلٌ مُجَازِفٌ-وَكَيْفَ يَسْتَقِلُّ الْفَقِيْهُ بمجرد الفقه بهٰذا الخطب العظيم-وَاَیُّ رُبْعٍ من اربا ع الفقه يُصَادِفُ هذه العلوم-فاذا رَأَيْتَ الْفَقِيْهَ الذی بضاعتُه مجردُ الفقه،يخوضُ فی التكفير والتضليل-فَاعْرِضْ عنه وَلَا تَشْتَغِلْ به قَلْبَكَ وَلِسَانَكَ-فَاِنَّ التَّحَدِّیَ بالعلوم غَرِيْزَةٌ فی الطبع-لَا يَصْبِرَعَنْهَا الْجُهال-وَلِاَجِلِه كَثُرَ الْخلافُ بين الناس وَلَوْسَكَتَ مَنْ لَايَدْرِی،لَقَلَّ الْخِلافُ بَيْنَ الْخَلْق)

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص74)

ترجمہ: جب تم نے سمجھ لیا کہ مسئلہ تکفیر میں غور وفکر مذکورہ تمام اصول وضوابط پر موقوف ہے جن کی تفصیل میں صرف ماہرین مستقل ہوتے ہیں تو تم نے جان لیا کہ جو امام اشعری یا ان کے علاوہ کی مخالفت کرے، اس مخالف کی تکفیر میں جلد بازی کرنے والا جاہل اور خطرہ مول لینے والا ہے۔

اور فقیہ صرف علم فقہ کے سبب اس عظیم ذمہ داری کے لائق کیسے ہوگا؟ وہ فقہی ابواب میں سے کس باب میں ان علوم کو پائے گا، پس جب تم اس فقیہ کو تکفیر وتضلیل میں غور وفکر کرتا

دیکھو جس فقیہ کی علمی دولت صرف علم فقہ ہوتو تم اس سے اعراض کرو، اور اپنے دل وزبان کو اس میں مشغول نہ کرو، کیوں کہ علوم وفنون میں کا مقابلہ آرائی انسانی فطرت میں سرایت کر چکی ہے کہ جاہل لوگ بھی اس مقابلہ آرائی سے پیچھے نہیں رہتے ۔اسی وجہ سے لوگوں کے درمیان اختلاف کی کثرت ہوگئی ۔ اگر نہ جاننے والا خاموش رہتا تو مخلوق خداوندی میں اختلاف ضرور کم ہوتا۔

تکفیر کلامی کے اہل صرف ماہر متکلمین ہیں ۔جو محض فقیہ ہو، اور علم کلام میں مہارت نہ رکھتا ہو، وہ بھی فتویٰ تکفیر نافذ کرنے کے اہل نہیں ۔فقہا کے لیے لازم ہے کہ متکلمین کے فتویٰ کو تسلیم کریں، پھر جاہلوں کو اپنی عقل وفہم پر عمل کا حکم کیسے ہوسکتا ہے۔

(11) گمرہی کا خوف ہوتو استدلال سے ممانعت

بعض علما بعض اصول عقائد میں استدلال کو لازم کہتے ہیں، لیکن استدلال کے سبب جس کے گمراہ ہونے کا خوف ہوتو اس کے لیے استدلال ممنوع ہے، لیکن تمام عقائد اسلامیہ کو ماننا فرض ہے ۔اسی طرح اگر کسی کی عقل اوندھی ہو، اور کفریہ عبارتوں پر غور کرنے سے ان کے ذہن میں الٹا مفہوم آتا ہوتو ان کو ان عبارتوں میں غور وخوض سے منع کیا جائے گا اور حکم شرعی ماننے کا حکم ہوگا، نہ کہ عدم فہم کے سبب حکم شرعی سے اختلاف وانکار کا حق ہوگا۔

محدث ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا:(**وقیل: معرفة مسائل الاعتقاد کحدوث العالم ووجود الباری وما یجب له وما یمتنع علیه من ادلتها فرض عین علٰی کل مکلف فیجب النظر-ولا یجوز التقلید-وهذا هو الذی رجحه الامام الرازی والآمدی.**

والمراد النظر بدلیل اجمالی-واما النظر بدلیل تفصیلی یتمکن معه من ازالة الشبه والزام المنکرین وارشاد المسترشدین ففرض کفایة.

واما من یخشی علیه من الخوض فیه الوقوع فی الشبهة فالاوجه ان المنع متوجه فی حقه–فقد قال البیهقی:انما نهی الشافعی رحمه الله وغیره عن علم الکلام لاشفاقهم علی الضعفة ان لا یبلغوا ما یریدون منه فیضلوا عنه) (منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبرص407-دارالسلامہ بیروت)

ترجمہ:کہا گیا کہ اعتقادی مسائل جیسے حدوث عالم،وجود باری تعالیٰ ،اور اللہ تعالیٰ کے حق میں واجب اوراس کے حق میں محال امور کی دلائل کے ساتھ معرفت ہر مکلّف پرفرض عین ہے،پس غوروفکر ضروری ہے اورتقلید جائز نہیں ہے،اوراسی کوامام رازی اورامام آمدی نے راجح قراردیا۔

اوردلیل اجمالی کے ساتھ غوروفکر مراد ہے،لیکن دلیل تفصیلی کے ساتھ غوروفکر کہ جس کے ذریعہ شبہات کے ازالہ،منکرین کے اسکات اور ہدایت کے طلب گاروں کی رہنمائی پر قادرہو،پس یہ فرض کفایہ ہے،اورغوروفکر کے سبب جس کے شبہہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہوتو زیادہ راجح یہی ہے کہ اس کے حق میں غوروفکر سے ممانعت ثابت ہے۔

منقولہ بالااقتباس میں تین امور کا بیان ہے۔

(1)ہر مکلّف پراستدلال اجمالی فرض عین ہے۔

(2)استدلال تفصیلی فرض کفایہ ہے۔

(3)غوروفکر سے جس کے گمراہ ہونے کا خوف ہو،اس کے لیے غوروفکر منع ہے۔

جن کم عقلوں کوکفر کلامی کا مسئلہ سمجھ میں نہ آئے،ان کوغوروفکر کی ممانعت کا حکم ہوگا اورحکم شرعی ماننا ہوگا۔کم عقلوں کواتنا توضرورسمجھ میں آتا ہے کہ جب اہل علم اوراہل عقل کوئی بات متفقہ طورپر بتارہے ہیں تو وہ صحیح ہوگی اورہم کم عقل ہیں تو عدم فہم کا سبب ہماری کم عقلی ہے۔کم عقلی کے سبب وہ غوروفکراوراستدلال کے مکلّف نہیں ہوں گے۔

ارشادالٰہی ہے:(لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا)(سورہ بقرہ:آیت286)

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا،مگراس کی طاقت بھر۔(کنزالایمان)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے قرآن مجید کی وحدت سے متعلق بحث میں رقم فرمایا:(عرف هذا من عرف-ومن لم يقدر علٰى فهمه فعليه ان يؤمن به كما يؤمن باللّٰه وسائر صفاته من دون ادراك الكنه)

(المعتمد المستند:ص36-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: جس نے (اس مسئلہ کو) سمجھا، وہ سمجھا اور جو اس کے سمجھنے پر قادر نہ ہو،اس پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کی صفات پر ایمان لایا حقیقت کے ادراک کے بغیر۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہے کہ شریعت کی جو بات سمجھ میں نہ آسکے،اسے بھی ماننا ہے، کیوں کہ وہ شریعت کی بات ہے۔ناسمجھی کے سبب اس بات کا انکار جائز نہیں۔

(12)عوام مسلمین سے متعلق معتزلہ کا مذہب

عوام مسلمین کواس بات کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے کہ کسی شرعی مسئلہ یا توحید ورسالت پر جو منکرین کے شبہات ہیں،ان تمام شبہات کے جوابات جانیں۔ یہ معتزلہ کا مذہب ہے جسے خلیل بجنوری نے اہل سنت وجماعت کے درمیان پھیلانے کی کوشش کی تھی۔

عوام مسلمین کو شرعی احکام ماننا ہے۔اصحاب علم وفضل کو شبہات باطلہ کا جواب معلوم کرنا ہے۔عوام وعلما کا حکم جداگانہ ہے۔معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ عالم وغیر عالم ہر ایک کو عقلی استدلال کے ذریعہ تمام ضروری عقائد کا ایسا علم حاصل ہونا لازم کہ مخالفین ومنکرین کے شبہات کا جواب دے سکے۔اگر کسی عقیدہ کا ایسا علم نہ ہو تو اسے مومن نہیں سمجھا جائے گا۔

یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب نہیں۔

محدث ملا علی قاری حنفی(۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:(وعند المعتزلة ما لم

یعرف کل مسألة بدلالة العقل علی وجه یمکنه دفع الشبهة،لا یکون مؤمنًا-قال القونوی:عند المعتزلة انما یحکم بایمانه اذا عرف ما یجب اعتقاده بالدلیل العقلی علیٰ وجه یمکنه مجادلة الخصوم-وحل جمیع ما یوردونه علیه من الشبهة-حتی اذا عجز عن شیئ من ذلک،لم یحکم باسلامه) (منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص403-دارالسلامہ بیروت)

ترجمہ:معتزلہ کے یہاں مومن نہیں ہوگا جب تک کہ دلالت عقلی سے ہر مسئلہ کواس طرح نہ جان لے کہ اس کے لیے دفع شبہہ ممکن ہو۔امام قونوی نے فرمایا:معتزلہ کے یہاں کسی کواس وقت مومن مانا جائے گا جب وہ ضروری عقائد کوعقلی دلیل سے اس طرح جان لے کہ مخالفین سے مباحثہ کرنا اوران کے تمام وارد کردہ شبہات کا حل اس کے لیے ممکن ہو، یہاں تک کہ جب اس میں سے کسی چیز سے عاجز ہوتو اس کومومن نہیں تسلیم کیا جائے گا۔

باب اول: بحث چہارم میں تفصیل کے ساتھ بیان کردیا گیا کہ کسی کافرکلامی کے کفر میں شبہ ہوتو شبہ دورکرے،اور توقف نہ کرے۔حکم شرعی کے انکار کی گنجائش نہیں۔فی الوقت یہ عقیدہ رکھے کہ جو عنداللہ حق ہے، وہی میرا عقیدہ ہے۔ دفع شبہ کی کوشش فرض ہے، اورتوقف کواپنا عقیدہ بنالینا کفر ہے۔کم عقلوں کوبھی اپنا شبہ دورکرکے حکم شرعی ماننا ہوگا۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز کے حوالے سے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ فقہا کودلیل کفر سمجھ میں نہ آئے تو بھی ان کو متکلمین کا فتویٰ کفر ماننا ہے۔کفر کلامی کفر بدیہی ہے۔کبھی کسی وجہ سے بدیہی امر بھی کسی کوسمجھ میں نہیں آتا ہے،اور عدم فہم کے سبب بدیہی میں اختلاف ہو جاتا ہے۔اسی طرح کبھی ہٹ دھری،تعصب وعناد وغیرہ کے سبب بھی بدیہی میں اختلاف ہوتا ہے،لیکن بدیہی میں اختلاف معتبر نہیں۔اختلاف کرنے والے پر بھی حکم عائد ہوتا ہے۔

سوفسطائیہ،عنادیہ اور لاادریہ بدیہیات میں بھی اختلاف کرتے ہیں۔اس کا بیان ہمارے رسالہ:''کفر کلامی اورکفرفقہی''(باب اول: بحث اول) میں مرقوم ہے۔

(13) نفس مسئلہ کو جاننا اور حقائق ودقائق کو جاننا

نفس مسئلہ کو سمجھنا اور جاننا الگ ہے اور مسئلہ کے دلائل وبراہین اور اس کے حقائق ودقائق کو سمجھنا اور جاننا الگ ہے۔اگر کسی باشعور نابالغ بچے کو بھی بتایا جائے کہ اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی تھی ،اس لیے عرب وعجم کے علمائے کرام نے اس کو کافر قرار دیا اور اس کو کافر ماننا ضروری ہے،اور جو اسے کافر نہ مانے ،وہ بھی اسلامی قانون کے اعتبار سے کافر مانا جائے گا۔اتنی بات باشعور نابالغ بچہ بھی جان اور سمجھ لے گا،اور عوام مسلمین کے لیے اتنا ہی جاننا اور اس کو ماننا کافی ہے۔شرعی کتابوں میں جہاں اس قسم کے مسائل سے متعلق عوام مسلمین کے لیے مسئلہ سمجھنے کی بات مرقوم ہو تو نفس مسئلہ سمجھنا مراد ہوتا ہے۔مسئلہ کے دقائق وحقائق اور اس کے دلائل وبراہین کو ایک عالم دین کی طرح سمجھنا مراد نہیں،نہ ہی عوام مسلمین اس کے متحمل ہیں:(**لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها**)

بحث سوم

منکر تکفیر کی دیانۃً تکفیر ہوگی یا نہیں؟

سوال سوم:جو عدم فہم کے سبب اشخاص اربعہ کی تکفیر نہ کرے،حکم ظاہر میں اس کی تکفیر ہوگی،لیکن کیا وہ عدم فہم کے سبب عند اللہ معذور ہوگا اور عند اللہ کافر نہیں ہوگا؟

فتاویٰ مظہریہ سے ایک سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے۔

سوال نمبر ۲۴۸:جو حضرات علمائے دیوبند کی ایسی تحریرات کی تاویلیں پیش کرتے ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی مترشح ہوتی ہے،اور یہ کہتے ہیں کہ علمائے بریلوی ان عبارات کے غلط معنی ومفہوم لیتے ہیں تو ایسے حضرات کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

مستفتی: محمد ایوب الرحمٰن خطیب جامع مسجد سبزی منڈی خانیوال (مغربی پاکستان)

۲۹: جولائی ۱۹۵۷ء

الجواب: جو عبارتیں مابہ النزاع ہیں، وہ خالص اردو کی عام فہم ہیں، پس ان کے معنی کے سمجھنے میں نہ کسی دیوبندی کا اعتبار ہے، اور نہ بریلوی کے فہم کا۔ بلا کسی رورعایت کے عام ہندوستانی جوان عبارات کے معنی بتلائیں، اس ہی کا اعتبار ہے، پھر اس پر شریعت مطہرہ کا جو حکم ہے، اس پر عمل لازم۔ البتہ اگر کوئی شخص ایسے مقام کا ہے جس میں رہنے والوں کی سمجھ ہی اوندھی ہوتی ہے، جیسے ہندوستان میں بھونکر یا شکار پور وغیرہ۔ یا ہے تو وہ شخص خطہ حکما کا، لیکن قسام ازل نے اسے سمجھ ہی ایسی عطا فرمائی ہے کہ اس کے سمجھ میں ہی کسی عبارت کے ایسے ظاہری معنی نہیں آتے جو موجب کفر ہیں، بلکہ ایسے معنی آتے ہیں جو موجب کفر نہیں تو ایسے شخص کی دیانۃً تکفیر نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے معنی کا قائل نہیں جو موجب تکفیر ہیں۔

لیکن اگر وہ ان عبارات کے قائلین کی رعایت سے ایسے معنی بیان کرتا ہے، حالاں کہ اس کا قلب گواہی دیتا ہے کہ ان کے معنی وہی ہیں جو ظاہر کلام سے مفہوم ہوتے ہیں تو ایسے شخص کی تکفیر نہ کرنا اس کے لیے کچھ مفید نہیں ہوسکتا: فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ: مسجد جامع فتح پوری (دہلی)

۱۴: اگست ۱۹۵۷ء

(فتاویٰ مظہریہ: جلد دوم ص 375 - ادارہ مسعودیہ کراچی)

سوال سوم کا جواب

صاحب فتاویٰ نے کوئی دلیل رقم نہیں فرمائی کہ اس پر بحث کی جاتی۔ یہ کہاں مرقوم ہے کہ کسی شخص کو کفر کلامی سمجھ میں نہ آئے، اور وہ انکار کردے تو اس کی دیانۃً تکفیر نہیں ہوگی۔ تکفیر کے مسائل عقل وذہن سے حل نہیں کیے جاتے، بلکہ شرعی دلائل ونصوص سے حل کیے

جاتے ہیں۔ دراصل حکم کفر کی عدم فہم کا دعویٰ ہی غلط ہے۔ نفس مسئلہ کو سمجھنا مشکل نہیں ہے۔

نفس مسئلہ کو باشعور بچہ بھی سمجھ سکتا ہے

اشخاص اربعہ کا حکم شرعی سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ باشعور نابالغ بچوں کو بھی بتایا جائے کہ تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وبے ادبی کی تھی، اس نے علم نبوی کو بچوں اور پاگلوں کے علم کی طرح کہا تھا، لہٰذا عرب وعجم کے علمائے اہل سنت وجماعت نے اس کو کافر قرار دیا ہے، پس اتنی سی بات بچے بھی سمجھ سکتے ہیں اور اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے۔ ہر مومن شرعی مسئلہ کے حقائق ودقائق، دلائل وبراہین اور شرائط ولوازم سمجھنے کا مکلّف نہیں۔ یہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ عوام وخواص ہر ایک کو تمام ضروری اعتقادیات کے دلائل وبراہین کا علم ہونا ضروری ہے اور اس پر وارد ہونے والے شبہات سے واقف ہونا ضروری ہے۔

مذکورہ صورت میں منکر تکفیر حکم شریعت میں بھی کافر ہے اور عند اللہ بھی کافر ہے۔ چوں کہ یہاں حکم شرع کا انکار وتکذیب ہے تو عند اللہ کافر نہ ہونے کی کوئی صورت نہیں: واللہ تعالیٰ اعلم، نیز ہر ایک کو کفریہ عبارت سمجھنا لازم نہیں۔ اسی نظریہ کے سبب یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ تصدیق وتکفیر کے شرائط جداگانہ ہیں۔ مصدق کے لیے حکم کفر اور ملزم کا کفریہ عقیدہ جاننا ضروری ہے۔ ہمارے رسالہ: ''مسئلہ تکفیر اور تحقیق وتصدیق'' میں تفصیل مرقوم ہے۔

جب فقہائے کرام کو متکلمین کی دلیل تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی انہیں ملزم کو کافر ماننا ہے تو کم عقلوں کو کیسے حق ہو جائے گا کہ عدم فہم کے سبب ملزم کو مومن مان لے۔ جب کفر ثابت ہے تو ملزم کو کافر ماننا ہوگا۔ جس کو معجزہ دیکھ لینے کے باوجود نبی کی نبوت کی حقانیت سمجھ میں نہ آئے، وہ معذور نہیں، بلکہ نبی کی نبوت کے انکار کے سبب وہ کافر ہے۔

فقہ وکلام کی کتابوں میں یہ ضرور مرقوم ہے کہ لاعلمی بعض صورتوں میں عذر ہے، لیکن عاقل بالغ مکلّف کے لیے عدم فہم عذر نہیں، بلکہ حکم شرع کو سمجھنے اور اس کو ماننے کا حکم ہے۔

فصل اول

ایمان وکفر کا ادراک عقل سے یا شرع سے؟

شریعت اسلامیہ میں ہر شعبہ سے متعلق احکام بیان کیے گئے ہیں۔ایمان وکفر سے متعلق بھی احکام موجود ہیں۔عہد حاضر میں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ایمان وکفر کے مسائل اپنے ذہن وفکر سے بیان کیے جاتے ہیں،حالاں کہ یہ غلط ہے۔ایمان سب سے اہم ہے، پھر ایمان وایمانیات کے احکام کا بیان شرع مطہر میں کیوں نہیں ہوگا۔ہاں،قلت علم کے سبب ہماری رسائی وہاں تک نہ ہو سکے تو یہ ہماری خامی ہے۔

(1)امام غزالی شافعی نے رقم فرمایا:(الکفر ھو تکذیب الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی شَیْءٍ مما جاء بہ–والایمان تصدیقہ فی جمیع ما جاء بہ.

فالیھودی والنصرانی کَافِرَانِ لِتَکْذِیْبِھِمَا لِلرَّسُوْلِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم– وَالْبَرْھَمِیُّ کَافِرٌ بالطریق الاولٰی،لانہ انکر مع رسولنا سائر المرسلین–والدھری کافر بالطریق الاولٰی،لانہ انکر مع رسولنا الْمُرْسَلَ سَائِرَ الرُّسُلِ–وَھٰذَا لِاَنَّ الْکُفْرَ حُکْمٌ شَرْعِیٌّ کالرق والحریۃ مثلًا–اذ معناہ اباحۃ الدم والحکم بالخلود فی النار.

<u>ومدرکہ شرعی–فیدرک اما بنص،واما بقیاس علٰی منصوص</u>–وَقَدْ وَرَدَتْ النُّصُوْصُ فی الیھود والنصارٰی–والتحق بھم بالطریق الاولٰی –البراھمۃ والثنویۃ والزنادقۃ والدھریۃ–وکلھم مشترکون فی انھم مکَذِّبُوْنَ لِلرَّسُوْلِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–فَکُلُّ مُکَذِّبٍ لِلرَّسُوْلِ فَھُوَ کَافِرٌ –وَکُلُّ کَافِرٍ فَھُوَ مُکَذِّبٌ لِلرَّسُوْلِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–فھذہ ھی العلاقۃ الْمُطَّرِدَۃُ الْمُنْعَکِسَۃُ)(التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص26)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہوئے کسی امر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کفر ہے اور تمام لائے ہوئے امور میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق ایمان ہے، پس یہودی ونصرانی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کے سبب کافر ہیں اور برہمی (ہندو) بطریق اولیٰ کافر ہے، کیوں کہ اس نے ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمام مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا اور دہری بطریق اولیٰ کافر ہے، کیوں کہ اس نے ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمام مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا۔ان جماعتوں کے کافر ہونے کا سبب یہ ہے کہ غلامی وآزادی کی طرح کفر بھی ایک شرعی حکم ہے، کیوں کہ کفر کا معنی خون کو مباح قرار دینا اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کا حکم نافذ کرنا ہے۔

اور کفر کے ادراک کا ذریعہ شرعی دلیل ہے، پس کفر کا ادراک یا تو نص کے ذریعہ ہوگا ، یا منصوص پر قیاس کے ذریعہ ہوگا ، اور یہود ونصاریٰ کے بارے میں نصوص وارد ہوئی ہیں اور انہیں کے حکم میں بطریق اولیٰ براہمہ، دومعبود کے قائلین ، زنادقہ ودہریہ ہوں گے اور یہ تمام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے میں مشترک ہیں، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا ہر شخص کافر ہے اور ہر کافر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا ہے۔یہ جامع مانع طریقہ ہے۔

امام غزالی کے قول (وَهٰذَا لِاَنَّ الْكُفْرَ حُكْمٌ شَرْعِيٌّ :الخ) سے صاف واضح ہے کہ کفر ایک شرعی حکم ہے۔ایمان وکفر کے مسائل کا ماخذ شرعی دلائل ہیں۔ایسا نہیں کہ جو چاہے، وہ کسی پر حکم کفر لگا دے، یا اپنی عقل سے کوئی قانون بنادے۔

(2) امام غزالی قدس سرہ العزیز نے ''فیصل التفرقۃ'' کی بارہویں فصل میں بھی یہ تفصیل رقم فرمائی ہے کہ کفر کا ادراک شریعت سے ہوگا، عقل سے نہیں ہوگا۔جو لوگ عقل کو کفر کے ادراک کا ذریعہ مانتے ہیں، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا مدلل رد فرمایا ہے۔

(3) قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(فَصْلٌ فی بیان ما هو من المقالات کفرٌ وما یتوقف اویختلف فیه وما لیس بکفر-اعلم ان تحقیق هذا الفصل وکشف اللبس فیه مورده الشَّرْع وَلَا مَجَالَ لِلْعَقْلِ فیه-وَالْفَصْلُ الْبَیِّنُ فِیْ هذا-اَنَّ کل مقالة صَرَّحَتْ بنفی الربوبیة اوالواحدانیة اوعبادةِ اَحَدٍ غَیْرِ اللّٰه اَوْمَعَ اللّٰهِ فهی کفرٌ-کَمَقَالَةِ الدَّهْرِیَّةِ وسائرفرق اصحاب الاثنین مِنَ الدِّیْصَانِیَّةِ وَالْمَانَوِیَّةِ وَاَشْبَاهِهم من الصابئین والنصاریٰ والمجوس-والَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ اَوِ الْمَلَائِکَةِ او الشیاطین اوالشمس او النجوم اوالنار او اَحَدٍ غَیْرِاللّٰهِ من مشرکی العرب واهل الهند والصین والسودان وغیرهم ممن لایرجع الٰی کتاب-وکذلک القرامطة واصحاب الحلول والتناسخ من الباطنیة وَالطَّیَّارَة من الروافض.

وکذلک من اعترف بِاِلٰهِیَّةِ اللّٰه وَوَحْدَانِیَّتِه ولکنه اعتقد-اَنَّه غَیْرُ حَیٍّ-اَوْ غَیْرُ قَدِیْمٍ وَاَنَّه مُحْدَث-اَوْ مُصَوَّرٌ-اَوْ اِدَّعٰی له وَلَدًا-او صَاحِبَةً-او وَالِدًا-اومُتَوَلِّدٌ من شَیْءٍ-اَوْ کَائِنٌ عَنْه-اَوْ اَنَّ مَعَه فِی الْاَزَلِ شَیْئًا قَدِیْمًا-اَوْ اَنَّ ثَمَّ صَانِعًا لِلْعَالَمِ سواه،اَوْ مُدَبِّرًا غَیْرَه-فذلک کله کفرٌ باجماع المسلمین) (کتاب الشفاء: جلددوم:ص283)

ترجمہ:فصل اس کے بیان میں کہ جو باتیں کفر ہیں اور جن بارے میں توقف کیا جاتا ہے،یا جن میں اختلاف ہے اور جو باتیں کفرنہیں ہیں۔جان لوکہ اس فصل کی تحقیق اوراس بارے میں شبہ کے ازالہ کی دلیل شریعت ہے،اوراس میں عقل کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

اوراس بارے میں واضح فرق کرنے والا یہ ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ کی ربوبیت یا وحدانیت کی نفی کی صراحت کرے،یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت کی صراحت کرے،پس وہ کفر ہے۔

جیسے دہریہ، دومعبود ماننے والوں کے تمام فرقے یعنی دیصانیہ اور مانویہ اوران جیسے فرقے یعنی صابئین ،نصاریٰ ،مجوس اور جو بتوں ،یا فرشتوں یا شیاطین یا سورج یا ستاروں یا آگ یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کے سبب مشرک ہو گئے ،یعنی عرب ،اہل ہند،چین ،سوڈان وغیرہ کے مشرکین جو کسی (آسمانی) کتاب کی طرف رجوع نہیں کرتے ،ان لوگوں کی بات (کفر ہے)،اوراسی طرح قرامطہ،فرقہ باطنیہ کے اصحاب حلول وتناسخ اورروافض کا فرقہ طیارہ (کی بات کفر) ہے۔

اسی طرح جس نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت ووحدانیت کا اعتراف کیا،لیکن اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ حی نہیں ،یا قدیم نہیں اور وہ حادث ہے ،یا صورت (وجسم) والا ہے ،یا اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا یا بیوی یا باپ کا دعویٰ کرے ،یا اللہ تعالیٰ کے کسی چیز سے پیدا ہونے کا دعویٰ کرے ،یا کسی چیز سے ہونے کا دعویٰ کرے ،یا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ازل میں کوئی قدیم چیز ہے ،یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دنیا کا خالق ہے ،یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مدبر عالم ہے ، پس یہ تمام اقوال باجماع مسلمین کفر ہیں۔

قاضی عیاض مالکی کے قول(**اعلم ان تحقیق هذا الفصل وکشف اللبس فیه مورده الشرع–وَلَا مَجَالَ لِلْعَقْلِ فیه**) سے بالکل واضح ہے کہ کفروایمان کے احکام شریعت سے معلوم ہوں گے ،نہ کہ عقل سے ۔بہت سے گمرہوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ ایمان وکفر کے مسائل میں اپنی عقل سے کام لیتے ہیں ۔جب فقہی مسائل کا ماخذ بھی شرع ہے تو ایمان وکفر کے مسائل کا ماخذ بھی یقیناً شرع اسلامی ہے۔اپنی عقل سے نہ کسی کومومن کہا جاسکتا ہے،نہ کسی کو کافر کہا جاسکتا ہے۔نہ عقل سے کوئی قانون وضع کیا جاسکتا ہے۔

فقہی مسائل کے حل کے لیے فقہی جزئیات تلاش کیے جاتے ہیں اور اعتقادی مسائل کو بعض لوگ اپنی عقل وفہم سے حل کرتے ہیں ۔یہ نا قابل قبول طریقہ ہے۔اعتقادی امور میں غلطی کے سبب سخت حکم عائد ہوتا ہے،لہٰذا اعتقادی مسائل میں خوب غور کیا جائے۔

فصل دوم

قضاودیانت کے اصول کاتعلق فقہیات سے

قضااور دیانت کے اصول کاتعلق فقہی مسائل سے ہے۔قاضی اصول قضا کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور مفتی اصول دیانت کے مطابق فتویٰ دیتا ہے۔مسئلہ تکفیر میں قضا ودیانت کے دواصول جاری نہیں ہوتے ۔مسئلہ تکفیر کی بعض صورتوں میں یہ ذکر آتا ہے کہ یہاں ملزم حکم ظاہر میں کافر ہوگا اور عنداللہ حکم کافرنہیں ہوگا۔حکم ظاہر میں کافر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ازروئے شرع حکم دنیا میں اسے کافر مانا جائے گا۔وہاں قاضی ومفتی دونوں کفر کا فتویٰ دیں گے۔ایسانہیں کہ قاضی کفر کاحکم نافذ کرے گا اور مفتی مومن ہونے کا فتویٰ دے گا۔

چند فقہی ابواب میں قضاودیانت کے اصول کے اعتبار سے قاضی ومفتی کوجداگانہ حکم بیان کرنا ہے۔تمام فقہی ابواب میں قضاودیانت کا قانون جاری نہیں ہوتا۔

(1)امام ابن نجیم مصری نے رقم فرمایا:(**ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ الْفَرْقَ بين الدِّيَانَةِ وَالْقَضَاءِ إنَّمَا يَظْهَرُ فى الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ–وَأَمَّا فى الْحَلِفِ بِاللَّهِ تَعَالَى فَلَا يَظْهَرُ لِأَنَّ الْكَفَّارَةَ حَقُّ اللَّهِ ليس لِلْعَبْدِ فيها حَقٌّ حتى يَرْفَعَ الْحَالِفُ إلَى الْقَاضِى**)(البحرالرائق: جلد چہارم:ص355-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: جان لو کہ دیانت وقضا کا فرق طلاق وعتاق (غلام وباندی کی آزادی) کے مسئلہ میں ظاہر ہوتا ہے،لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے میں دیانت وقضا کا فرق ظاہر نہیں،کیوں کہ کفارہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، بندے کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، یہاں تک کہ حالف قاضی کے پاس معاملہ لے جائے۔

(2)امام ابن نجیم مصری حنفی(۹۲۶ھ-۹۷۰ھ) نے رقم فرمایا:

(**وَقَالُوا:لَوْ قَالَ:أَنْتِ طَالِقٌ،نَاوِيًا الطَّلَاقَ مِنْ وَثَاقٍ لَمْ يَقَعْ دِيَانَةً وَوَقَعَ**

قَضَاءً-وَفِی عِبَارَۃِ بَعْضِ الْکُتُبِ:أَنَّ طَلَاقَ الْمُخْطِئِ وَاقِعٌ قَضَاءً،لا دِیَانَۃً)
(الاشباہوالنظائر:القاعدۃالاولیٰ:ص24-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:فقہا نے فرمایا:اگر بندھن سے چھٹکارا کی نیت کرتے ہوئے کہا:تجھے طلاق ہے تو بطور دیانت طلاق واقع نہیں ہوگی اور بطور قضا واقع ہو جائے گی۔بعض کتابوں کی عبارت میں ہے کہ غلطی سے طلاق بولنے والی کی طلاق بطور قضا واقع ہو جائے گی،اور بطور دیانت واقع نہیں ہوگی۔

(3)امام ابن نجیم مصری حنفی نے رقم فرمایا:(وَوَلِـذَا قَالَ أَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ: لَوْ قَـالَ لِـزَوْجَتِـهِ:أَنْـتِ طَـالِـقٌ طَـالِقٌ طَالِقٌ طَلُقَتْ ثَلَاثًا-فَإِنْ قَالَ:أَرَدْتُ بِهِ التَّأْكِيدَ صُدِّقَ دِيَانَةً،لا قَضَاءً)(الاشباہوالنظائر:ص149-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:اسی لیے ہمارے اصحاب حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ اگر اپنی بیوی کو کہا:تجھے طلاق ہے،طلاق ہے،طلاق ہے تو تین طلاق ہو جائے گی،پس اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے تاکید کا ارادہ کیا تو بطور دیانت اس کی بات مانی جائے گی اور بطور قضا نہیں مانی جائے گی۔

(4)انور شاہ کشمیری دیوبندی نے لکھا:(واعلـم أنهم فسروا الدِّيانة بما بينَّه وبين اللّٰه،والقضاءَ بما بينه وبين الناس-وفَهِمَ منه بعضُهم أن الدِّيانة تقتصر على معاملةِ الرجل نفسه-فإذا شاعَ وبلغ إلى ثالثٍ خَرَجَ عن معنى الدِّيانة إلى القضاء-وهذا غَلَطٌ فاحِش-فإن مدار الديانة والقضاء ليس على الاشتهار وعدمِهِ-بل يبقى الأمرُ تحتَ الديانة ما لم يُرفع إلى القاضی-وإن كان اشتهرَ اشتهارَ الشمس فی رَابِعَةِ النهار-فإذا رُفِع إليه فقد خرج عن الدِّيانة ودخل تحتَ القضاء،ولو لم يسمَعْهُ قرينک.

ثم إن القاضی من تولى من جهةِ الأمير لتنفيذِ الأحكام وإجرائها،

بخلاف المفتی فإنه يُعْلِمُ مسائلَ الشريعة عند الاستفتاء ولا يحتاجُ إلى نَصْبِ الأمير،ولا له إجراء الأحكام–وقد علمتَ مرةً فيما سبق أن المفتى يحتاجُ إلى علمِ المسألةِ فقط،ويجبُ على الاحتمالات والتقديرات أيضًا ،مثلًا لو كان الأمرُ كذلك كان الجوابُ ذلك–بخلاف القاضى فإنه يحتاجُ إلى علم الوَاقعةِ،ولا تعلُّقَ له بالتقديرات،فإنه نُصِبَ لإجراءِ المسائل–ولا يكون إلا بعد التحقيق عما فى الواقع.

إذا علمت هذا فاعلم أن مسائلَ الدِّيانات كلها يُفتى بها المُفتى ولا يحكم بها القاضى، وهكذا مسائل القضاء، يَحكم بِهَا القاضى ولا عَلاقةَ بها للمُفتِى،فإن الدِّيانة والقضاءَ قد يتناقضان حكمًا،أى يكون حُكم الدِّيانة نقيض ما فى القضاء–وقد صرحوا أنه لا يجوز لأحدِهما أن يحكمَ بحكمِ الآخر–والمُفْتُونَ اليوم غافلون عنه،فإن أكثرهم يفتونَ بأحكامِ القضاء.

ووجه الابتلاء فيه:أن المذكور فى كتب الفقه عامةً هومسائل القضاء، وقَلَّما تُذكرُ فيها مسائلُ الدِّيانة .نعم، تذكر تلك فى المبسوطات، ولا تُنَال إلا بعد تدرُّبٍ تامٍ، ولعل وجهته أن القاضى فى السلطنة العثمانية لم يكن ينصبُ إلا حنفيًا،بخلاف المفتيين فإنهم كانوا من المذاهب الأربعة.

وكان القاضى الحنفى يُنَفِّذُ ما أفتُوا به،فشرع المُفْتُونَ تحرير حكم القضاء لينفِّذ القاضى، فاشتهرت مسائل القضاء فى الكتب،وخملت مسائل الديانة،ثم لا يجبُ أن تتفقَ الديانة والقضاء فى الحكم بل قد يختلفان.

ففى"الكنز": إن ولدتِ ذكرًا فأنت طالقٌ واحدة،وإن ولدتِ أُنثى فثنتين، فولدتهُما ولم يُدرَ الأول تَطلقُ واحدةً قضاءً،وثِنتين تنزهًا،أى ديانة . فههنا أخذ القاضى بالجانب المتيقن والمُفتى بالأحوط–ولو قال فى هذه

المسألة بعينها:إن ولدتِ أُنثى فثلاثة،فولدتهُما،فهي ثلاثةٌ دِيانةً وواحدةٌ قضاءً،فاختلفَ الحكمان حِلًا وحُرمةً–ثم الأحوطُ ههنا واجبٌ كما صرحوا به،لا أنه مُستحبٌ)(فیض الباری علی صحیح البخاری: جلداول:ص 271-272)

فصل سوم

عنداللہ کافر نہ ہونے کامفہوم

ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور بوقت ضرورت اقرار لازم ہے۔بعض چیزیں کفر کی علامات شمار کی جاتی ہیں۔تصدیق قلبی اس کے ساتھ موجود رہ سکتی ہے۔بعض امور تصدیق کے منافی ہیں کہ اس کے ساتھ تصدیق قلبی کا اجتماع نہیں ہوسکتا ہے۔

جب کوئی ایسا امر صادر ہو جو کفر کی علامت ہے تو شرعی اصول کے مطابق مرتکب پر کفر کا حکم نافذ ہوگا اور مومنین پر لازم ہوگا کہ اس کو کافر اعتقاد کریں،گر چہ کسی سبب سے وہ عنداللہ کافر نہ ہو،مثلاً جو سورج کو سجدہ کرے،اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو وہ علم الٰہی میں مومن ہے،لیکن ہم پر اس کی تکفیر فرض ہے۔اس کے ساتھ تمام معاملات کافروں کی طرح کیے جائیں گے۔وہ عنداللہ کافر ہے یا نہیں۔اس کا علم بندوں کو نہیں،پس بندے ایسے شخص کے بارے میں دیانۃً تکفیر یا عدم تکفیر کے مکلّف بھی نہیں،کیوں کہ بندوں کو کسی کا قلبی حال معلوم نہیں۔ملزم اگر کہے کہ ہمارا دل ایمان پر مطمئن تھا تو اس قول کے صدق وکذب کا علم بندوں کو نہیں،پس بندوں کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ عنداللہ مومن ہے یا کافر ہے۔

(1)علامت کفریہ اختیار کرنے والے کاحکم

امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(في المواقف وشرحها:من صَدَّقَ بماجاء به النَّبِيُّ صلى اللّٰه عليه و سلم ومع ذلک سَجَدَ للشمس كان غير مومن

بالاجماع-لان سجودہ لَهَا يَدُلُّ بظاهره علىٰ انه ليس بِمُصَدِّق ونحن نحكم بالظاهر فلذلک حَكَمْنَا بعدم ايمانه-لَا لِاَنَّ عَدْمَ السُّجُودِ لِغَيْرِ اللّٰه داخلٌ فی حقيقة الايمان-حَتّٰى لَوْ عُلِم انه لم يسجد لها علىٰ سبيل التعظيم واعتقاد الالٰهية بل سَجَدَ لَهَا وقلبه مطمئن بالتصديق لَمْ يُحْكَمْ بكفره فيما بينه وبين اللّٰه-وَاِنْ اُجْرِىَ عَلَيْه حُكْمُ الْكَافِرِ فی الظاهر-انتهىٰ)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص348)

ترجمہ:مواقف اوراس کی شرح میں ہے: جس نے ان تمام امور کی تصدیق کی جنہیں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کرآئے اوراس کے ساتھ اس نے سورج کو سجدہ کیا تووہ بالاجماع غیر مومن ہوگا،کیوں کہ اس کا سورج کوسجدہ کرنا بظاہراس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی)تصدیق نہیں کرتا ہے،اورہم ظاہر پرحکم لگاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کے عدم ایمان کا حکم لگایا۔یہ حکم اس وجہ سے نہیں لگایا کہ غیراللہ کوسجدہ نہ کرنا ایمان کی حقیقت میں داخل ہے، یہاں تک کہ اگرمعلوم ہوجائے کہ اس نے سورج کوسجدہ بطورتعظیم اوراس کومعبودسمجھ کرنہیں کیا ، بلکہ اس کوسجدہ کیا،درآں حالے کہ اس کا دل تصدیق وایمان پرمطمئن تھاتوعنداللہ اس کے کفرکاحکم نہیں لگایاجائے گا،اگرچہ حکم ظاہرمیں اس پرکفرکاحکم جاری کیاجائے گا۔

اعلام کی عبارت(حَتّٰى لَوْ عُلِم انه لم يسجد لها علىٰ سبيل التعظيم واعتقاد الالٰهية بل سَجَدَ لَهَا وقلبه مطمئن بالتصديق لَمْ يُحْكَمْ بكفره فيما بينه وبين اللّٰه-وَاِنْ اُجْرِىَ عَلَيْه حُكْمُ الْكَافِرِ فی الظاهر)سے مراد یہ ہے کہ اگر بندوں کومعلوم ہوجائے کہ اس نے بت کومعبودسمجھ کرسجدہ نہیں کیا تھا،اورسجدہ کے وقت اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا،یعنی بت کومعبودنہیں مانا تھاتوعنداللہ اس کے کافرہونے کاحکم نہیں دیاجائے گا،کیوں کہ اس کاایمان زائل نہیں ہوا،گرچہ علامت کفرکے سبب حکم دنیامیں وہ کافرماناجائے گا۔

سوال یہ ہے کہ بندوں کو یقینی علم کیسے حاصل ہوگا کہ اس نے جب بت کے سامنے سجدہ کیا تھا تو اس نے بت کو معبود نہیں مانا تھا اور ایمان پر اس کا دل مطمئن تھا۔کسی کے دل کی حالت کا یقینی علم بندوں کو نہیں ہوسکتا،لہٰذا بندوں کو قلبی حالات کے مطابق فیصلہ کا بھی حق نہیں۔اگر اس کے قول کا لحاظ ہوتا تو حکم دنیا میں بھی ہوتا،لیکن اس کے قول کا لحاظ حکم دنیا میں نہیں کیا جاتا ہے،بلکہ حکم دنیا میں اس کے قول کو رد کر کے اسے کافر تسلیم کیا جاتا ہے۔اسے توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم دیا جاتا ہے،پس اس کے قلبی حال کو سپرد خدا کر دیا گیا۔

چوں کہ اس کے قول کے صدق وکذب کا علم بندوں کو نہیں تو یہ معاملہ سپرد خدا سمجھا جاتا ہے۔ایسا نہیں کہ بطور قضا ہم تکفیر کریں گے اور بطور دیانت تکفیر نہیں کریں گے۔اس قسم کے مسائل میں عند اللہ مومن یا کافر نہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جب اس نے سچ کہا ہے تو مومن ہے،اور اگر جھوٹ کہا ہے تو عند اللہ کافر ہے،لیکن ہم بندوں کو اس کا کچھ علم نہیں۔

(2)اکراہ ناقص کی صورت میں کفریہ کلام کہنے کا حکم

امام علاء الدین کاسانی حنفی(م ۵۸۷ھ)نے رقم فرمایا:(**ھذا اذا کان الاکراہ علی الکفر تاما–فاما اذا کان ناقصا یحکم بکفرہ–لانہ لیس بمکرہ فی الحقیقۃ–لانہ ما فعلہ للضرورۃ،بل لدفع الغم عن نفسہ–ولو قال:کان قلبی مطمئنا بالایمان،لا یصدق فی الحکم لانہ خلاف الظاھر کالطائع اذا جری الکلمۃ ثم قال:کان قلبی مطمئنا–ویصدق فیما بینہ وبین اللّٰہ تعالیٰ**)

(البدائع والصنائع:جلد ہفتم:ص179-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:یہ اس وقت ہے جب کفر پر اکراہ تام ہو،لیکن جب اکراہ ناقص ہو تو اس کے کفر کا حکم دیا جائے گا،اس لیے کہ حقیقت میں وہ مکرہ(مجبور)نہیں ہے،اس لیے کہ اس نے یہ(کفریہ کلام کہنا)ضرورت کے سبب نہیں کیا،بلکہ اپنے سے غم کو دور کرنے کے لیے کیا۔

اور اگر وہ کہے کہ میرا دل ایمان پر مطمئن تھا تو حکم ظاہر میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، کیوں کہ وہ ظاہر حال کے خلاف ہے، جیسے طائع (غیر مکرہ) جب کلمہ کفر کہے، پھر وہ کہے کہ میرا دل (ایمان پر) مطمئن تھا اور بندہ وخدا کے مابین اس کی تصدیق کی جائے گی۔

جو جبر واکراہ شرعاً معتبر ہے، وہ اکراہ تام ہے۔اگر جبر واکراہ تام نہیں تھا، اور وہ محض کسی کے ڈرانے دھمکانے پر کفریہ کلمہ کہا تو اسے حکم ظاہر میں کافر قرار دیا جائے گا۔

(ولو قال: کان قلبی مطمئنا بالایمان، لا یصدق فی الحکم لانہ خلاف الظاہر) کا مفہوم یہی ہے کہ اکراہ تام نہیں تھا، لیکن ڈر اور خوف سے اپنی پریشانی دور کرنے کے لیے کفریہ کلام کہا تو کافر ہے۔اگر وہ کہے کہ میرا دل ایمان پر مطمئن تھا، پس اگر اس کی یہ بات سچ ہے تو وہ عند اللہ مومن ہوگا، لیکن حکم ظاہر میں اسے کافر سمجھا جائے گا۔

وہ عند اللہ اسی وقت مومن ہوگا، جب اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔دل کا حال رب تعالیٰ کو معلوم ہے، لہٰذا یہ معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد ہوگا۔**(ویصدق فیما بینہ وبین اللّٰہ تعالیٰ)** کا مفہوم یہی ہے کہ اگر اس کا دل حقیقت میں مطمئن تھا تو وہ عند اللہ مومن ہے، لیکن حکم ظاہر میں اس کے قول کی تصدیق نہیں کی جائے گی، کیوں کہ دل کا حال بندوں کا معلوم نہیں۔یہی حکم طائع کا ہے جو بلا اکراہ کفریہ کلام کہے۔طائع کے عند اللہ کافر نہ ہونے کا مسئلہ مرجوح ہے، کیوں کہ جب اس نے بلا جبر واکراہ کفریہ کلام کہا ہے تو اس پر حکم کفر عائد ہوگا۔

(3) طائع کی تکفیر پر اجماع

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مقامع الحدید میں رقم فرمایا: ''تو جان لے کہ عبد ضعیف (اس پر مہربان مولیٰ مہربانی فرمائے) جب اس مقام پر پہنچا اور اس کلام کی وجہ سے متکلم پر حکم لگانے کا وقت آیا تو اسی کلمہ اسلام کی عظمت وجلالت دامن گیر ہوئی، چناں چہ اس نے تکفیر کو بہت ہی عظیم معاملہ سمجھا، اس بات کا خوف کرتے ہوئے کہ ہوسکتا ہے، یہاں گہرا

باریک علمی نکتہ ہو، جس تک میری دانش نہ پہنچی ہو، یا کوئی الگ تھلگ علمی بات جس کو میرا علم حاوی نہ ہوا ہو تو میں نے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ سے استخارہ کیا اور کتابوں کی طرف مراجعت اور ورق گردانی کرنے لگا، یہاں تک کہ میں نے اپنی پوری کوشش کر لی، اور مقدور بھر انتہائی محنت ومشقت کو بروئے کار لایا، اور اس میں پورے دو دن صرف کر دیئے، اس کے باوجود میں نے کوئی ایسی شئ نہ پائی جس سے آنکھ ٹھنڈی ہوتی، بلکہ جب بھی کتابوں کی تلاش میں منہمک ہوا، پے در پے تکفیر کے مؤید اقوال ہی پائے، یہاں تک کہ میں نے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہائے کرام اور علمائے عظام کی کتب میں بہت سے عظیم مسائل اور عام فروع پر واقفیت حاصل کی تو وہ مجموعی طور پر بھی ایسے ہی ہیں، جیسے الگ الگ، گویا کہ وہ سب ایک ہی کمان سے تیر اندازی کرتے ہیں، چناں چہ میں نے یقین کرلیا کہ اس شخص کے لیے کوئی جائے فرار نہیں اور نہ ہی حکم تکفیر سے ہٹنے کی گنجائش ہے۔

اے اللہ! مگر ایک ضعیف روایت جو ہمارے بعض علما سے جامع اصغر میں منقول ہے، وہ یہ کہ ارادۂ قلبی معتبر ہے۔ جامع اصغر میں اس کو وارد کیا، پھر اس کا خوب رد کیا، لیکن میں نے اس میں زیادہ سوچ بچار کی اور گناہ سے بچنے کے لیے توقف کو پسند کیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ مخالفت اگر چہ کمزور ہے، مگر یہاں کافی ہے۔ چناں چہ میں نے گہری نظر ڈالی، اور فکر میں مبالغہ کیا، یہاں تک کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر آشکارا فرما دیا کہ تکفیر پر اجماع ہے، نزاع تو فقط کفر میں ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس نے بخوشی جان بوجھ کر بقائمی ہوش وحواس کلمہ کفر بولا، وہ ہمارے نزدیک قطعی طور پر کافر ہے۔ اس میں دو بکریاں سینگ نہیں لڑائیں گی۔

ہم اس پر مرتد ہونے کے احکام جاری کریں گے۔ اس کی بیوی پر حرام ہوگا کہ وہ خود کو اس کے قابو میں دے، اور اس کے لیے جائز ہوگا کہ بغیر طلاق جس کے ساتھ چاہے، نکاح کرلے، اور کلمہ کفر کہنے والے کو ہم بطور استحباب تین دن محبوس رکھیں گے، اور اس کو

مہلت دیں گے، تاکہ اسے توبہ کی توفیق ملے۔ اگراس نے توبہ کرلی تو ٹھیک، ورنہ قتل کر کے اس کی لاش کو کتے کی لاش کی طرح غسل، کفن، نماز جنازہ اور دفن کے بغیر پھینک دیں گے۔

مسلمان مورثوں سے اس کی میراث منقطع کر دیں گے، اور اس کی حالت ارتداد کی کمائی کو تمام مسلمانوں کے لیے غنیمت بنا دیں گے۔ اسی طرح اس کے علاوہ دیگر احکام جاری کریں گے جو کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

رہا یہ مسئلہ کہ کیا وہ اس کلمہ کے ساتھ عنداللہ کافر ہو جائے گا یا نہیں تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں ہوگا، جب دلی ارادہ نہ پایا جائے، کیوں کہ تصدیق کا محل دل ہے۔ یہی وہ حکایت ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، جب کہ عام علمائے کرام اور جمہور امنا نے کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا، اگر چہ دلی طور پر عزم نہ پایا جائے، کیوں کہ وہ دین کے ساتھ کھیلنے والا ہے، اور یہ یقیناً کفر ہے۔

تحقیق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ اس جیسے فعل کا ارتکاب صرف وہی کرے گا جس کے دل سے اللہ تعالیٰ ایمان سلب کر لیتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اے محبوب! اگر آپ ان سے دریافت فرمائیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم یوں ہی ہنسی اور کھیل کر رہے تھے۔ آپ ارشاد فرما دیں: کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے، مسلمان ہو کر۔

اور یہی صحیح وراجح ہے جو تصحیح کے نقش ونگار سے مزین ہے تو یہاں سے ہی میں نے ایک خوبصورت جلیل القدر رسالہ بنا دیا جو چمک دار فوائد اور بڑے بڑے موتیوں پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کا نام ''البارقۃ اللمعا فی سوء من نطق بکفر طوعا'' (۱۳۰۴ھ) رکھا، تاکہ نام سے رسالہ کی تاریخ تصنیف کا علم ہو جائے۔ ہمارے اس رسالے کی طرح جس میں اب ہم مشغول ہیں، اس کا نام ہم نے ''مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید'' رکھا۔ تجھ پر اس رسالہ ''البارقۃ اللمعا'' کا مطالعہ لازم ہے، کیوں کہ میں نے اس میں تحقیق کی ہے کہ برضا ورغبت

کفریہ کلمہ بولنے والے کی تکفیر پر اجماع ہے۔اس میں کوئی نزاع نہیں۔میں نے اس پر ایسے بلند دلائل قائم کیے ہیں جنہیں جھکایا نہیں جاسکتا،اور ایسے قطعی براہین قائم کیے ہیں جن میں کمی نہیں کی جاسکتی۔دل مطمئن،معاملہ ثابت،درستگی ظاہر اور حجاب منکشف ہوگیا،اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا''۔

(مقامع الحدید: فتاویٰ رضویہ: جلد 27ص 179-182-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا کہ طائع یعنی بلا جبر واکراہ اپنے قصد ورضا سے کلمہ کفر کہنے والا عنداللہ بھی کافر ہوگا۔یہی راجح قول ہے،نیز حکم دنیا میں یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا کہ کلمہ کفر کہتے وقت اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔حکم ظاہر میں تکفیر پر اجماع ہے۔

فقہی کتابوں میں قضائی کفر کا ذکر

سوال:فقہی کتابوں میں مرقوم ہوتا ہے کہ فلاں قضا کے اعتبار سے کافر ہوگا اور عنداللہ کافر نہیں ہوگا۔ایسی عبارتوں کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:فقہائے کرام کی ایسی عبارتوں میں قضا کا وہ مفہوم مراد نہیں جو فقہی ابواب میں مراد ہوتا ہے کہ اصول قضا کے اعتبار سے یہاں یہ حکم ہے اور اصول دیانت کے اعتبار سے دوسرا حکم ہے اور قاضی اصول قضا کے لحاظ سے حکم نافذ کرے گا اور مفتی اصول دیانت کے اعتبار سے فتویٰ دے گا۔

اگر مسئلہ تکفیر میں فقہائے کرام کہیں کہ یہاں قضا کے اعتبار سے حکم کفر ہوگا تو اس سے مراد یہ ہے کہ حکم ظاہر میں وہ کافر ہوگا۔اس سے کافروں کی طرح سلوک کیا جائے گا۔

یہاں قضا سے وہی مفہوم مراد ہے جو متکلمین کے یہاں متعارف ہے کہ حکم دنیا میں وہ کافر ہے۔قاضی ومفتی دونوں حکم دنیا میں اسے کافر قرار دیں گے۔یہاں قضا کا فقہی مفہوم مراد نہیں۔ایسے مسائل میں عنداللہ کافر ہونا یا نہ ہونا بعض شرائط پر موقوف ہوتا ہے اور ان

شرائط کاعلم بندوں کونہیں،لہذاایسےاموراللہ تعالیٰ کے سپرد ہوتے ہیں۔

طائع ،اکراہ ناقص والےاورعلامت کفراختیارکرنے والے کے بارے میں ہے کہ ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو وہ عنداللہ مومن ہیں۔دل کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے، پس بندے دیانت کےطور پراس کے عدم کفر کا فتویٰ نہیں دے سکتے ، کیوں کہ اسے دل کا حال معلوم نہیں۔ماقبل میں تینوں کی تفصیل ہے۔اسے دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

درج ذیل عبارت سے واضح ہے کہ کفر قضائی سےفقہا کے یہاں حکم دنیا میں کافر ہونا مراد ہےاوردیانۃً کافر ہونے کامفہوم عنداللہ کافر ہونا مراد ہے۔دیانۃً کافر ہونے کامفہوم یہ نہیں کہ مفتی کافر ہونے کافتویٰ دے گا،جیسا کہ دیگرفقہی مسائل میں دیانت کامعنی مراد ہوتا ہے۔یہاں لفظ دیانت کا جومعنی صحیح ہوگا،وہی معنی مراد ہوگااوروہی فقہا کی مراد ہوگی۔

علامہ ابن نجیم مصری نے رقم فرمایا:(لو أُكْرِهَ على كَلِمَةِ الْكُفْرِ وَإِتْلَافِ مَالِ إِنْسَانٍ بِشَيْءٍ يَخَافُ على نَفْسِهِ أو على أَعْضَائِهِ كَالْقَتْلِ وَقَطْعِ الْأَطْرَافِ يُرَخَّصُ له إجْرَاءُ كَلِمَةِ الْكُفْرِ على لِسَانِهِ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلِحَدِيثِ عَمَّارِ بن يَاسِرٍ حين أُبْتُلِيَ بِهِ أَنَّهُ عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قال له كَيْفَ وَجَدْتَ قَلْبَكَ قال مُطْمَئِنًّا بِالْإِيمَان– قال:فَإِنْ عَادُوا فَعُدْ

أَيْ عُدْ إلَى الطمأنينة–وَلِأَنَّ بهذا الْإِظْهَارِ أَنَّهُ لَا يُفَوِّتُ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ لِأَنَّ التَّلَفُّظَ فِي هذه الْحَالَةِ لَا تَدُلُّ على تَبَدُّلِ الِاعْتِقَادِ لِقِيَامِ التَّصْدِيقِ بِهِ فَرَخَّصَ له إحْيَاءً لِنَفْسِهِ.

وفي الْمُحِيطِ وَغَيْرِهِ وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ على ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ أَحَدُهَا أَنْ يَكُونَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنًّا ولم يَخْطِرْ على بَالِهِ شَيْءٌ سِوَى ما أُكْرِهَ عليه

وَالثَّانِي أَنْ يَخْطِرَ بِبَالِهِ الْخَبَرُ بِالْكُفْرِ عَمَّا مَضَى بِالْكَذِبِ بِأَنْ لم يَكُنْ كَفَرَ قَطُّ فِيمَا مَضَى وقال أَرَدْت الْخَبَرَ عَمَّا مَضَى كَاذِبًا ولم أُرِدْ كُفْرًا

مُسْتَقْبِلًا فَهَذَا يُكَفَّرُ قَضَاءً وَلَا يُكَفَّرُ دِيَانَةً

الثَّالِثُ أَنْ يَقُولَ لم يَخْطِرْ بِبَالِي كُفْرٌ في الْمَاضِي وَأَرَدْتُ الْكُفْرَ مُسْتَقْبِلًا فَهَذَا يُكَفَّرُ قَضَاءً وَدِيَانَةً اه

وفي الْمُحِيطِ على هذا التَّفْصِيلِ أَنَّهُ إذَا أُكْرِهَ على أَنْ يُصَلِّيَ لِلصَّلِيبِ أو يسجد.

وفي الظَّهِيرِيَّةِ: لو أُكْرِهَ على أَنْ يَسْجُدَ لِلصَّلِيبِ فَالْمَسْأَلَةُ على ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ-الْأَوَّلُ إذَا خَطَرَ بِبَالِهِ أَنْ يُصَلِّيَ لِلَّهِ تَعَالَى لَا لِلصَّلِيبِ وفي هذا الْوَجْهِ لَا يُكَفَّرُ في الْقَضَاءِ وَلَا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى سَوَاءٌ كان مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ أو لم يَكُنْ مُسْتَقْبِلًا

الثَّانِي أَنْ يَقُولَ لم أُصَلِّ لِلَّهِ تَعَالَى وَصَلَّيْت لِلصَّلِيبِ وفي هذا يُكَفَّرُ في الْقَضَاءِ وَفِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى

الثَّالِثُ أَنْ يَقُولَ لم يَخْطِرْ بِبَالِي وَصَلَّيْت لِلصَّلِيبِ مُكْرَهًا في هذا لَا يُكَفَّرُ في الْقَضَاءِ وَلَا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى)

(البحرالرائق: جلدہشتم: ص83-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: اگر کلمہ کفر کہنے اور کسی انسان کا مال برباد کرنے پر ایسی چیز کے ذریعہ مجبور کیا جائے کہ اسے اپنی جان یا اپنے اعضا پر خوف ہو، مثلاً قتل اور اعضا کے کاٹ دیئے جانے کا خوف ہوتو اسے اپنی زبان پر کلمہ کفر جاری کرنے کی رخصت ہوگی، اس حال میں کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے سبب، جب وہ آزمائش میں مبتلا ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا:

تم نے اپنے دل کو کیسا پایا؟ انہوں نے عرض کیا: (اپنے دل کو) ایمان پر مطمئن پایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ لوگ دوبارہ (ظلم وستم) کریں تو

در بارہ (ویسا) کرو، یعنی طمانیت پر قائم رہو (دل کو ایمان پر مطمئن رکھو)

کیوں کہ (کلمہ کفر کے) اس اظہار سے وہ ایمان کی حقیقت (تصدیق قلبی) کو ختم نہیں کرتا ہے، اس لیے کہ تصدیق قلبی کے موجود ہونے کے سبب اس حالت (حالت اکراہ) میں کلمہ کفر بولنا اعتقاد کی تبدیلی پر دلالت نہیں کرتا ہے، پس اسے اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لیے اس کی رخصت (زبان سے کلمہ کفر کہنے کی رخصت) دے دی گئی۔

اور محیط وغیرہ میں ہے: یہ مسئلہ تین صورت پر ہے۔ پہلی صورت یہ کہ اس کا دل (ایمان پر) مطمئن ہو، اور اس کے دل میں صرف اس کا خیال آیا ہو جس پر اسے مجبور کیا گیا۔

دوسری صورت یہ کہ اس کے دل میں زمانہ ماضی میں کفر کی جھوٹی خبر کا خیال آئے کہ اس نے زمانہ ماضی میں کبھی کفر نہیں کیا اور کہا کہ ہم نے زمانہ ماضی کی جھوٹی خبر کا ارادہ کیا اور میں نے مستقبل میں کفر کا ارادہ نہیں کیا تو یہ قضاءً کافر ہوگا اور دیانۃً کافر نہیں ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کہے: میرے دل میں ماضی میں کفر کا خیال نہیں آیا، اور میں نے مستقبل میں کفر کا ارادہ کیا تو وہ قضاءً و دیانۃً کافر ہے۔

اور محیط میں اسی تفصیل کے مطابق وہ صورت ہے کہ جب اس کو صلیب کے لیے نماز پڑھنے یا صلیب کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا جائے۔

اور فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ اگر صلیب کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا جائے تو مسئلہ تین صورت پر ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اس کے دل میں یہ خیال آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھ رہا ہے، نہ کہ صلیب کے لیے، اور اس صورت میں نہ وہ قضاءً کافر ہوگا، نہ وہ عنداللہ کافر ہوگا، خواہ وہ قبلہ رخ ہو، یا قبلہ رخ نہ ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نماز نہیں پڑھی اور صلیب ہی کے لیے نماز پڑھی تو اس صورت میں قضاءً اور عنداللہ کافر ہو جائے گا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کہے کہ میرے دل میں کوئی خیال نہیں آیا اور میں نے

مجبوراً صلیب کے لیے نماز پڑھی۔اس صورت میں نہ قضاءً کافر ہوگا، نہ عنداللہ کافر ہوگا۔

محیط میں بیان کردہ دوسری صورت کی تشریح یہ ظاہر ہوتی ہے کہ جب یہ عہد ماضی میں کافر نہیں تھا اور خود کو زمانہ ماضی میں کافر مانا اور مجبور کرنے والے کو اپنے عہد ماضی کے اعتبار سے کہا کہ میں کافر ہوں تو اس نے اپنے اسلام کو کفر مانا، کیوں کہ وہ عہد ماضی میں مومن تھا، پس عہد ماضی میں وہ اسی وقت کافر ہوگا جب اپنے ایمان کو کفر مانے اور ایمان کو کفر ماننا کفر ہے، پس وہ حکم دنیا میں کافر ہے۔ چوں کہ اس نے مستقبل میں کفر کا ارادہ نہیں کیا تو وہ مستقبل میں عنداللہ مومن ہوگا، لیکن اس نے مستقبل سے متعلق کفر کا ارادہ نہیں کیا، اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، بندوں کو اس کے دل کے احوال کی خبر نہیں، پس یہ معاملہ سپرد خدا ہو گا۔ دیانۃً عدم تکفیر کا یہی معنی ہے کہ معاملہ سپرد خدا کر دیا جائے: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محیط کی تیسری صورت کی تشریح یہ ہے کہ جب اس نے مستقبل میں کفر کا ارادہ کیا تو عزم کفر پایا گیا اور عزم کفر کفر ہے، پس یہ دنیاوی حکم میں بھی کافر ہے اور عنداللہ بھی کافر ہے۔

منقولہ بالا اقتباس میں پہلے محیط کی عبارت ہے۔اس میں دیانۃً تکفیر اور قضاءً تکفیر کا ذکر ہے۔اس کے بعد فتاویٰ ظہیریہ کی عبارت ہے۔اس میں دیانت کی جگہ (فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ) ہے۔اس سے واضح ہے کہ مسئلہ تکفیر میں قضا و دیانت کا فقہی معنی مراد نہیں کہ مفتی کفر کا فتویٰ دے گا اور قاضی کفر کا فتویٰ نہیں دے گا، بلکہ بطور دیانت کافر ہونے کا معنی ہے کہ وہ عنداللہ بھی کافر ہے۔بطور دیانت کافر نہ ہونے کا معنی ہے کہ وہ عنداللہ کافر نہیں۔

قلبی احوال کے اعتبار سے کوئی عنداللہ کافر قرار نہ پائے تو اس کا حال صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ عنداللہ کافر نہیں۔بندوں کو کسی کی قلبی حالت کا علم نہیں ہوتا۔

کفر وتکفیر دو متغایر امر

صدقہ فطر کے وجوب سے متعلق المعتقد المنتقد کی عبارت کے حاشیہ میں امام اہل

سنت قدس سرہ العزیز نے ''دون الغائب'' کی تشریح میں رقم فرمایا:

(لَا نُکَفِّرُہٗ لاحتمال انہ لم یثبت عندہ-اَمَّا اِذَا عَلِمَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ یَعْلَمُ مَجِیءَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بھذا الامر-ثُمَّ یُنْکِرُہٗ تَکْذِیْبًا لَہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-فَھُوَ کَافِرٌ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی قَطْعًا-وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ حَدِیْثَ اٰحَادٍ-وَلَوْ ضَعِیْفًا-بَلْ وَلَوْسَاقِطًا-بَلْ وَلَوْ مَوْضُوْعًا-کَمَا قَدَّمْنَا-لِاَنَّ الْمَنَاطَ ھُوَ تَکْذِیْبُہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بِزَعْمِہٖ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مَا زَعَمَہٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ،قَوْلُہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الواقع-وَھٰذَا ظَاھِرٌ جِدًّا)

(المعتمد المستند :ص211-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:(خبر واحد سے ثابت ہونے والے صدقہ فطر کے وجوب کے انکار کے سبب دربار رسالت سے) غیر حاضر شخص کی ہم تکفیر نہیں کریں گے ، کیوں کہ احتمال ہے کہ وہ (وجوب)اس کے نزدیک ثابت نہ ہو،لیکن جب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوکہ وہ شخص جانتا ہے کہ اس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اللہ تعالیٰ کی جانب سے)لائے ، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کے واسطے اس کا انکار کرتا ہے، پس وہ عنداللہ یقینی طور پر کافر ہے ،گرچہ حدیث خبر واحد ہو، اور گرچہ ضعیف ہو، بلکہ گرچہ ساقط ہو، بلکہ گرچہ موضوع ہو،جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، کیوں کہ(کفر کا)مدار اپنے گمان کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کو جھوٹا جاننے پر ہے،گرچہ جس کو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول گمان کیا ،وہ واقع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول نہ ہو،اور یہ بہت ظاہر ہے۔

کسی کو حدیث نبوی خبر واحد کے طور پر پہنچی ،اور اس نے انکار کیا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی ۔ یہاں احتمال ہے کہ وہ حدیث اس کے نزدیک ثابت نہ ہو۔اگر وہ اسے حدیث

نبوی سمجھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کے قصد سے انکار کرے تو وہ عنداللہ قطعی کافر ہے، اگر چہ وہ حدیث خبر واحد، حدیث ضعیف وساقط ہو، بلکہ حدیث موضوع کو بھی حدیث نبوی سمجھ کر انکار کرے تو بھی کافر ہے، کیوں کہ اس وقت یہ تکذیب نبوی ہے۔

منقولہ بالاعبارت سے ظاہر ہے کہ انسان اپنے قلبی احوال کے سبب عنداللہ کافر ہو جاتا ہے، لیکن بندوں کو شرعی دلیل کے اعتبار سے کسی کو کافر ماننے کا حکم ہے، کیوں کہ بندوں کو دوسروں کے قلبی احوال کی اطلاع نہیں۔ حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے کسی کی قلبی حالت کا یقینی علم ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں ان نفوس قدسیہ کا حکم عام بندوں کے حکم سے جداگانہ ہوگا۔ عام بندوں کو ظاہر حال پر عمل کا حکم ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: (**اقول وحق التحقیق ما اَشَرْنَا اِلَیْہِ مرارًا من الفرق بین الکفر والاکفار–فالکفر یتحقق عند اللّٰہ تعالٰی بتحقیق التکذیب او الاستخفاف–ولا یشترط معہ ثبوت اصلًا– فضلًا عن القطع–فضلًا عن الضرورۃ–والاکفار لا یَجُوْزُ اِلَّا اِذَا تَحَقَّقَ لَنَا قَطْعًا اَنَّہ مُکَذِّبٌ اَوْ مُسْتَخِفٌّ–وَلَا قَطْعَ اِلَّا فی الضروریات–لِاَنَّ فی غیرھا –لَہٗ اَنْ یَقُوْلَ: لَمْ یَثْبُتْ عِنْدِیْ**) (المعتمد المستند :ص212-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: اور حق تحقیق کفر وتکفیر میں فرق کرنا ہے جس کی طرف ہم نے کئی بار اشارہ کیا، پس کفر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکذیب یا تنقیص کے تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے، اور اس کے ساتھ ثبوت کی بالکل شرط نہیں، چہ جائے کہ قطعی ہونے کی شرط، چہ جائے کہ بدیہی ہونے کی شرط (کیوں کہ رب تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے، پس ایسا شخص عنداللہ کافر ہوگا)

اور تکفیر اسی وقت جائز ہے، جب ہمارے لیے قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ تکذیب کرنے والا یا تنقیص کرنے والا ہے، اور صرف ضروریات دین میں یقین ہے، کیوں کہ غیر ضروریات میں اس کو کہنے کا حق ہے کہ میرے نزدیک ثابت نہیں۔

منقولہ بالا اقتباس میں (اذاتحقق لنا قطعا:الخ) سے مراد یہ ہے کہ جب قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ کسی ضروری دینی کا انکار ہوا ہے،تب تکفیر کلامی ہوگی۔عنداللہ کفر کا تحقق تکذیب واستخفاف کے تحقق سے ہو جاتا ہے،گرچہ بندوں کی نظر میں تکذیب واستخفاف ثابت نہ ہو۔ایسا شخص عنداللہ کافر ہو جائے گا،مثلاً اس نے اپنے دل میں کسی ضروری دینی کی تکذیب کی،لیکن بندوں کا اس کا علم نہیں تو ملزم عنداللہ کافر ہے اور بندوں کے یہاں مومن ہے،جیسے اللہ تعالیٰ کے بتانے سے قبل منافقین کو مومن سمجھا جاتا تھا۔

بندوں کو ظاہری احوال کے مطابق کسی کے کفر وایمان کا فیصلہ کرنا ہے۔

(قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:نحن نحکم بالظاہر واللہ یتولی السرائر)

(تفسیر کبیر للرازی:جلد12:ص102-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور پوشیدہ امور اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہیں۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے قاضی عیاض مالکی کے بیان کردہ کفریہ اقوال کو نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا:**(وَمَا ذَکَرَہ مُوَافِقٌ لِقَوَاعِدِ مَذْهَبِنَا-اِذِ الْمَدَارُ فِی الْحُکْمِ بالکفر عَلَی الظَّوَاهِرِ-وَلَا نَظْرَ لِلْمَقْصُوْدِ وَالنِّيَّاتِ وَلَا نَظْرَ لِقَرَائِنِ حَالِه)**

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص382)

ترجمہ:جو اس نے ذکر کیا،وہ ہمارے مذہب کے قواعد واصول کے موافق ہے،کیوں کہ حکم کفر میں ظاہر پر دار ومدار ہے اور مقصود ونیت کا لحاظ نہیں اور نہ اس(قائل)کے قرائن حالیہ کا اعتبار ہے۔

کلی حکم اور جزئی حکم میں فرق

فصل سوم میں تین قسم کے افراد کا ذکر مرقوم ہے:(1)علامت کفریہ اختیار کرنے والا

(2) اکراہ ناقص کے وقت کلمہ کفر کہنے والا (3) اور طائع یعنی اپنے قصد ورضا سے کلمہ کفر کہنے والا۔ان تینوں کی یہ بات کہ ہمارا دل ایمان پر مطمئن تھا، یہ بات حکم دنیا میں قبول نہیں کی جائے گی، بلکہ حکم دنیا میں ان تینوں کو کافر مانا جائے گا۔اول الذکر دونوں کی بات اگر سچ ہے تو وہ عنداللہ کافر نہیں اور مؤخر الذکر سے متعلق راجح قول یہی ہے کہ وہ عنداللہ کافر ہے۔

یہ جو بتایا گیا کہ علامت کفر یہ اختیار کرنے والا مثلاً سورج کو سجدہ کرنے والا حکم دنیا میں کافر ہوگا اور اگر اس نے سورج کو سجدہ کیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو یہ عنداللہ مومن ہے تو عنداللہ مومن ہونے کا قول کلی طور پر ہے، یعنی ایسے لوگ عنداللہ مومن ہوں گے ،لیکن کسی خاص شخص کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ مثلاً سورج کو سجدہ کرنے والا زید عنداللہ مومن ہے، کیوں کہ زید اگر ہمارے سامنے اقرار بھی کر لے کہ سورج کے پاس سجدہ کرتے وقت میرا دل ایمان پر مطمئن تھا تو اس قول کے صدق وکذب کا علم بندوں کو نہیں، پس بندے اس خاص فرد کے عنداللہ مومن ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتے ، کیوں کہ اگر اس نے جھوٹ بولا تو وہ عنداللہ مومن نہیں اور اس کے قول کے صدق وکذب کا صحیح علم بندوں کو معلوم نہیں۔بندے کسی دوسرے کے قلبی احوال پر مطلع نہیں، پس بندے فیصلہ بھی نہیں کر سکتے۔

الغرض مذکورہ بالا تینوں قسم کے لیے جو عنداللہ مومن ہونے کی بات بیان کی گئی ہے، وہ کلی طور پر ہے۔شخصی طور پر کسی خاص فرد کے عنداللہ مومن ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی صورت میں کسی خاص فرد کی دیانۃً عدم تکفیر کی کوئی صورت نہیں: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تکفیر کی اختراعی تقسیم

کافر ہونا الگ ہے اور کافر قرار دینا الگ ہے۔کوئی مجوسی منافقانہ طور پر بظاہر مومن بن کر مسلمانوں کے درمیان رہے تو اسے مومن مانا جائے گا، حالاں کہ وہ کافر ہے۔

کفر وتکفیر دو امر ہیں۔تکفیر کا مفہوم ہے کسی کو کافر قرار دینا۔تکفیر کی یہ تقسیم کہ ایک تکفیر

بطور قضا اور ایک تکفیر بطور دیانت ہے ۔ یہ ایک اختراعی اور جدید تقسیم ہے۔اصول قضا اور اصول دیانت کے اعتبار سے دو قسم کے فیصلے باب فقہیات کے چند ابواب میں ہوتے ہیں ۔ مسئلہ تکفیر میں یہ صورت نہیں کہ بعض تکفیر بطور قضا ہو،اور بعض تکفیر بطور دیانت ہو۔

ہاں ، یہ ضرور ہے کہ اصول شرعیہ کے اعتبار سے جن لوگوں کی تکفیر کی جاتی ہے،ان میں بعض لوگ عند اللہ کافر نہیں ہوتے ہیں ۔اسی طرح حکم دنیا میں جن لوگوں کو مومن مانا جاتا ہے،ان میں بعض لوگ عند اللہ مومن نہیں ہوتے ہیں ، جیسے اللہ تعالیٰ کے بتانے سے قبل منافقین کو مومن سمجھا جاتا تھا،حالاں کہ وہ عند اللہ کافر تھے۔

جب کوئی بندہ کفر کی علامت کو اختیار کرے ،مثلاً بت کو سجدہ کرے،اور وہ کہے کہ ایمان پر میرا دل مطمئن تھا تو بھی حکم شریعت کے اعتبار سے اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔اگر اس نے سچ بولا ہے کہ ایمان پر اس کا دل مطمئن تھا تو گرچہ حکم ظاہر میں وہ کافر ہے،لیکن عند اللہ مومن ہوگا۔اب بندوں کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اس نے یہ بات سچ کہی ہے کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا؟ پس ایسا مسئلہ بندوں کے سپرد کیسے کیا جا سکتا ہے؟ کوئی مفتی ایسے شخص کی دیانۃً تکفیر یا دیانۃً عدم تکفیر کیسے کر سکتا ہے، جب کہ اسے اس کے قلبی حال پر اطلاع نہیں۔

جن لوگوں کے عند اللہ کافر ہونے یا مومن ہونے کا دارومدار ان کے قلبی احوال پر ہے ، ایسے لوگوں کے بارے میں شخصی طور پر بندے ان کے عند اللہ کافر یا مومن ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتے ، کیوں کہ بندوں کو دوسروں کے قلبی احوال کی اطلاع نہیں ہے۔

جن لوگوں کے عند اللہ کافر یا مومن ہونے کا دارومدار قلبی احوال پر نہیں ، بلکہ شرعی دلائل پر ہے۔ان کا عند اللہ کافر یا مومن ہونا بندوں کو معلوم ہے، جیسے بت پرست حکم شریعت میں بھی کافر ہے اور عند اللہ بھی کافر ہے۔اسی طرح گستاخ رسول حکم شریعت میں بھی کافر ہے اور عند اللہ بھی کافر ہے۔قرآن مجید میں بت پرست و گستاخ رسول کو کافر کہا گیا ہے۔

جس کے عند اللہ کافر ہونے کے بارے میں اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم) کی جانب سے قطعی دلیل قائم نہیں، اس کے عنداللہ کافر ہونے کا علم بندوں کو نہیں، مثلاً قطعی طور پر یہ ارشاد ہو جاتا کہ جو بت کو سجدہ کرے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، تب بھی وہ کافر ہے، پس ایسی صورت میں بندوں کو اس کے عنداللہ کافر ہونے کا علم ہو جاتا، لیکن صریح وقطعی طور پر یہ بات بندوں کو بتائی نہیں گئی، لہٰذا ایسے شخص کے عنداللہ کافر ہونے کا معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد کر دیا جاتا ہے، اور چوں کہ ایسا شخص شرعی اصول وقوانین کے مطابق کافر ہے، لہٰذا ہمیں اس کو کافر ماننا ہوگا۔

فصل چہارم

کفر حقیقی اور کفر حکمی کا بیان

ایمان وکفر کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور حکمی۔ ایمان حقیقی وکفر حقیقی کا علم رب تعالیٰ کو ہے، پھر رب تعالیٰ کے بتانے سے بندوں کو علم ہوتا ہے۔ حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ بتا دیا جاتا ہے، پھر ان کے ذریعہ عام بندوں کو علم ہوتا ہے۔

علامہ محمد بن بہاء الدین نے ایمان وکفر سے متعلق رقم فرمایا: (**ان الایمان والکفر ینقسم الٰی قسمین-الایمان الحقیقی والایمان الحکمی-والکفر الحقیقی والکفر الحکمی-وَلَا سَبِیْلَ الی الاطلاع علی الایمان الحقیقی والکفر الحقیقی الا النص من اللّٰہ تَعَالٰی-ونحن غیر مکلف بھا-بل نحکم بالظاھر والامارات-وھو الایمان الحکمی والکفر الحکمی**)

(القول الفصل شرح الفقہ الاکبر: ص422-استنبول: ترکی)

ترجمہ: ایمان وکفر کی دو قسمیں ہیں۔ ایمان حقیقی وایمان حکمی، اور کفر حقیقی وکفر حکمی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کے بغیر ایمان حقیقی وکفر حقیقی پر مطلع ہونے کی کوئی راہ نہیں، اور ہم اس کے مکلّف نہیں، بلکہ ہم ظاہر اور نشانیوں کے اعتبار سے حکم دیتے ہیں، اور وہ ایمان حکمی

وکفر حکمی ہے۔

ایمان کی دوقسمیں ہیں: ایمان حقیقی اور ایمان حکمی۔اسی طرح کفر کی دوقسمیں ہیں۔ کفر حقیقی اور کفر حکمی۔اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی بندہ ایمان حقیقی اور کفر حقیقی پر مطلع نہیں ہو سکتا۔بندوں کو علامات اور ظاہری حالات کو دیکھ کر کسی کو مومن یا کافر سمجھنا ہے۔

ایمان وکفر پر موت کا یقینی علم نہیں

کبھی کوئی بندہ بظاہر مومن ہوتا ہے۔ہمیں اس کے کسی کفر یہ عقیدے کا علم نہیں تو ہم اسے مومن مانیں گے، جیسے ابتدائی عہد میں اعلام الٰہی سے قبل منافقین کے کفر کا علم بندوں کو نہیں تھا، پس کس کی موت ایمان پر ہوئی اور کس کی موت کفر پر ہوئی، بندوں کا اس کا قطعی علم نہیں۔دلائل کی روشنی میں جس کا ایمان ثابت ہو، اسے مومن تسلیم کیا جائے گا۔اسی طرح دلائل کی روشنی میں جس کا کفر ثابت ہو، اس کو کافر مانا جائے گا۔

یہ ممکن ہے کہ کوئی بت پرست اپنی موت سے پہلے اس وقت ایمان لا چکا ہو جس وقت ایمان لانا معتبر ہے، لیکن اسے اظہار ایمان کا موقع نہ ملا ہو تو وہ عنداللہ مومن ہے، لیکن ہم اسے کافر مانیں گے، کیوں کہ ہمیں اس کے ایمان کا علم ہی نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے بتانے سے قبل منافقین کے کفر کا علم نہ تھا، پس اس مدت میں منافقین کو مومن مانا جاتا تھا۔

علامہ محمد بن بہاء الدین (م ۹۵۶ھ-۱۵۴۹ء) نے ایمان وکفر سے متعلق رقم فرمایا:

(اعلم ان الکفر والایمان امران باطنان-لایطلع علیهما احد غَیْرُ اللّٰہِ اِلَّا بالامارات الظاهرة-والامارات قد یتخلف عن المدلولات کما فی المنافق-فَلَا طَرِیْقَ لِاَحَدٍ اِلَی الْقَطْعِ بایمان اَحَدٍ غَیْرِہٖ وَلَا بِکُفْرِہٖ حِیْنَ الْمَوْتِ-اِذْ رُبَّ مومن یعیش طول عمره علی الایمان ثم تغلبه شقوته-اما حین الاحتضار اوقبله فتسوء خاتمته نعوذبالله فیموت علی الکفر.

وَرُبَّ کَافِرٍ یکون مدی دهره علی الکفر ثم تتدارکه العنایة الازلیة

وتدركه الرحمة الامتنانية وتحسن عاقبته ويموت على الايمان-وان لم يطلع احد غير الله على مثل هذا الايمان والكفر-لكن فى حكم الشرع تعتبر الامارات وظاهر الامارات وظاهر الحال-فمن مات وظاهرحاله الايمان،تجرى عليه احكام الايمان بحكم الشرع-ومن مات وظاهر الامارات تدل على الكفر،تجرى عليه احكام الكفر-فالكفر والايمان حقيقيان وحكميان-ولا تلازم بين الحقيقى والحكمى منهما)

(القول الفصل شرح الفقہ الاکبرص422-استنبول:ترکی)

ترجمہ: جان لو کہ کفر وایمان باطنی امر ہیں، ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اطلاع نہیں ہوتی ہے، مگر ظاہری نشانیوں کے ذریعہ، اور نشانیاں کبھی اپنے مدلولات سے متخلف ہو جاتی ہیں جیسا کہ منافق میں، پس کسی کو اپنے علاوہ کسی کی موت کے وقت اس کے ایمان وکفر کا یقین نہیں، کیوں کہ بہت سے مومن اپنی زندگی بھر ایمان پر زندگی گزارتے ہیں، پھر اس کی بدبختی غالب آجاتی ہے، یا تو نزع کے وقت یا اس سے پہلے، پس اس کا خاتمہ برا ہوتا ہے تو وہ شخص کفر پر مرتا ہے۔ہم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

اور بہت سے کافر اپنی زندگی بھر کفر پر رہتا ہے، پھر عنایت ازلی اس کی اصلاح کرتی ہے اور رحمت خداوندی اسے پہنچتی ہے اور اس کا اچھا خاتمہ ہوتا ہے، پس وہ ایمان پر مرتا ہے ۔گرچہ اس قسم کے ایمان وکفر پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مطلع نہیں،لیکن حکم شرع میں نشانیوں، ظاہری علامات اور ظاہری حال کا اعتبار کیا جاتا ہے، پس جو مر گیا اور اس کا ظاہری حال ایمان ہے تو بحکم شرع اس پر ایمان کے احکام جاری ہوں گے اور جو مر گیا اور ظاہری نشانیاں کفر پر دلالت کرتی ہیں تو اس پر کفر کے احکام جاری ہوں گے، پس کفر وایمان حقیقی اور حکمی ہیں اور ایمان وکفر کی حقیقی وحکمی صورتوں کے درمیان تلازم نہیں۔

منقولہ بالاعبارت سے ظاہر ہو گیا کہ شریعت اسلامیہ کا حکم ظاہری علامتوں اور

نشانیوں کے اعتبار سے نافذ ہوگا۔قلبی حالات کا لحاظ نہیں ہوگا،نیز کس کی موت ایمان پر ہوئی اور کس کی موت کفر پر ہوئی۔اس کا علم قطعی بھی بندوں کو نہیں۔ہم ظاہری حالات کے اعتبار سے ایمان وکفر کا فیصلہ کریں گے اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ایسی صورت میں کسی کے عنداللہ مومن ہونے یا عنداللہ کافر ہونے کا فیصلہ بندے نہیں کر سکتے،پس دیانۃً تکفیر اور دیانۃً عدم تکفیر کی کوئی صورت نہیں:واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

صدرالشریعہ قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''مسلمان کو مسلمان،کافر کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا،تاوقتے کہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو،مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو،اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے''۔

(بہار شریعت:حصہ اول:ص185-مجلس المدینۃ العلمیہ)

کفر کی دو قسم ہے۔کفر حقیقی اور کفر حکمی۔کفر حکمی یہ ہے کہ کوئی ایسا قول وفعل صادر ہو جو تصدیق یعنی ایمان کے منافی ہو۔اس صورت میں مرتکب پر حکم کفر نافذ کیا جائے گا۔

کفر حقیقی کا مفہوم ہے:کسی کا عنداللہ کافر ہونا۔بندوں کو کفر حکمی کا فیصلہ کرنا ہے،کفر حقیقی وہاں ثابت ہے،یا نہیں؟بندگان الٰہی کفر حقیقی کے علم وادراک کے مکلف نہیں بنائے گئے،نہ ہی شریعت اسلامیہ میں کفر حقیقی پر تکفیر کا مدار ہے،لہٰذا بطور دیانت عدم تکفیر کا کوئی معنی نہیں۔شرعی اصول وضوابط کے اعتبار سے تکفیر ہوتی ہے۔عنداللہ کون کافر ہے اور کون غیر کافر؟اس اعتبار سے تکفیر وعدم تکفیر کا فیصلہ بندوں کو نہیں کرنا ہے۔منافقین عنداللہ کافر تھے، لیکن جب تک منافقین کے بارے میں وحی الٰہی نازل نہ ہوئی،ان کے ساتھ مومنین کی طرح سلوک کیا گیا۔اسی طرح حکم ظاہر میں جو کافر ہو،اس کے ساتھ کافروں کی طرح سلوک ہوگا۔ منافقین کلمہ اسلام بھی پڑھتے،نماز وجہاد میں شریک بھی ہوتے۔وہ عنداللہ کافر تھے،

لیکن جب تک قرآن مقدس میں حکم نازل نہ ہوا تھا،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی منافقین کو جماعت مسلمین سے خارج نہیں فرمایا تھا۔شرعی حکم ظاہر حال کے اعتبار سے نافذ ہوتا ہے۔ہمیں اصول شرعیہ کے مطابق تکفیر وعدم تکفیر کا حکم ہے، پھر بطور دیانت عدم تکفیر کا کیا معنی؟ یہ ایک اختراعی تقسیم ہے۔فقہی مسائل پر مسئلہ تکفیر کو قیاس کر لیا گیا ہے۔

(1)امام ابوشکور سالمی نے رقم فرمایا:(ثم الاعمال منها ما یوجب حکم الایمان بہ کاصل الایمان-وھو ان الکافر اذا صلی بالجماعۃ او حضر العیدین او الجمعۃ وصلی مع الناس او اذن او اقام او حج مع المسلمین فانہ یحکم باسلامہ-ولو رجع الی الکفر یحکم بردتہ.

ولو صلی وحدہ لا یکون مسلما.

وکذلک المسلم لو سجد لاصنام او تابع الکفار بفعل من افعالھم التی یکون دینًا عندھم فانہ یصیر کافرا-وکذلک لو ظھر من نفسہ علامۃ الکفار کلبس القلنسوۃ المجوسیۃ والعلی والزنار ونحوذلک فانہ یصیر کافرًا سواء فعل من غیر اعتقاد او سخریۃ او من اعتقاد-ولوفعل تقیۃ او مکرھًا فانہ لا یصیر کافرًا-وکذلک لولبس لباس الکفار مما لا یکون علامۃ الکفر-واقتدی بسیرتھم التی لا یکون دینا عندھم-وانما یکون لھوًا واختراعًا فانہ لا یحکم بکفرہ-وھذا کلہ بمعنی-وھو ان الاعتقاد علٰی شیء شرط لصحۃ ذلک علی الحقیقۃ-وکل عمل یدل علی الاعتقاد فانہ یعمل عمل الاعتقاد-وکل عمل یحتمل الشبھۃ فانہ لا یدل علی الاعتقاد)(تمہید ابی الشکور السالمی ص105)

ترجمہ: پھر اعمال بعض وہ ہیں جن کے کرنے سے ایمان کا حکم کیا جائے گا،اور وہ یہ ہیں کہ کافر جب جماعت سے نماز پڑھے اور جمعہ میں حاضر ہو،اور عیدین میں حاضر ہو،اور

مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کرے اور اذان دے ،اقامت کہے،مسلمانوں کے ساتھ حج کرے تو ان اعمال سے اس کے مسلمان ہونے کا حکم کیا جائے گا،اور اگر کفر کی طرف لوٹا تو ارتداد کا حکم کیا جائے گا،اور اگر تنہا پڑھے تو مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔

اور ایسے ہی اگر مسلمان بت کو سجدہ کرے، یا افعال کفار میں سے کسی فعل میں کافروں کی پیروی کرے،اور وہ فعل کافروں کا دینی فعل ہو تو کافر ہو جائے گا،اور ایسے ہی اگر اپنی طرف سے کفار کی علامت ظاہر کرے، جیسے مجوسیوں کی ٹوپی پہنے یا زنار، جنیو وغیرہ باندھے جو کفار کی علامت ہو تو کافر ہو جائے گا، پھر یہ اعتقاد کے ساتھ پہنے یا بغیر اعتقاد کے، یا تمسخر یہ اور مذاق کے طور پر تو کافر ہو جائے گا۔

اور اگر تقیہ کے طور پر یا مجبور کرنے کے سبب کفار کی علامت کو اختیار کیا تو کافر نہ ہو گا، اور اگر کفار کا ایسا لباس پہنا جو کفر کی علامت نہیں،اور ان کی عادت وخصلت کو اختیار کیا جو ان کا دین نہیں ہے، بلکہ وہ لہو اور اختراع کے طور پر ہو تو کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

یہ تمام اس معنی کی بنیاد پر ہے کہ دراصل کسی امر کا اعتقاد اس امر کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے،اور ہر وہ امر جو اعتقاد پر دلالت کرے، وہ بھی اعتقاد کا کام کرتا ہے،اور ہر وہ عمل جو شبہہ کا احتمال رکھتا ہے، وہ اعتقاد پر دلالت نہیں کرتا ہے۔

(2) امام ابوشکور سالمی نے رقم فرمایا: (**حکم الایمان العدالة وموجب الایمان الجنة باخبار اللّٰه تعالٰی،اذاکان مقرونًا بالتصدیق-ولو اقر باللسان ولم یعتقد بالجنان فانه یحکم باسلامه ویجری علیه احکام المسلمین ما لم یظهر علیه خلاف ذلک-لقوله تعالی: ولا تقولوا لمن القی الیکم السلٰم لست مؤمنًا،یعنی اذا قال: السلام علیکم،انی مؤمن فانه یقبل قوله حکمًا- فاما اذا لم یعتقد فانه لا یکون من اهل الجنة-ویکون حکمه کاحکام المنافقین**) (تمہید ابی الشکور السالمی: ص 104)

ترجمہ:ایمان کا حکم عدالت (عادل ہونا) ہے،اور ایمان کا مقتضٰی جنت ہے،اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کے سبب،جب کہ وہ اقرار،تصدیق کو جامع ہو،اور اگر زبان سے اقرار کیا اور دل سے اعتقاد نہ رکھا تو اس کے مسلم ہونے کا حکم کیا جائے گا اور اس پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے،جب تک کہ اسلام کے خلاف کچھ ظاہر نہ ہو،فرمان الٰہی کے سبب کہ جو تمہیں سلام کرے،اسے نہ کہو کہ تم مومن نہیں،یعنی جب وہ کہے:السلام علیکم،میں مومن ہوں،اس لیے کہ اس کا قول حکمی طور پر قبول کیا جائے گا،لیکن جب وہ (اسلام کا) اعتقاد نہ رکھے تو وہ اہل جنت میں سے نہیں ہوگا،اور اس کا حکم منافقین کے احکام کی طرح ہوگا۔

(3)امام ابوشکور سالمی نے رقم فرمایا:(ان المؤمن اذا آمن مرةً فانه یحکم بایمانه-ولو اقر بعد ذلک الوفًا-فان الایمان هو الاقرار الاول-وما سوی ذلک هو تکرار عنه-ولو لم یقل الا مرةً واحدةً وعاش سنین-فانه لا یحکم بکفره ما لم یظهر منه ضده-ولو مات علٰی ذلک فانه یصلی علیه ویکون مؤمنا اذا لم یظهر الخلاف منه)(تمہید ابوشکور سالمی:ص115)

ترجمہ:مومن جب ایک بار ایمان لایا تو اس کے مومن ہونے کا حکم دیا جائے گا،اگر چہ اس کے بعد ہزار مرتبہ اقرار کرے کہ پہلا اقرار ہی ایمان ہے اور بعد کے اقرار اسی پہلے اقرار کی تکرار ہیں،اور اگر ایک مرتبہ اقرار کرنے کے بعد پھر کبھی اقرار نہ کیا تو اگر چہ برسوں زندہ رہا تو اس کے کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا،جب تک ایمان کی ضد ظاہر نہ ہو،اور اگر اسی اقرار پر مر جائے تو اس کو مومن قرار دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی،جب تک ایمان کے خلاف کوئی بات اس سے ظاہر نہ ہو۔

تصدیق واقرار اور ایمان

علمائے اسلام کا اس میں اختلاف ہے کہ صرف تصدیق ایمان ہے،یا تصدیق واقرار کا مجموعہ ایمان ہے۔جو اقرار پر قادر ہی نہ ہو،وہ معذور ہے،مثلاً گونگا۔اسی طرح جس نے

اسلام قبول کرلیا،لیکن اسے اقرار کا موقع ہی نہ ملا اوراس کی موت ہوگئی تو وہ بھی معذور ہے، لیکن حکم دنیا میں اسے کافر مانا جائے گا، کیوں کہ بندوں کواس کے ایمان کی خبر نہیں۔

حضور صدرالشریعہ اعظمی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے۔اعمال بدن تو اصلاً جزو ایمان نہیں۔رہا اقرار،اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کواظہار کا موقع نہ ملا تو عند اللہ مومن ہے اور اگر موقع ملا اور اس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے،اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا،نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھیں گے،نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے،مگر عند اللہ مومن ہے،اگر کوئی امر خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو''۔

(بہار شریعت: حصہ اول:ص173-مکتبۃ المدینہ)

صدرالشریعہ بخاری نے رقم فرمایا:((والمأمور به فی صفة الحسن نوعان) حسن لمعنی فی نفسه وحسن لمعنی فی غیره(اما الاول)فاما ان لا یقبل سقوط التکلیف کالتصدیق-واما ان یقبل کالاقرار باللسان،یسقط حال الاکراه-والتصدیق هو الاصل-والاقرار ملحق به-لانه دال علیه.

فان الانسان مرکب من الروح والجسد فلا تتم صفته-الا بان تظهر من الباطن الی الظاهر بالکلام الذی هو ادل علی الباطن-ولا کذلک سائر الافعال-فمن صدق بقلبه وترک الاقرار من غیر عذر لم یکن مومنا -وان صدق ولم یصادف وقتا یقر فیه یکون مؤمنًا-وکالصلٰوة تسقط بالعذر) (توضیح مع التلویح: جلد اول ص329-330 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:صفت حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی دو قسمیں ہیں۔حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ۔ ،لیکن اول (حسن لذاتہ) یا تو سقوط تکلیف کو قبول نہیں کرے گا، جیسے تصدیق قلبی، یا سقوط کو قبول کرے گا، جیسے اقرار لسانی، بہ حالت اکراہ میں سقوط کو قبول کرے گا۔تصدیق قلبی اصل

ہےاور اقرار لسانی اسی سے ملحق ہے،اس لیے کہ اقرار لسانی تصدیق قلبی پر دلالت کرتا ہے۔
بے شک انسان روح وجسم سے مرکب ہے، پس اس کی صفت اسی وقت مکمل ہوگی جب باطن سے ظاہر کی طرف اس کلام کے ذریعہ اس صفت کا ظہور ہو جو کلام باطن پر دلالت کرنے والا ہو، اور تمام افعال ایسے نہیں ہیں، پس جس نے اپنے دل سے تصدیق کی اور بلا عذر اقرار لسانی کو ترک کیا تو وہ مومن نہیں، اور اگر تصدیق قلبی کیا اور اسے کوئی وقت نہ مل سکا جس وقت وہ اقرار کر سکے تو وہ مومن ہے، اور جیسے نماز کہ عذر کے سبب ساقط ہو جاتی ہے۔
تصدیق قلبی کا حکم کبھی بھی مرتفع نہیں ہوتا، جب تک عقل تکلیفی موجود ہے، نیز اقرار لسانی جب تصدیق قلبی کے موافق ہو، تب قابل قبول ہے، ورنہ غیر مقبول جیسے منافق کا اقرار غیر مقبول قرار پایا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا۔ نماز وغیرہ حالت عذر میں ساقط ہو جاتی ہے، مثلاً حیض ونفاس کی حالت میں نماز کا حکم نہیں اور بعد میں قضا کا حکم بھی نہیں۔

اشخاص اربعہ کو کافر ماننا ضروری دینی کیسے؟

ہر انسان کا حیوان ناطق ہونا ضروری ہے، اور زید انسان ہے، پس زید کا حیوان ناطق ہونا ضروری ہے۔ ہر گستاخ رسول کا کافر ہونا ضروری دینی ہے، زید گستاخ رسول ہے، پس زید کا کافر ہونا ضروری دینی ہے۔ گستاخ رسول سے وہ مراد ہے جو متکلمین کے یہاں کافر ہو۔
دراصل جو قداعد کلیہ ضروریات دین میں سے ہیں۔ ان کے موضوع کے تمام افراد پر اس کے محمول کا منطبق ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ یہاں گستاخ رسول موضوع ہے اور کافر محمول ہے تو ہر گستاخ رسول کا کافر ہونا ضروریات دین میں سے ہوگا۔
ہر انسان کا حیوان ناطق ہونا ضروری ہے۔ اس کا مفہوم یہ نہیں کہ انسان کلی جو ذہن میں ہے، صرف اسی کا حیوان ناطق ہونا ضروری ہے، بلکہ انسان کلی کے جتنے افراد ہوں گے، سب کا حیوان ناطق ہونا ضروری ہوگا۔ کلی کا حکم اس کے افراد پر منطبق ہوتا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم:وآلہ العظیم

باب چہارم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

شرعی مسائل اور عدم فہم

شرعی حکم کو سمجھنا ہے اور اس کو ماننا ہے۔ایسا نہیں کہ جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے،اس کا انکار کر دیا جائے، بلکہ جو سمجھ میں نہ آئے،اسے سمجھنے کی کوشش کرنا ہے۔بعض مسائل میں متعدد شق یا پیچیدگی ہوتی ہے،ایسے مسائل کو صحیح طور پر سمجھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔تاکید کا مفہوم نہیں کہ سمجھ میں نہ آئے تو مسئلہ کا انکار کر دیا جائے، بلکہ مراد یہ ہے کہ سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

فصل اول

مسائل کو سمجھ کر قبول کرنے کا مفہوم

سوال اول: عوام کو بعض مسائل کو سمجھ بجھ کر قبول کرنے کا حکم ہے۔جو نہ سمجھ سکے، کیا وہ حکم شرعی کا انکار کرسکتا ہے، یا اسے بھی حکم شرعی ماننا ہے؟

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اسی طرح جس بدمذہب کا عقیدہ حد کفر تک پہنچا ہو، جیسے نیچیری کہ وجود ملائکہ ووجود جن ووجود شیطان ووجود آسمان وصحت معجزائے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام وحشر ونشر وجنت و نار بطور عقائد اسلام وغیرہا بہت ضروریات دینیہ سے منکر ہیں۔یونہی وہ وہابی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل سات یا چھ یا دو، یا ایک خاتم النبیین کسی طبقہ زمین میں کبھی موجود مانے، یا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی جائز جانے اور اسے آیہ ''وخاتم النبیین'' کے مخالف نہ سمجھے، یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین شان اقدس کے لیے حضور کو بڑا بھائی، اپنے آپ کو چھوٹا بھائی کہے، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ ناپاک کلمہ لکھے کہ مرکر

مٹی میں مل گئے، وعلیٰ ہذا القیاس۔

جو بد مذہب ضروریات دین اسلام میں سے کسی عقیدہ کا منکر ہو یا اس میں شک کرے، یا تاویلیں گھڑے، باجماع تمام علمائے اسلام وہ سب کے سب کافر ومرتد ہیں، اگر چہ لوگوں کے سامنے کلمہ، نماز قرآن پڑھتے، روزہ رکھتے، اپنے آپ کو سچا پکا مسلمان جتاتے ہوں کہ جب وہ ضروریات اسلام کے منکر ہوئے تو انھوں نے خدا ورسول وقرآن کو صاف صاف جھٹلایا، پھر یہ جھوٹے طور پر کلمہ وغیرہ کیا نفع دے سکتا ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی منافق لوگ کلمہ ونماز پڑھتے اور اپنے آپ کو قسمیں کھا کھا کر مسلمان بتاتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک نہ سنی اور صاف فرمایا:

(واللّٰہ یشھد ان المنٰفقین لکذبون)

اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ نرا جھوٹا دعویٰ اسلام کرتے ہیں:

خاص ایسے لوگوں کے کفر میں ہرگز شک نہ کیا جائے کہ جو ان کے عقیدہ پر مطلع ہو کر پھر سمجھ بوجھ کر ان کے کفر میں شک کرے، وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

درمختار میں ہے: **(من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر ،اھ–واما ارتدادھم فھو الصحیح الثابت المنصوص علیہ کما اوضحناہ بتوفیق اللّٰہ تعالٰی فی السیر من فتاوٰینا وفی رسالتنا: المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ)**

(جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے، وہ کافر ہے: اھ، لیکن ان کا ارتداد تو صحیح ثابت منصوص علیہ ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ کے باب السیر میں واضح کر دیا ہے، نیز اس اپنے رسالہ ''المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ'' میں بیان کیا ہے۔ت) (فتاویٰ رضویہ: جلد بستم:ص246-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا فتویٰ میں ہے: ''خاص ایسے لوگوں کے کفر میں ہرگز شک نہ کیا جائے کہ جو ان کے عقیدہ پر مطلع ہو کر پھر سمجھ بوجھ کر ان کے کفر میں شک کرے، وہ خود کافر ہو جاتا ہے''۔

یعنی ملزم کے عقیدہ پر مطلع ہونا ہے، پھر سمجھ بوجھ کر اس کو کافر ماننا ہے۔

جواب:منقولہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جو ملزم کے غلط عقیدہ کو جانتا ہو، اور یہ بھی جانتا ہو کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہوتا ہے، اس کے باوجود وہ اس کے کفر میں شک کرتا ہو تو وہ خود کافر ہے، یعنی صرف ملزم کے عقیدہ پر مطلع ہونا کافی نہیں، بلکہ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہوتا ہے۔عوام مسلمین کو خود سے کسی کے ایمان وکفر کا فیصلہ نہیں کرنا ہے، بلکہ علمائے کرام سے حکم شرعی دریافت کرنا ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں ''عقیدہ پر مطلع ہو کر، پھر سمجھ بوجھ کر'' کا مفہوم یہی ہے کہ ایسے عقیدہ پر بھی مطلع ہونا ہے اور ایسے عقیدہ والے کے شرعی حکم سے بھی آگاہ ہونا ہے۔جب دونوں باتیں معلوم ہو جائیں تو اب ملزم کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

منقولہ بالا فتویٰ کا سائل ایک عام مسلمان ہے ۔ملزم کو کافر ماننے کے لیے عوام مسلمین کا صرف کفریہ عقیدہ پر مطلع ہونا کافی نہیں، بلکہ علمائے کرام کے ذریعہ اس کے حکم کفر پر واقف ہونا بھی لازم ہے۔صرف کفر بدیہی غیر کسبی میں علمائے کرام کے فتویٰ کی ضرورت نہیں، ورنہ کفر بدیہی اولی میں عوام کو غلط فہمی ہوسکتی ہے، اور کفر بدیہی خفی میں اہل علم کو بھی خفا اور پوشیدگی دور کرنے کی ضرورت ہوسکتی ہے۔

بعض مسائل میں متعدد صورتیں ہوتی ہیں اور بعض مسائل میں کچھ پوشیدگی ہوتی ہے ،ایسے مسائل میں عوام کو حکم دیا جاتا ہے کہ نفس مسئلہ کو سمجھ بجھ لیں، تاکہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں، مثلاً فتویٰ مذکورہ میں ہے کہ توہین کی نیت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑا بھائی کہے تو یہ کفر کلامی ہے۔اگر توہین کی نیت سے بڑا بھائی نہ کہے تو کفر کلامی نہیں۔ایسے مسائل میں صحیح طور پر حکم شرعی کو سمجھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔بعض مسائل بالکل واضح ہوتے ہیں کہ اس کو سمجھنے بجھنے کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے ہر مسلمان جانتا ہے کہ بت پرستی کفر ہے۔زید بت کو پوجتا ہے تو عام مسلمان بھی کہے گا کہ جب زید بت پوجتا ہے تو وہ کافر ہے، مسلمان

نہیں ہے۔اس میں سمجھنے کی ضرورت نہیں،کیوں کہ مسئلہ بہت واضح ہے۔باب اول:بحث سوم میں کفر بدیہی کی تینوں قسموں کے بیان میں تفصیل ہے کہ کفر بدیہی اولی وکفر بدیہی خفی کو علمائے کرام سے سمجھنا ہے اور بدیہی غیر کسبی میں حکم واضح ہوتا ہے۔سمجھنے کی ضرورت نہیں۔

عوام مسلمین مسئلہ کے دلائل وشواہد،شرائط ولوازم سمجھنے اوراس پر وارد ہونے شبہات کے جوابات کے جاننے کے وہ مکلّف نہیں،جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ جو اسلامی عقائد کے دلائل اوران پر وارد ہونے والے شبہات کے جواب کو نہ جانے،وہ مومن ہی نہیں۔

مسئلہ سمجھنے کا یہ مفہوم نہیں کہ سمجھ میں نہ آئے تو انکار کر دیا جائے۔اگر کہا جائے کہ نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا ہے۔اس کا یہ مفہوم نہیں کہ کسی کو نماز میں خشوع وخضوع حاصل نہ ہوتو وہ نماز ہی ترک کردے،بلکہ نماز فرض ہے۔خضوع وخضوع سے مزید برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔مکمل خشوع وخضوع حاصل نہ ہوتو بھی فرض نماز ادا کرنا فرض ہے اورخشوع وخضوع کی کیفیت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے،دل جمعی کے ساتھ نماز ادا کرے۔

الغرض منقولہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ عوام مسلمین محض کفری عقیدہ پر مطلع ہوکر کسی کو کافر نہ کہیں، بلکہ اس بارے میں علمائے کرام سے دریافت کرلیں۔کبھی بظاہر کوئی بات کفری معلوم ہوتی ہے اور ملزم پر حکم کفر نافذ نہیں ہوتا ہے۔کلام،تکلم یا متکلم میں کوئی احتمال ہوتا ہے،لہٰذا عوام مسلمین کو سمجھ بجھ کر یعنی علما سے دریافت کر کے کسی کو کافر ماننا ہے۔

سمجھنے بجھنے کا یہ مفہوم بھی نہیں کہ عوام خود ہی غور وفکر کریں،کیوں کہ مسئلہ تکفیر یا کسی بھی شرعی مسئلہ میں عوام کو تحقیق یا غور وفکر کا حکم نہیں،سمجھنے بجھنے سے مراد ہے کہ اہل علم سے شرعی حکم سمجھ لیں،تب کسی خاص شخص کو کافر مانیں۔جن خاص افراد کے بارے میں عوام کو بتا اور سمجھا دیا گیا تو اب ان کے بارے میں سمجھنا بجھنا تحصیل حاصل ہے،مثلاً اشخاص اربعہ کا حکم کفر بتا دیا گیا،علمائے حرمین طیبین سے اس حکم کفر پر تصدیق کرالی گئی،حکم شرعی کو مشتہر کر دیا گیا، علمائے کرام تحاریر وتقاریر میں اسے مسلسل بیان کرتے رہے تو عوام کو سب کچھ معلوم ہوگیا۔

ہاں، اگر کوئی عامی ایسا ہو کہ اس تک ان باتوں کی خبر ہی نہیں پہنچی تو ان کو پہلے حکم شرعی کو اہل علم سے سمجھ لینا ہے، پھر کافر کو کافر ماننا ہے۔ جان لینے کے بعد حکم شرع نہ مانے تو مجرم ہے۔ درج ذیل فتویٰ میں ناواقف عامی کے حکم شرعی کے جاننے وسمجھنے کی تفصیل مرقوم ہے۔

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان سے سوال ہوا: ''جو اشخاص نہ عالم ہیں، نہ دیوبند کے تعلیم یافتہ۔ نہ ان سے بیعت وعقیدت رکھتے ہیں۔ محض اپنی لاعلمی عقائد کی وجہ سے ان کو کافر نہیں سمجھتے، اوران کے عقائد بھی ایسے بالکل نہیں ہیں، جن پر تکفیر لازم آتی ہے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے، یا تنہا بہتر ہے''؟

(فتاوی رضویہ: جلد نہم: جز دوم: ص313- رضا اکیڈمی ممبئی)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جواب رقم فرمایا:

''سائل صورت وہ فرض کرتا ہے جو واقع نہ ہوگی۔ دیوبندیوں کے عقائد کفر طشت از بام ہو گئے۔ منکر بننے والے اپنی جان چھڑانے کے لیے انکار کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں۔ جو منکر ہو، اس سے کہئے۔ فتاویٰ موجود وشائع ہیں۔ دیکھو کہ کافروں کا کفر معلوم ہو، اور دھوکے سے بچے، اوران کے پیچھے نمازیں غارت نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی فرض ہے۔ اس فرض پر قائم ہو تو کہتے ہیں۔ ہمیں کتابیں دیکھنے کی حاجت نہیں۔ یہ ان کا کید ہے۔ ان کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ہوتی تو جن کی نسبت ایسی عام اشاعت سنتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشنام دہندہ ہے، اس سے فوراً خود ہی کنارہ کش ہوتے اور آپ ہی اس کی تحقیق کو بے قرار ہوتے۔ کیا کوئی کسی کو سنے کہ تیرے قتل کے لیے گھات میں بیٹھا ہے، اعتبار نہ آئے تو چل تجھے دکھا دوں۔ وہ یوں ہی بے پرواہی برتے گا، اور کہے گا۔ مجھے نہ تحقیقات کی ضرورت، نہ اس سے احتراز کی حاجت۔ تو یہ لوگ ضرور مکار اور بباطن انہیں سے انفار، یا دین سے محض بے علاقہ وبے زار ہوتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز

سے احتراز فرض ہے۔ہاں،اگر واقع میں کوئی نو وارد یا نرا جاہل یا ناواقف ایسا ہو جس کے کان تک یہ آوازیں نہ گئیں اور وہ بوجہ ناواقفی محض انہیں کافر نہ سمجھا،وہ اس وقت تک معذور ہے جب کہ سمجھانے سے فوراً حق قبول کرلے"۔

(فتاوی رضویہ:جلدنہم:جز دوم:ص313۔رضا اکیڈمی ممبئی)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے دیوبندیوں کے کفریہ عقائد سے لاعلمی کا مفہوم بیان کیا کہ لاعلمی سے مراد یہ ہے کہ اس کے کان بھی ان عقائد سے ناآشنا ہوں،یعنی وہ دیوبندیوں کے کفریہ عقائد سنا ہی نہ ہو۔بالکل لاعلم ہو۔دوسری بات یہ کہ وہ بتانے کے بعد حق کو قبول کرلے،تب معذور ہے۔اگر بتانے کے بعد بھی نہ مانے تو معذور نہیں،بلکہ شرعی حکم وارد ہوگا۔آج کل لوگ جان بجھ کر انکار کر رہے ہیں۔ان پر شرعی حکم وارد ہوگا۔جب کسی کو حکم شرعی سمجھا دیا گیا تو اسے حکم شرعی معلوم ہوگیا۔اب اسے حکم شرعی ماننا ہے۔سمجھنے بجھنے سے مراد ہے کہ صحیح طور پر حکم شرعی کو جان لے،پھر اس کو تسلیم کرے۔انکار کی گنجائش نہیں۔

ایسا نہیں کہ عوام مشکل مسئلہ میں بے سمجھے بجھے خود سے کسی کو کافر کہتے پھریں،یا سمجھ لینے کے بعد بھی حکم شرعی کا انکار کردیں۔سمجھنے بجھنے سے حکم شرعی کو صحیح طور پر جاننا مراد ہے۔

(1) عدم فہم یا تعنت وہٹ دھرمی؟

دیوبندیوں کو خود ساختہ شبہات باطلہ کے سبب اشخاص اربعہ کا حکم کفر سمجھ میں نہیں آتا ہے،اس کے باوجود جس دیوبندی کو اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتیں اور ان پر نافذ کردہ حکم کفر کا علم ہے،وہ اگر اشخاص اربعہ کو کافر نہ مانے تو وہ خود کافر ہے۔نفس مسئلہ سمجھنا عوام کو مشکل نہیں اور حکم شرعی ماننے کے لیے نفس مسئلہ کا علم ضروری ہے۔حقائق ودقائق کا علم علمائے کرام کو ہوتا ہے۔عوام مسلمین شرعی دقائق سے آشنائی اور باریکیوں کے علم ومعرفت کے مکلّف نہیں۔

کسی مسئلہ کو نہ سمجھنا الگ ہے اور تعنت وہٹ دھرمی الگ ہے۔جو حق کا طلب گار نہ

ہو، وہ بدیہی مسائل میں بھی قیل وقال کرتا ہے، جیسے سوفسطائیہ، لاادریہ اور عنادیہ وغیرہم بدیہیات میں اختلاف کرتے ہیں۔ایسا اختلاف معتبر نہیں۔یہ تعنت ہے، نہ کہ اختلاف۔

فتاویٰ رضویہ سے ایک سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ: زید کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتِ پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابر پیدا کرسکتا ہے، مگر بموجب اپنے وعدہ کے پیدا نہیں کرے گا۔زید کا امامِ نماز ہونا محققین علما کے نزدیک درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت فضائل جلیلہ وخصائص کریمہ نا قابل اشتراک ہیں، جیسے افضل الانبیاء، خاتم النبیین، سید المرسلین، اول خلق اللہ، افضل خلق اللہ، اول شافع، اول مشفع، نبی الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔اگر اس وقت اس طرف قائل کا ذہن نہ گیا، محض عموم قدرت پیش نظر تھا، اُسے تفہیم کی جائے۔

اگر تابعِ حق وطالبِ حق ہوگا، ضرور سمجھ جائے گا، اور اپنی غلطی سے باز آئے گا، اور اگر باوصفِ تفہیم عناد واستکبار ولداد واصرار کرے تو ضرور بدمذہب ہے۔اسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔

یہ بھی اس وقت ہے کہ قول مذکور بعلت وہابیت نہ ہو، ورنہ اب دیوبندیوں نے وہابیہ میں اسلام کا نام نہ رکھا جو ان کے مثل اللہ ورسول کی شدید واضح و نا قابل تاویل توہینیں کرتے ہیں، خود کافر ہیں، ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ان توہینوں کے کرنے والوں کو کافر نہیں کہتے ۔یہ ان کے صدقے میں کافر ہوئے۔علمائے حرمین شریفین دیوبندیوں کی نسبت تحریر فرما چکے کہ: من شک فی کفرہ فقد کفر ۔جو ان کے کفر شک کرے، خود کافر ہے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ: واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم :ص60-61-رضا اکیڈمی ممبئ)

عدم فہم الگ ہے اور تعنت وہٹ دھرمی الگ ہے۔جس کو کوئی ضروری عقیدہ سمجھ میں نہ آئے، اس پر فرض ہے کہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرے، اور اپنے شبہات کو دور کرے۔

(2)اسلامی عقیدہ کوسمجھنا اوراس کو ماننالازم

جس کوکوئی اسلامی عقیدہ سمجھ میں نہ آئے،اس پر لازم ہے کہ وہ اس اسلامی عقیدہ کو سمجھنے کے لیے کوشش ومحنت کرے،اور پھراس کوسمجھ کراس کوتسلیم کرے۔توقف یا انکار کی اجازت نہیں۔کوشش کی مدت میں یہ عقیدہ رکھے کہ جوعنداللہ حق ہے،وہی ہماراعقیدہ ہے۔

(1)امام غزالی نے رقم فرمایا کہ دوشخص کوعلم کلام سیکھنا فرض ہے۔ان میں سے ایک وہ ہے جس کوکسی اعتقادی مسئلہ میں شبہ ہوگیا ہو،اوراس کا شبہ کسی طریقہ سے دور نہ ہو،اور کلامی مباحث سے وہ شبہ دور ہوسکتا ہوتواس کے لیے علم کلام سیکھنا فرض عین ہے۔ایسا نہیں کہ جس کواعتقادی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تووہ حکم شرعی کونہ مانے۔عبارت درج ذیل ہے:

(أن الخوض فی الکلام حرام لکثرۃ الآفات–إلا لأحد شخصین:

(1)رجل وقعت لہ شبہۃ،لیست تزول عن قلبہ بکلام قریب وعظی ولا یخبر نقلی عن رسول،فیجوز أن یکون القول المرتب الکلامی رافعًا لشبہتہ –ودواء لہ فی مرضہ فیستعمل معہ)

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص78)

ترجمہ:کثرت آفات کے سبب علم کلام میں غوروفکر کرنا حرام ہے،مگر دوشخص کے لیے:

(1)پہلاشخص وہ ہے جس کے دل میں کوئی ایسا شبہ واقع ہوگیا ہوجونہ قریب الفہم اور واعظانہ کلام سے دور ہو،نہ ہی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول حدیث سے۔ہو سکتا ہے کہ اسلوب کلامی پر مرتب شدہ کلام اس کے حق میں شبہ کودور کرنے والا اوراس کے مرض شک کی دوابن جائے،لہٰذا ایسے شخص کے ساتھ علم کلام کا استعمال کیا جائے۔

(وتعلم قدر ما یزیل الشک والشبہۃ فی حق المشکک فرض عین ،إذا لم یکن إعادۃ اعتقادہ المجزوم بطریق آخر سواہ)

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص79)

ترجمہ: جس کے دل میں شک وشبہ پیدا ہو چکا ہو،اسے اس مقدار میں علم کلام حاصل کرنا فرض عین ہے جس سے شکوک وشبہات دور ہو جائیں ،بشرطے کہ اس کے اعتقادات قطعیہ کا اعادہ کسی دوسرے طریقے سے ممکن نہ ہو۔

(3)باب اول بحث چہارم میں ضروریات دین وضروریات اہل سنت میں عدم توقف کی بحث سے بھی واضح ہے کہ اعتقادی مسئلہ میں کوئی اشکال ہوتو اشکال کو دور کرے۔خاموش نہ بیٹھا رہے،نہ ہی توقف کو اپنا عقیدہ بنالے۔ضروریات دین میں توقف بھی کفر ہے۔

بالفرض اگر کسی کو شبہ ہو جائے تو خاص اس شخص کو سمجھایا جائے گا،اور خود اس پر بھی لازم ہوگا کہ اپنے شبہات کو اہل علم کے سامنے رکھ کر حل کرلے، نیز سب کو شبہ نہیں ہوتا۔

(4)علامہ عزبن عبدالسلام شافعی نے رقم فرمایا:(**والاصح ان النظر لا یجب علی المکلفین الا ان یکونوا شاکین فیما یجب اعتقادہ-فیلزمهم البحث عنه والنظر فیه الی ان یعتقدوہ اویعرفوہ**)

(قواعدالاحکام فی مصالح الانام: جزاول:ص202-مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ)

ترجمہ:اصح یہ ہے کہ مکلفین پر(اعتقادی امور میں)غور وفکر لازم نہیں ہے،مگر جب انہیں ان امور میں شک ہو،جن کا اعتقاد واجب ہے تو انہیں ان امور کی تحقیق اوراس میں غور وفکر لازم ہے، یہاں تک کہ وہ اس کا اعتقاد کرلیں اوراسے جان لیں۔

(3)قلت فہم اورعقائد اسلامیہ

جو بھی مکلّف ہے۔اس کو اللہ تعالیٰ نے عقل تکلیفی عطا فرمائی ہے۔نفس مسائل کو سمجھنا دشوار نہیں۔بعض معتزلہ کا مذہب ہے کہ قلت عقل کے سبب ایمان کا حکم مرتفع ہو جاتا ہے۔یہ دعویٰ غلط ہے، کیوں کہ عورتیں ناقص العقل ہیں،لیکن وہ احکام شرعیہ کی مکلّف ہیں۔

بعض معتزلہ نے یہود ونصاریٰ کے بے وقوفوں کی نجات کا قول کیا تھا کہ ان کی عقل پختہ نہیں تھی تو وہ اسلام قبول نہ کر سکے، پس وہ معذور ہیں۔ان معتزلہ پر حکم کفر نافذ ہوا۔

دراصل کم عقل یہود ونصاریٰ کا بھی وہی حکم ہے، جو حکم عقل مندوں کا ہے۔اسی طرح کم عقل عوام کا بھی وہی حکم ہے، جو عقل مندوں کا ہے۔فرائض وواجبات ودیگر تمام احکام شرعیہ کے وہ مکلّف ہوں گے۔جب عقل تکلیفی زائل ہوجائے،تب حکم شرعی موقوف ہوتا ہے۔جس کی عقل صحیح وسالم ہو، وہ مکلّف ہے۔بندۂ مکلّف کا افلاطون وارسطو، بقراط وسقراط ،فارابی وابن سینا کی طرح فلسفی ودانشور ہونا ضروری نہیں۔معتزلہ نے فلاسفہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔وہ اسلامی حکم نہیں ہے۔معتزلہ نے فلاسفہ کے نظریات کو اسلام میں داخل کر دیا۔

قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(وذهب عبيد الله بن الحسن العنبرى الٰى تصويب اقوال المجتهدين فى اصول الدين فِيْمَا كَانَ عُرْضَةً لِلتَّاوِيْلِ وَفَارَقَ فى ذٰلك فرق الامة اِذْ اَجمَعُوْا سواه علٰى ان الحق فى اصول الدين فى واحد-والمخطىء فيه اٰثمٌ عاصٍ فاسقٌ وانما الخلاف فى تكفيره.

وقد حكى القاضى ابوبكر البَاقِلّانى مثل قول عبيد الله عن داؤد الاصبهانى وقال:وحكٰى قوم عنهما-انهما قالا ذٰلك فى كل من علم الله سبحانه من حاله استفراغ الوسع فى طلب الحق من اهل ملتنا او من غيرهم.

وقال نحو هٰذا القول الجاحظ وثُمَامَةُ فى ان كثيرًا من العامة والنساء والْبُلْه وَمُقَلَّدَةِ النَّصَارٰى واليهود وغيرهم لَا حُجَّةَ لِلّٰه عليهم اِذْ لَمْ تَكُنْ لهم طباع يمكن معها الاستدلال...... ......

وقائل هٰذا كله كافرٌ بالاجماع علٰى كُفرِمَنْ لَمْ يُكَفِّرْ اَحَدًا من النصارٰى واليهود وكل من فارق دين المسلمين اَوْ وَقَفَ فى تكفيرهم او شَكَّ-قال القاضى ابو بكر:لان التوقيفَ والاجماعَ اِتَّفَقَا عَلٰى كُفْرِهم-

فمن وَقَفَ فی ذلک فَقَدْ کَذَّبَ النَّصَّ و التوقیفَ،اَوْ شَکَّ فیه وَالتَّکْذِیْبُ اَوِ الشَّکُّ فیه لا یقع الامن من کافر)(کتاب الشفاء:جلد دوم:ص281)

ترجمہ:عبید اللہ بن حسن عنبری معتزلی قابل تاویل اصول دین (ضروریات اہل سنت) میں اجتہاد کرنے والوں کے اقوال کے صحیح ہونے کا مذہب اختیار کیا،اوراس مسئلہ میں امت کی تمام جماعتوں سے الگ ہوگیا،کیوں کہ اس کے علاوہ تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ اصول دین میں ایک ہی حق ہے اوراس میں خطا کرنے والا آثم وعاصی وفاسق ہےاورصرف اس کی تکفیر میں اختلاف ہے۔

اور قاضی ابوبکر باقلانی نے عبید اللہ عنبری کےقول کی طرح داؤدظاہری اصبہانی کا قول نقل کیااور فرمایا کہ ایک جماعت نے ان دونوں (عنبری وظاہری) سے نقل کیا کہ ان دونوں نے یہی قول کیا مسلمین یا غیر مسلمین میں سے ہراس شخص کے بارے میں جس کے طلب حق کے سلسلے میں وسعت وقوت کواستعمال کرنے کا حال رب تعالیٰ کومعلوم ہے۔

اوراسی طرح کا قول کیا جاحظ معتزلی اورثمامہ معتزلی نے اس بارے میں کہ بہت سے عوام اورعورتیں اور کم عقل لوگ اور نصاریٰ،یہود وغیرہم کے مقلدین کے خلاف اللہ تعالیٰ کو حجت نہیں،کیوں کہ ان لوگوں کے پاس ایسی عقلیں نہیں کہ ان کے ذریعہ وہ استدلال کرسکیں۔

ان تمام اقوال کا قائل کافر ہے،اس کے کفر پراجماع کے سبب جو یہود ونصاریٰ میں سے کسی کوکافر نہ کہے،اور ہراس شخص کوکافر نہ کہے جومسلمانوں کے دین سے جدا ہوجائے،یا اس کوکافر کہنے میں توقف کرے،یا شک کرے۔قاضی ابوبکر باقلانی نے فرمایا:اس لیے کہ ان لوگوں کے کفر پرتوقیف واجماع دونوں متفق ہیں،پس جواس میں توقف کرے،یا شک کرے تو اس نے نص اور توقیف کی تکذیب کی،اورنص وتوقیف کی تکذیب اوران لوگوں کے کفر میں شک صرف کافر سے واقع ہوتی ہے۔

معتزلہ نے فلاسفہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔عباسی خلیفہ مامون رشید کے عہد میں

فلاسفہ کے مخزونات بغداد لائے گئے اور معتزلہ ان فلسفی علوم پر اوندھے منہ گر پڑے۔

علامہ ابن اثیر ابہری نے رقم فرمایا:(النفوس الناطقة التی لم تکتسب العلم والشرف ولا تشتاق ایضًا،اذا فارقت البدن وکانت خالیة عن الهیأة البدنیة الردیة حصل لها النجاة من العذاب والخلاص من الالم فکانت البلاهة ادنی الی الخلاص من فطانة بتراء)(ہدایۃ الحکمۃ:ص95-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ: وہ نفوس ناطقہ جنہوں نے علم وشرف حاصل نہیں کیا اور نہ انہیں ایسا شوق ہو، جب یہ نفوس ناطقہ بدن انسانی سے (موت کے سبب) جدا ہوں اور جسمانی عادت قبیحہ سے خالی ہوں تو انہیں عذاب سے نجات ورستگاری حاصل ہوجاتی ہے، پس بھولا پن ناقص ذہانت کی بہ نسبت نجات کے زیادہ قریب ہے۔

مرقومہ بالا فلسفیانہ نظریہ معتزلہ کا ماخذ ہے کہ کم عقل لوگوں کو آخرت میں نجات مل جائے گی، کیوں کہ ان کے پاس ایسی عقل نہیں کہ وہ استدلال کر سکیں اور اسلام کی حقانیت سے آشنا ہوکر دامن اسلام سے وابستہ ہوسکیں۔معتزلہ کا مذکورہ نظریہ خلاف اسلام ہے۔

دنیوی معاملات میں جاہلوں کی عقلیں خوب کام کرتی ہیں۔لوگ ذاتی نفع ونقصان کو سمجھتے ہیں۔جہاں نقصان کا خطرہ ہو، وہاں سے بھاگتے ہیں،اور دینی معاملات میں وہ لوگ بے توجہی اور لاپرواہی کرتے ہیں،اس بے توجہی کے سبب حکم میں کچھ بھی تخفیف نہیں ہوگی۔

یہود ونصاریٰ کو ان کے راہبوں اور پادریوں نے توریت وانجیل میں تحریف کر کے بتا دیا کہ مکہ معظمہ میں آنے والے نبی آخری نبی نہیں ہیں،جن پر ایمان کا حکم توریت وانجیل میں ہے، بلکہ وہ دوسرے ہیں۔اس بہکاوے کے سبب یہود ونصاریٰ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ نصاریٰ میں بہت سے لوگ تو ایمان بھی لائے۔یہودیوں میں تو چند ہی لوگ اسلام قبول کیے۔

راہبوں اور پادریوں کی تحریف اوران کے بہکاوے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے عوام یہود اور عوام نصاریٰ کا عذر قبول نہیں فرمایا، بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اب اسلام کے علاوہ کوئی

دوسرا مذہب قبول ہی نہیں ہوگا اور بغیر اسلام کے اخروی نجات ہرگز نہیں ملے گی۔

(1)(اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ)(سورہ آل عمران: آیت19)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔(کنز الایمان)

(2)(وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ)(سورہ آل عمران: آیت85)

ترجمہ: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا، وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے۔(کنز الایمان)

یہی حکم ہر غیر مسلم قوم کا ہے۔اسلام کی خبر ہر فرد تک پہنچ چکی ہے۔عقل ہر ایک کے پاس ہے۔وہی مدار تکلیف ہے۔گرچہ لوگ اپنے آبائی مذہب سے چپکے رہیں، لیکن آخرت میں کچھ بھی عذر قبول نہیں ہوگا۔اسلام کی خبر کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچ چکی ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے پاسپورٹ کی تصویر کے جواز وعدم جواز کی بحث میں رقم فرمایا:''اعلائے کلمۃ اللہ میں تین صورتیں ہیں۔اگر کچھ کافروں نے وہاں سے اسے لکھا کہ ہم تمہارے ہی ہاتھ پر مسلمان ہوں گے، آکر ہمیں مسلمان کرلو تو لازم ہے کہ جائے کہ اس کے لیے فرض نماز کی نیت توڑ دینا واجب ہوتا ہے۔

حدیقہ ندیہ بحث آفات الید میں ہے:(**وقال ذمی للمسلم:اعرض علی الاسلام یقطع وان کان فی الفرض کذا فی خزانة الفتاوی**) (اگر کسی ذمی کافر نے مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کیجئے، تو وہ فرض نماز کی نیت توڑ دے (اور پہلی فرصت میں اس کافر کو مسلمان کردے) خزانۃ الفتاویٰ میں یونہی مذکور ہے۔ت)

یا وہاں کچھ کفار اسلام کی طرف مائل ہیں۔کوئی ہدایت کرنے والا ہو تو ظن غالب ہے کہ مسلمان ہوجائیں گے، اس صورت میں بھی اجازت ہوگی۔(**فان الظن الغالب ملتحق بالیقین**) (کیوں کہ ظن غالب (یعنی غالب گمان) یقین کے ساتھ لاحق ہے۔

ت)، بلکہ اس صورت میں بھی وجوب چاہئے کہ ایسی حالت میں تاخیر جائز نہیں۔

کیا معلوم کہ دیر میں شیطان راہ مار دے اور یہ مستعدی جاتی رہے،اور یہاں یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ کچھ میں ہی تو متعین نہیں کہ ہر ایک یہی خیال کرے تو کوئی نہ جائے گا اور اگر یہ بھی نہیں عام کفار کی سی حالت ہے تو بحمد اللہ دعوت اسلام ایک ایک ذرۂ زمین کو پہنچ چکی، ولہٰذا اب قتال کفار میں تقدیم دعوت صرف مستحب ہے۔

ہدایہ میں ہے:(**یستحب ان یدعو من بلغة الدعوة مبالغة فی الانذار،ولا یجب ذٰلک**)

(جس شخص کو دعوت اسلام پہنچ گئی ہو تو اسے ڈراوے میں مبالغہ کرتے ہوئے دوبارہ اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے،لیکن واجب نہیں۔ت)

اب یہ صرف منفعت کے درجہ میں آ گیا۔اس کے لیے اجازت نہ چاہئے۔ہاں،اگر معلوم ہو کہ وہاں ہنوز دعوت اسلام پہنچی ہی نہیں تو تبلیغ واجب ہے۔یہ صورت دوم کی مثل ہو کر اجازت میں رہے گا''۔(فتاویٰ رضویہ:جلد 21:ص199-200-جامعہ نظامیہ لاہور)

فصل دوم

کم فہمی کے سبب کافر کو کافر نہ ماننے والے کا حکم

سوال دوم:جس عبارت پر کفر کلامی کا حکم نافذ ہو چکا ہو،اگر کسی کو وہ کفر سمجھ میں نہ آئے اور وہ عدم فہم کی بنیاد پر ملزم کو مومن مانے تو منکر صرف گمراہ ہے،یا کافر ہے؟

کیا یہ نظریہ صحیح ہے کہ اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں پر امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے انتہائی غور وفکر کے بعد کفر کا حکم نافذ فرمایا۔اب ان کفریہ عبارتوں کو دیکھ کر جس کے ذہن میں وہی کفریہ معانی آئیں۔ان عبارتوں کا وہی مفہوم اس کی سمجھ میں آئے جو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے سمجھا،پس اب اگر وہ آدمی اشخاص اربعہ کو کافر نہ مانے تو خود کافر ہے۔

لیکن ان کفریہ عبارتوں کو دیکھ کر جس کے ذہن میں وہ کفریہ معانی نہ آئیں، خواہ اس کی جہالت وکم علمی کے سبب، یا ان مرتدین سے بیعت وارادت کے سبب، یا ان لوگوں کی شاگردی وتلمذ کے سبب، یا ان کے اتباع وپیروی کے سبب، یا ان مرتدین کے ساتھ عقیدت ومحبت کے سبب، پس ایسا شخص صرف گمراہ ہے، کافر نہیں۔ کیا یہ نظریہ صحیح ہے؟

جواب: منقولہ بالا نظریہ اختراعی ہے۔ یہ نظریہ مشہور دیوبندی مرتضیٰ حسن دربھنگوی نے ایجاد کیا ہے۔ علمائے اہل سنت وجماعت کا یہ نظریہ نہیں۔ کافر کلامی کو مومن ماننے والا کافر کلامی ہے۔ وہ صرف گمراہ نہیں ہے۔ یہ جدید نظریہ اسلامی اصول کے خلاف ہے۔ مرتضیٰ حسن دربھنگوی نے یہ نظریہ ایجاد کیا کہ جس کو کسی عبارت میں کفر نظر آئے، اور وہ ملزم کو کافر نہ کہے تو خود کافر ہے۔ مرتضیٰ حسن دربھنگوی نے اپنے نظریہ کی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اس نے منکرین تکفیر کو گمراہ بھی نہیں مانا ہے، کیوں کہ وہ خود بھی منکرین میں سے تھا۔

(1) مفسر کلام میں متعدد معانی کا احتمال نہیں

اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی ہوئی ہے اور تکفیر کلامی اسی وقت ہوتی ہے، جب کلام کفری معنی میں مفسر وصریح متعین ہو۔ مفسر کلام میں متعدد معانی کا احتمال ہی نہیں ہوتا تو مفسر کلام سے ایک شخص کو ایک مفہوم اور شخص دیگر کو دوسرا مفہوم کیسے سمجھ میں آسکتا ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں اس مفسر کفری کلام کا دوسرا مفہوم آتا ہے تو اس کی غلط فہمی کے سبب شرعی حکم نہیں بدل سکتا۔ کسی کلام کے باطل معانی یعنی تاویلات باطلہ واحتمالات باطلہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

مرتضیٰ حسن دربھنگوی کا نظریہ

(الف) ''بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے۔ چوپائے، مجانین کے علم کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم کے برابر کہتے ہیں۔ شیطان کے علم کو آپ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) علم سے زائد کہتے ہیں

،لہٰذا وہ کافر ہیں۔تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے۔جو ایسا کہے وہ کافر ہے،مرتد ہے،ملعون ہے۔لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں، بلکہ ایسے مرتدین کو جو کافر نہ کہے،وہ خود کافر ہے۔یہ عقاید بے شک کفریہ عقائد ہیں،مگر خان صاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے یا کہتے ہیں،یہ غلط ہے،افترا ہے، بہتان ہے۔جب ہم ان عقائد کو کفروارتداد کہتے ہیں تو ہم اس کے معتقد کیسے ہوسکتے ہیں۔

نہ یہ کلمات کفریہ ہم نے کہے،نہ ہمارے بزرگوں نے۔نہ ایسے مضامین خبیثہ ہمارے قلب میں آئے۔ہم تو ایسے شخص کو جس کا یہ اعتقاد ہو،قطعی کافر جانتے ہیں۔رہیں وہ عبارات جن کی طرف مضامین خبیثہ کو منسوب کرتے ہیں۔ان کا مطلب صاف ہے۔جوان مضامین کے بالکل مخالف ہے''۔(اشد العذاب:ص13-مطبع مجتبائی دہلی)

(ب)''اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے،جیسا انہوں نے سمجھا تو خاں صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے،جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اور وہ قطعاً ثابت ہوگئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر ومرتد کہنا فرض ہوگیا۔اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں،چاہے وہ لاہوری ہوں یا قدنی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے،کیوں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے،وہ خود کافر ہے۔

(اشد العذاب:ص13-مطبع مجتبائی دہلی)

اشد العذاب کے منقولہ بالا اقتباس دوم کا مفہوم ہے کہ اگر امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی نظر میں اشخاص اربعہ کے کلمات کفری معانی میں متعین ومفسر تھے،جیسا کہ مرزا قادیانی کی عبارتیں اہل دیوبند کی نظر میں متعین ومفسر تھیں تو ایسی صورت میں اشخاص اربعہ کی تکفیر نہ کرنے پر خود امام اہل سنت قدس سرہ العزیز پر حکم کفر آجاتا۔اقتباس اول سے واضح ہے کہ اہل دیوبند کے یہاں اشخاص اربعہ کی عبارتوں کے وہ معانی نہیں جو امام اہل سنت علیہ

الرحمۃ والرضوان نے بیان کیے۔ان دونوں اقتباس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دربھنگوی کے یہاں مفسر کلام کسی کی نظر میں غیر مفسر ہوسکتا ہے۔دربھنگوی یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ جب کسی کلام کے چند معانی ہوں گے تو وہ کلام متعین ومفسر نہیں ہوگا، بلکہ محتمل ہوگا۔اس نظریہ پر تفصیلی بحث ہمارے رسالہ:''معروضات وتأثرات''(باب اول) میں ہے۔

(2)خلیل بجنوری کو بھی کفر سمجھ میں نہیں آیا

خلیل بجنوری کو بھی اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتوں میں کفر سمجھ میں نہیں آیا، لہٰذا اس نے اشخاص اربعہ کو کافر نہیں مانا، ان کے کفر پر سکوت اختیار کیا، پھر اپنی کتاب ''انکشاف حق'' میں ان کفریہ عبارتوں کی تاویل کی۔سوال دوم میں مذکور جدید نظریہ کے اعتبار سے خلیل بجنوری پر حکم کفر نہیں ہونا چاہئے، بلکہ ضلالت وگمرہی کا حکم ہونا چاہئے، حالاں کہ سال 1980 میں ایک سواسی اکابر اہل سنت وجماعت نے خلیل بجنوری کو کافر کلامی قرار دیا۔تمام علمائے کرام کی تصدیقات ''الاقوال القاطعۃ فی ردمؤیدالوہابیۃ'' میں موجود ہیں۔

اسباب ستہ کے سبب فقہی احکام بدل سکتے ہیں، لیکن ان اسباب کے سبب اعتقادی احکام نہیں بدلتے۔خلیل بجنوری کے واقعہ کے چالیس سال بعد اسلام کا مستحکم حکم کیسے بدل گیا؟

(3)عوام مسلمین کا حکم

عوام الناس کو صرف نفس مسئلہ کو جاننا اور اس کو ماننا ہے اور نفس مسئلہ سمجھنا مشکل نہیں۔ عوام مسلمین شرعی مسائل کے حقائق ودقائق کا علم حاصل کرنے کے مکلف نہیں۔

نفس مسئلہ کو سمجھنا اور جاننا الگ ہے اور مسئلہ کے دلائل وبراہین اور اس کے حقائق ودقائق کو سمجھنا اور جاننا الگ ہے۔اگر کسی باشعور نابالغ بچے کو بھی بتایا جائے کہ اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی تھی، اس لیے عرب وعجم کے علمائے کرام نے اس کو کافر قرار دیا اور اس کو کافر ماننا ضروری ہے، ورنہ جو اسے کافر نہ مانے، وہ بھی

اسلامی قانون کے اعتبار سے کافر مانا جائے گا۔اتنی بات باشعور نابالغ بچہ بھی جان اور سمجھ لے گا،اورعوام مسلمین کے لیے اتنا ہی جاننا اوراس کو ماننا کافی ہے۔شرعی کتابوں میں جہاں اس قسم کے مسائل سے متعلق عوام مسلمین کے لیے مسئلہ سمجھنے کی بات مرقوم ہوتو نفس مسئلہ سمجھنا مراد ہوتا ہے۔مسئلہ کے دقائق وحقائق اوراس کے دلائل وبراہین کوایک عالم دین کی طرح سمجھنا مرادنہیں،نہ ہی عوام مسلمین اس کے متحمل ہیں:(لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا)

اشخاص اربعہ اورقادیانی کی تکفیر کلامی کا مسئلہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے،اور بہت سخت ہے، یہاں تک کہ جولوگ اشخاص اربعہ کے کفریہ عقائداوران پرنافذکردہ حکم کفر سے قطعی طور پرواقف ہوکران لوگوں کومومن مانیں،وہ لوگ بھی کافر ہیں۔

فقہی مسائل سے متعلق بھی معتمد علمائے حق کے فتاویٰ کو ماننا عوام پرلازم ہے۔

فقہی فتویٰ سے متعلق فتاویٰ رضویہ سے ایک سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے:

سوال:مستندعلمائے دین کے فتاویٰ کو جو شخص ہیچ وپوچ سمجھ کراس پرعمل نہ کرے،اور کہے کہ فتویٰ وہی ہے جو ہمارادل گواہی دے۔ایسا شخص شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا:”یہ شخص اگرخود عالم کامل نہیں تو مستندعلمائے دین کےفتویٰ کو نہ ماننے کےسبب ضال وگمراہ ہے۔قرآن عظیم نے غیر عالم کے لیے یہ حکم دیا کہ عالم سے پوچھو،نہ یہ کہ جس پرتمہارادل گواہی دے،عمل کرو۔قال اللّٰہ تعالیٰ:(فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون)۔جاہل کیااور جاہل کادل کیا۔

نعم من کان عالما فقیھا مبصرا ماھرا متبحرا فھو مامور بقولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم:استفت قلبک وان افتاک المفتون“۔

(فتاویٰ رضویہ:جلدنہم:جزدوم:ص140-رضااکیڈمی ممبئ)

ترجمہ:ہاں جو عالم،صاحب بصیرت ماہر وتبحر فقیہ ہوتو اسے حضور اقدس تاجدار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادمبارک کاحکم ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ پوچھے،

گرچہ مفتیان کرام تمہیں (کوئی دوسرا) فتویٰ دیں۔

منقولہ بالا حکم باب فقہیات کے ظنی واجتہادی مسائل سے متعلق ہے۔فقہی مسائل میں عوام کو قیل وقال کی اجازت نہیں، بلکہ مستند ومعتمد علمائے حق کے بیان کردہ حکم شرعی کو ماننا ہے۔اسی طرح جو متبحر و ماہر فقیہ نہ ہو، اس کو بھی اختلاف کا حق حاصل نہیں۔اختلاف کا حق اس عالم کو ہے جو صاحب بصیرت اور ماہر و متبحر فقیہ ہو۔عوام مسلمین فقیہ نہیں اور تمام ناقلین فتویٰ صاحب بصیرت اور ماہر و متبحر فقیہ نہیں، گرچہ عوام انہیں عظیم و بے نظیر فقیہ سمجھتے ہوں۔

بعض ظنی مسائل میں علمائے حق کے متعدد اقوال ہوتے ہیں،اس کی وضاحت علمائے کرام فرما دیتے ہیں کہ راجح قول پر عمل کرنا ہے۔اسی طرح دیگر ضروری تفاصیل بھی بیان کی جاتی ہیں۔اگر فتویٰ میں ضروریات دین کا بیان ہو،اور صحیح حکم شرعی بیان کیا گیا ہوتو اس کے انکار کا حق عالم و جاہل کسی کو نہیں۔اس سے متعلق امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا مکمل فتویٰ ہمارے رسالہ:''مسئلہ تکفیر اور تحقیق وتصدیق''(باب دوم) میں منقول ہے۔

اس فتویٰ کے اخیر میں مرقوم ہے۔''مگر آں کہ مسئلہ از ضروریات دین باشد کہ انکار ، بلکہ شک دراں کفر است۔والعیاذ باللہ تعالیٰ ،واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم: جز اول:ص 237-رضا اکیڈمی ممبئی-فتاویٰ رضویہ: جلد21:ص136-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ: مگر یہ کہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو کہ اس کا انکار، بلکہ اس میں شک کرنا کفر ہے۔اللہ تعالیٰ کی پناہ،اور اللہ سب سے زیادہ علم والا ہے۔

(ج) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''جاہل کو احکام شرع خصوصاً کفر واسلام میں جرأت سخت حرام،اشد حرام ہے۔کوئی ہو، کسے باشد۔واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم:ص209-رضا اکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ عوام کو مسئلہ تکفیر یا دیگر مسائل شرعیہ میں تحقیق کی اجازت نہیں،لہٰذا انہیں اختلاف کی بھی اجازت نہیں۔تکفیر کلامی کا فتویٰ صحیح ہوتو عوام

وخواص کسی کو بھی اختلاف کا حق نہیں، بلکہ صحیح فتویٰ کو ماننا سب پر لازم ہے۔کافر کلامی کو مومن ماننے والا کافر کلامی ہے۔جس کو کچھ معلوم ہی نہیں، وہ معذور ہے۔

(4)اصحاب علم وفضل کا حکم

اصحاب علم وفضل میں متکلمین کلامی مسائل کوضرور سمجھیں گے۔غیر متکلمین کو بھی کلامی فتاویٰ سمجھنا مشکل نہیں۔ہاں،عدم ممارست کے سبب بعض مسائل میں پریشانی ہوسکتی ہے۔

امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے تحریر فرمایا کہ کفر کلامی کا فتویٰ صرف علمائے متکلمین جاری کریں گے،اور غیر متکلم فقہا کوان کی تقلید لازم ہے۔غیر متکلم فقہائے کرام کو کفر کلامی کا فتویٰ جاری کرنے کی اجازت نہیں۔نہ ہی اختلاف کی اجازت ہے۔یہی حکم عوام کا بھی ہے کہ ان کو حکم شرعی ماننا ہے۔کوئی شبہ ہے تو علمائے کرام سے دریافت کر کے شبہ دور کرے۔جب حکم شرعی کا علم ہو چکا ہے تو حکم شرعی کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(فاذا فَهِمتَ اَنَّ النَّظرَ فی التکفیر موقوفٌ علٰی جمیع هذه المقالات التی لا یَستَقِلُّ باٰحَادِهَا الا المبرزون- عَلِمتَ اَنَّ المُبَادِرَ اِلٰی تَکفِیرِ مَن یُخَالِفُ الاشعریَّ او غیرَه جَاهِلٌ مُجَازِفٌ-وَکَیفَ یَستَقِلُّ الفَقِیهُ بمجرد الفقه بهذا الخطب العظیم-وَاَیُّ رُبعٍ من اربا ع الفقه یُصَادِفُ هذه العلوم.

فاذا رَأَیتَ الفَقِیهَ الذی بضاعتُه مجردُ الفقه،یخوضُ فی التکفیر والتضلیل-فَاعرِض عنه وَلَا تَشتَغِل به قَلبَکَ وَلِسَانَکَ-فَاِنَّ التَّحَدِّیَ بالعلوم غَرِیزَةٌ فی الطبع-لَا یَصبِرَ عَنهَا الجُهال-وَلِاَجلِه کَثُرَ الخلافُ بین الناس وَلَوسَکَتَ مَن لَا یَدرِی-لَقَلَّ الخِلَافُ بَینَ الخَلقِ)

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص74)

ترجمہ: جب تم نے سمجھ لیا کہ مسئلہ تکفیر میں غور وفکر مذکورہ تمام اصول وضوابط پر موقوف ہے جن کی تفصیل میں صرف ماہرین مستقل ہوتے ہیں تو تم نے جان لیا کہ جو امام اشعری یا ان کے علاوہ کی مخالفت کرے، اس مخالف کی تکفیر میں جلد بازی کرنے والا جاہل اور خطرہ مول لینے والا ہے۔

اور فقیہ صرف علم فقہ کے سبب اس عظیم ذمہ داری کے لائق کیسے ہوگا؟ وہ فقہی ابواب میں سے کس باب میں ان علوم کو پائے گا، پس جب تم اس فقیہ کو تکفیر وتضلیل میں غور وفکر کرتا دیکھو جس فقیہ کی علمی دولت صرف علم فقہ ہو تو تم اس سے اعراض کرو، اور اپنے دل وزبان کو اس میں مشغول نہ کرو، کیوں کہ علوم وفنون میں کا مقابلہ آرائی انسانی فطرت میں سرایت کر چکی ہے کہ جاہل لوگ بھی اس مقابلہ آرائی سے پیچھے نہیں رہتے۔ اسی وجہ سے لوگوں کے درمیان اختلاف کی کثرت ہوگئی۔ اگر نہ جاننے والا خاموش رہتا تو مخلوق خداوندی میں اختلاف ضرور کم ہوتا۔

(5) مسئلہ تکفیر کلامی اور تقلید متکلمین

امام غزالی نے فرمایا کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی ہوتی ہے، پس فقہا اسے سمجھ سکتے ہیں۔ بالفرض اگر سمجھ میں نہ آئے تو بھی فقہا کو متکلمین کا فتویٰ تکفیر ماننا فرض ہے، جیسے کسی کو صدق نبوت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو بھی نبی کو نبی ماننا فرض ہے۔ فقہا کو فتویٰ تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی ماننا فرض ہے، اسی طرح عوام کو بھی ماننا فرض ہے، خواہ سمجھ میں آئے، یا نہ آئے۔

مذہب شافعی میں اجماع شرعی میں غیر کافر بدعتی کا لحاظ ہوتا ہے، کافر بدعتی کا نہیں۔ اگر فقہائے شوافع کو کسی کافر بدعتی کے کفر کا علم نہ ہو سکا اور فقہا نے اس کافر بدعتی کے اختلاف کے سبب اجماع کو غیر منعقد سمجھا تو اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے امام غزالی نے تحریر فرمایا کہ اگر فقہا کو اس بدعتی کے کفریہ قول کا علم تھا تو فقہا پر لازم تھا کہ اس کفریہ قول کا حکم

متکلمین سے دریافت کرتے ،اور پھر متکلمین کا فتویٰ ماننا ان پر لازم ہوتا۔

اگر فقہا کو اس بدعتی کے غلط قول کی اطلاع ہی نہیں تھی تو فقہا عدم علم کے سبب اجماع کو غیر منعقد قرار دینے میں معذور ہوں گے۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(فان قیل:فَلَو تَرَکَ بَعضُ الفقهاء الاجماعَ بِخِلافِ المبتدِعِ المُکَفَّرِ اِذَا لَم یَعلَم اَنَّ بدعته تُوجِبُ الکُفرَ– وَظَنَّ اَنَّ الاجماع لاینعقد دونه–فَهَل یُعذَرُ من حیث اَنَّ الفقهاء لا یطلعون عَلٰی مَعرفَةِ مَا یُکَفَّرُ به من التاویلات؟قلنا لِلمَسئَلَةِ صُورَتَانِ.

(1)اِحدَاهُمَا اَن یَقُولَ الفقهاء:نحن لَا نَدرِی اَنَّ بدعته توجب الکفرَ اَم لَا؟ففی هذه الصورة لا یُعذَرُونَ فِیهِ اِذ یَلزَمُهُم مُرَاجَعَةُ علماء الاصول، ویجب علی العلماء تعریفُهم،فاذا اَفتوهُم بکُفرِه فعلیهم التقلید.

فَاِن لَم یَقنَعهُمُ التَّقلید–فَعَلَیهِمُ السُّوَالُ عن الدلیل،حَتّٰی اذا ذُکِرَ لهم دلیلُه،فَهِمُوهُ لَامَحَالَةَ–لِاَنَّ دَلِیلَهٗ قَاطِعٌ،فَاِن لَم یُدرِکهُ فَلَا یَکُونُ مَعذُورًا– کَمَن لَا یُدرِکُ دَلِیلَ صدق الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم فانه لَا عُذرَ مَعَ نَصبِ اللّٰهِ تَعَالٰی الاَدِلَّةَ القَاطِعَةَ.

(2)الصورة الثانیة اَن لَا یکونَ بَلَغتهُ بدعَتُه وَعَقِیدَتُه فَتَرَکَ الاِجمَاعَ لِمُخَالَفَتِه فَهُوَ مَعذُورٌ فِی خَطَأِه وَغَیرُ مُوَاخَذٍ بِهٖ)

(المستصفیٰ من علم الاصول:جلد اول:ص184)

ترجمہ:پس اگر اعتراض ہو کہ اگر بعض فقہا نے کافر بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع کو ترک کر دیا(اجماع کو اجماع تسلیم نہ کیا)،جب کہ ان کو معلوم نہ ہو کہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اس بدعتی کے(اتفاق کے)بغیر اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ پس کیا وہ فقیہ معذور ہوں گے،کیوں کہ فقہائے کرام کو ان تاویلات کی معرفت واطلاع نہیں

ہوتی جن کے سبب تکفیر ہوتی ہے؟

ہم جواب دیں گے کہ مسئلہ کی دوصورت ہے:

(1)ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ فقہائے کرام کہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے یا نہیں؟ پس اس صورت میں وہ معذور نہیں ہوں گے،اس لیے کہ ان کے لیے علمائے اصول (متکلمین) کی جانب رجوع ضروری ہے اور علمائے اصول پر انہیں (حکم شرعی) بتانا واجب ہے،پس جب علمائے اصول فقہائے کرام کو اس بدعتی کے کفر کا فتویٰ دیں تو فقہا کو تقلید (متکلمین کا بیان کردہ فتویٰ کفر ماننا) لازم ہے۔

پس اگر فقہائے کرام کو تقلید پر قناعت نہ ہو تو انہیں دلیل دریافت کرنا لازم ہے، پھر جب انہیں دلیل کفر بتائی جائے گی تو یقینی طور پر وہ اسے سمجھ لیں گے،کیوں کہ دلیل کفر قطعی ہوتی ہے، پس اگر وہ دلیل کفر نہ سمجھ سکیں تو معذور نہیں ہوں گے، جیسے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (رسالت ونبوت کی) صداقت کی دلیل کو نہ سمجھ سکے (وہ معذور نہیں)،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قطعی دلائل (معجزات) قائم کرنے کے بعد کوئی عذر نہیں۔

(2)دوسری صورت یہ ہے کہ فقیہ کو اس بدعتی کی بدعت اور غلط عقیدہ کی خبر نہ پہنچی، پس انہوں نے اس بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع کو ترک کر دیا تو وہ اپنی خطا میں معذور ہیں اور ان سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

جب متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ صادر کر دیں تو فقہا کو تقلید لازم ہے،یعنی اس حکم شرعی کو ماننا لازم ہے۔اگر فقہا اس کی دلیل دریافت کریں تو متکلمین دلیل بیان کریں گے،اور فقہا یقینی طور پر اس دلیل کو سمجھ لیں گے، کیوں کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے۔ اس میں کوئی احتمال نہیں ہوتا۔وہ بالکل واضح ہوتی ہے۔

اگر فقہا کو دلیل تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی انہیں فتویٰ تکفیر ماننا لازم ہے۔امام غزالی قدس سرہ القوی کے قول (فَاِن لَم یُدرِکهُ فَلَا یَکُونُ مَعذُورًا) سے بالکل واضح ہو گیا

کہ جو کافر کلامی کے کافر کلامی ہونے کے دلائل کو نہ سمجھ سکے، وہ معذور نہیں ہے، بلکہ اس کو حکم شرعی ماننا ہوگا۔جیسے کسی کو حضور اقدس علیہ السلام کی نبوت ورسالت کی صداقت وحقانیت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو وہ معذور نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی نہ ماننے کے سبب کافر ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل قائم فرما دیئے،یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے واسطے معجزات ظاہر فرما دیئے۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ان کی نبوت کی صداقت پر قطعی دلائل ہیں۔

امام غزالی کے قول(فعلیھم التقلید) سے خلیل بجنوری کا یہ نظریہ باطل ہوگیا کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، بلکہ تحقیقی ہے۔اس میں صراحت ہے کہ غیر اہل کے لیے مسئلہ تکفیر کلامی تقلیدی ہے۔یہ بات عقل کے مطابق ہےاور یہی حکم قرآنی ہے۔ارشاد الٰہی ہے:(فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون)،یعنی جو مسئلہ جس کی قوت سے باہر ہو، وہ اس مسئلہ کو خود سے حل کرنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ اہل علم سے اس بارے میں دریافت کرے۔فقہی مسائل میں اس قدر احتیاط ہے کہ امام مجتہد کی تقلید لازم قرار پائے،اور اعتقادی مسائل کو ہر شخص حل کرنے لگے، یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔

جب مسئلہ تکفیر کلامی میں فقہائے کرام کو اختلاف کی اجازت نہیں تو عوام مسلمین کو بھی اختلاف کی اجازت نہیں۔غیر مقلدین کی طرح ہر شخص قرآن وحدیث سے شرعی مسائل کا استنباط کرنے لگےتو (فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون) کا کیا مفہوم ہوگا؟

(6)مذہب معتزلہ اور خلیل بجنوری

بجنوری نے معتزلہ کے مذہب کو اہل سنت کے درمیان فروغ دینے کی کوشش کی۔

بعض معتزلہ نے یہود ونصاریٰ کے بے وقوفوں کی نجات کا قول کیا تھا کہ ان کی عقل پختہ نہیں تھی تو وہ اسلام قبول نہ کر سکے، پس وہ معذور ہیں۔ان معتزلہ پر حکم کفر عائد ہوا۔

دراصل کم عقل یہود ونصاریٰ کا بھی وہی حکم ہے، جو حکم عقل مندوں کا ہے۔اسی طرح

کم عقل عوام کا بھی وہی حکم ہے، جو عقل مندوں کا ہے۔فرائض وواجبات ودیگر تمام احکام شرعیہ کے وہ مکلّف ہوں گے۔جنون وپاگل پن کے سبب حکم تکلیفی موقوف ہوتا ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(**وذهب عبيد اللّٰه بن الحسن العنبرى الٰى تصويب اقوال المجتهدين فى اصول الدين فِيْمَا كَانَ عُرْضَةً لِلتَّاوِيْلِ وَفَارَقَ فى ذٰلك فرق الامة اِذْ اَجمَعُوْا سواه علٰى ان الحق فى اصول الدين فى واحد-والمخطىء فيه اٰثمٌ عاصٍ فاسقٌ وانما الخلاف فى تكفيره.**

وقد حكى القاضى ابوبكر البَاقِلَّانى مثل قول عبيد اللّٰه عن داؤد الاصبهانى وقال:وحكٰى قوم عنهما-انهما قالا ذلك فى كل من علم اللّٰه سبحانه من حاله استفراغ الوسع فى طلب الحق من اهل ملتنا او من غيرهم.

وقال نحو هٰذا القول الجاحظ وثُمَامَةُ فى ان كثيرًا من العامة والنساء والْبُلْه وَمُقَلِّدَةِ النَّصارٰى واليهود وغيرهم لا حُجَّةَ لِلّٰه عليهم اِذْ لَمْ تَكُنْ لهم طباع يمكن معها الاستدلال...... ......

وقائل هٰذا كله كافرٌ بالاجماع علٰى كُفْرِمَنْ لَمْ يُكَفِّرْ اَحَدًا من النصارٰى واليهود وكل من فارق دين المسلمين اَوْ وَقَفَ فى تكفيرهم او شَكَّ-قال القاضى ابو بكر:لان التوقيفَ والاجماعَ اِتَّفَقَا عَلٰى كُفْرِهم-فمن وَقَفَ فى ذلك فَقَدْ كَذَّبَ النَّصَّ و التوقيفَ،اَوْ شَكَّ فيه وَالتَّكْذِيْبُ اَوِ الشَّكُّ فيه لا يقع الامن من كافر) (کتاب الشفاء:جلد دوم:ص281)

ترجمہ:عبید اللہ بن حسن عنبری معتزلی قابل تاویل اصول دین (ضروریات اہل سنت) میں اجتہاد کرنے والوں کے اقوال کے صحیح ہونے کا مذہب اختیار کیا،اوراس مسئلہ میں امت کی تمام جماعتوں سے الگ ہوگیا،کیوں کہ اس کے علاوہ تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ اصول دین میں ایک ہی حق ہے اوراس میں خطا کرنے والا آثم وعاصی وفاسق

ہےاورصرف اس کی تکفیر میں اختلاف ہے۔

اور قاضی ابوبکر باقلانی نے عبیداللہ عنبری کےقول کی طرح داؤدظاہری اصبہانی کا قول نقل کیااورفرمایا کہ ایک جماعت نے ان دونوں (عنبری وظاہری) سےنقل کیا کہ ان دونوں نے یہی قول کیا مسلمین یا غیر مسلمین میں سے ہر اس شخص کے بارے میں جس کے طلب حق کے سلسلے میں وسعت وقوت کواستعمال کرنے کا حال رب تعالیٰ کومعلوم ہے۔

اوراسی طرح کا قول کیا جاحظ معتزلی اورثمامہ معتزلی نے اس بارے میں کہ بہت سے عوام اورعورتیں اورکم عقل لوگ اورنصاریٰ، یہود وغیرہم کے مقلدین کے خلاف اللہ تعالیٰ کو حجت نہیں، کیوں کہ ان لوگوں کے پاس ایسی عقلیں نہیں کہ ان کے ذریعہ وہ استدلال کرسکیں۔

ان تمام اقوال کا قائل کافر ہے،اس کے کفر پر اجماع کے سبب جو یہود ونصاریٰ میں سے کسی کوکافر نہ کہے،اور ہر اس شخص کوکافر نہ کہے جومسلمانوں کے دین سے جدا ہوجائے، یا اس کوکافر کہنے میں توقف کرے، یا شک کرے۔قاضی ابوبکر باقلانی نے فرمایا: اس لیے کہ ان لوگوں کے کفر پر توقیف واجماع دونوں متفق ہیں، پس جواس میں توقف کرے، یا شک کرے تو اس نے نص اور توقیف کی تکذیب کی ،اورنص وتوقیف کی تکذیب اوران لوگوں کے کفر میں شک صرف کافر سے واقع ہوتی ہے۔

ملاعلی قاری نے رقم فرمایا:((**قال القاضی ابوبکر)الباقلانی(لان التوقیف) ای بالسماع من اللہ ورسولہ (والاجماع اتفقا علیٰ کفرھم–فمن وقف فی ذلک فقد کذب النص)ای نص الکتاب(والتوقیف)بہ من السنۃ علی الصواب(او شک فیہ–والتکذیب او الشک فیہ)ای فی کفرھم(لا یقع) کل منھما(الا من کافر)**)(شرح الشفا : جلددوم:ص514-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: قاضی ابوبکر باقلانی نے فرمایا: اس لیے کہ توقیف یعنی اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جانب سے سمعی دلیل کے ذریعہ علم ومعرفت اوراجماع متصل

دونوں ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں، پس جو اس کفر میں توقف کرے تو اس نے نص یعنی قرآن اور حدیث میں اس کی صحیح توقیف (تشریح) کی تکذیب کی، یا اس کفر میں شک کیا اور (نص وتوقیف کی) تکذیب یا (اس کفر میں) شک ،یعنی ان لوگوں کے کفر میں شک ، یہ دونوں صرف کافر سے صادر ہوتا ہے۔

توقیف سے قرآن وحدیث میں کسی امر کا وراد ہونا مراد ہوتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں ،یعنی قرآن وحدیث میں جو اسمائے طیبہ وارد ہیں ،انہی اسمائے مبارکہ کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوگا۔قاضی ابوبکر باقلانی کی عبارت میں توقیف سے یہی مفہوم مراد ہے،یعنی قرآن وحدیث میں کسی امر کا مذکور ہونا۔ضروریات دین میں اجماع سے اجماع متصل مراد ہوتا ہے۔قاضی باقلانی کی عبارت اور ماقبل کی عبارت میں اجماع سے اجماع متصل مراد ہے،یعنی ایسے لوگوں کا کافر ہونا قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے اور اجماع متصل سے بھی ثابت ہے۔

کتاب الشفا کی عبارت(**قال نحو هٰذا القول الجاحظ وثُمَامَةُ فی ان کثیرًا من العامة والنساء والبُلْه وَمُقَلَّدَةِ النَّصارٰی والیهود وغیرهم لَا حُجَّةَ لِلّٰه علیهم اِذْ لَمْ تَکُنْ لهم طباع یمکن معها الاستدلال**) میں مذہب معتزلہ کا بیان ہے۔

یعنی بے شمار عوام ،عورتیں اور کم عقل لوگ اور یہود ونصاریٰ وغیرہ کے عوام مقلدین ایمان نہ بھی لائیں تو وہ عنداللہ معذور ہوں گے، کیوں کہ ان کے پاس اتنی قوت نہیں تھی کہ استدلال کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کو سمجھ سکیں، حالاں کہ ایسا مذہب رکھنے والا خود کافر ہے۔

جو مجنوں اور پاگل ہے ،یعنی جس کے پاس عقل تکلیفی نہیں ہے، وہ معذور ہے اور جس کو عقل تکلیفی ہے، وہ معذور نہیں۔عوام کو شرعی احکام ماننا ہے۔ان کو مناظرین ومحققین کی طرح ہر مسئلہ سمجھنے کی نہ قوت ہے، نہ وہ اس کے مکلف ہیں۔انہیں یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ فلاں شخص کو اس کے کفریہ عقائد کے سبب علمائے حق نے کافر کہا ہے تو انہیں ماننا ہے۔

ہمارے رسالہ:''مسئلہ تکفیر اور تحقیق وتصدیق''میں تفصیل مرقوم ہے۔

انسانوں کو عقل کے سبب مکلّف بنایا گیا ہے،علم کے سبب نہیں۔اگر تکلیف کا مدار ومبنی علم ہوتا تو جاہلوں کو احکام خداوندی کا مکلّف نہیں بنایا جاتا،حالاں کہ صرف وہ مستثنیٰ ہیں، جو عقل تکلیفی نہ رکھتے ہوں،مثلاً مجانین واطفال۔اسی طرح بے ہوش بھی بعض صورتوں میں حکم سے مستثنیٰ ہیں۔حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان حالت سکر میں حکم سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔اصحاب عقل حکم سے مستثنیٰ نہیں،گرچہ عقول انسانیہ متفاوت ہیں۔

جب کوئی دیوبندی مولویوں سے دیوبندی اکابر کے بارے میں دریافت کرے گا تو وہ لوگ یقیناً صحیح حکم بیان نہیں کریں گے۔عقل بھی یہی کہتی ہے کہ یہ لوگ حکم شرعی میں خیانت کریں گے۔کوئی اپنے مذہب کے بزرگوں کو برا بھلا نہیں کہتا۔ایسی صورت میں لازم ہے کہ وہ علمائے حق سے حقیقت دریافت کرے،تا کہ وہ صحیح حکم شرعی بتادیں۔

دنیوی معاملات میں جاہلوں کی عقلیں خوب کام کرتی ہیں۔نفع ونقصان کو سمجھتے ہیں۔ جہاں نقصان کا خطرہ ہو،وہاں سے بھاگتے ہیں،اور دینی معاملات میں لوگ بے توجہی اور لاپرواہی کرتے ہیں،پس ایسی بے توجہی کے سبب حکم میں کچھ بھی تخفیف نہیں ہوگی۔

یہود ونصاریٰ کو اس کے راہبوں اور پادریوں نے توریت وانجیل میں تحریف کرکے بتا دیا کہ مکہ معظّمہ میں آنے والے نبی آخری نبی نہیں ہیں،جن پر ایمان کا حکم توریت وانجیل میں ہے، بلکہ وہ دوسرے ہیں۔اس بہکاوے کے سبب یہود ونصاریٰ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ نصاریٰ میں بہت سے لوگ تو ایمان بھی لائے۔یہودیوں میں تو چند ہی لوگ اسلام قبول کیے۔

راہبوں اور پادریوں کی تحریف اوران کے بہکاوے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے عوام یہود اور عوام نصاریٰ کا عذر قبول نہیں فرمایا، بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ اب اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب قبول ہی نہیں ہوگا اور بغیر اسلام کے اخروی نجات ہرگز نہیں ملے گی۔

یہی حکم ہر غیر مسلم قوم کا ہے۔اسلام کی خبر ہر فرد تک پہنچ چکی ہے۔عقل ہر ایک کے

پاس ہے،وہی مدار تکلیف ہے۔گر لوگ اپنے آبائی مذہب سے چپکے رہیں تو آخرت میں کچھ بھی عذر قبول نہیں ہوگا۔اسی طرح دیابنہ کے بارے میں شہرہ ہے کہ وہ گستاخ رسول ہیں، علمائے اہل سنت انہیں کافر مانتے ہیں۔سب کچھ جان کر بھی حکم شرع نہ مانیں تو معذور نہیں۔

عوام کو شرعی احکام ماننا ہے۔اصحاب علم وفضل کی طرح تمام شبہات باطلہ کا جواب معلوم کرنا ضروری نہیں۔عوام وعلما کا حکم جداگانہ ہے۔معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ عالم وغیر عالم ہر ایک کو عقلی استدلال کے ذریعہ تمام ضروری عقائد کا ایسا علم حاصل ہونا لازم کہ مخالفین ومنکرین کے شبہات کا جواب دے سکے۔اگر کسی عقیدہ کا ایسا علم نہ ہوتو اسے مومن نہیں سمجھا جائے گا۔یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب نہیں۔

محدث ملا علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:(**وعند المعتزلة ما لم يعرف كل مسألة بدلالة العقل على وجه يمكنه دفع الشبهة،لا يكون مؤمنًا-قال القونوى:عند المعتزلة انما يحكم بايمانه اذا عرف ما يجب اعتقاده بالدليل العقلى علٰى وجه يمكنه مجادلة الخصوم-وحل جميع ما يوردونه عليه من الشبهة-حتى اذا عجز عن شيئ من ذلک،لم يحكم باسلامه**) (منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص403-دار السلامہ بیروت)

ترجمہ:معتزلہ کے یہاں مومن نہیں ہوگا جب تک کہ دلالت عقلی سے ہر مسئلہ کو اس طرح نہ جان لے کہ اس کے لیے دفع شبہہ ممکن ہو۔امام قونوی نے فرمایا:معتزلہ کے یہاں کسی کو اس وقت مومن مانا جائے گا جب وہ ضروری عقائد کو عقلی دلیل سے اس طرح جان لے کہ مخالفین سے مباحثہ کرنا اوران کے تمام وارد کردہ شبہات کا حل اس کے لیے ممکن ہو، یہاں تک کہ جب اس میں سے کسی چیز سے عاجز ہوتو اس کو مومن نہیں تسلیم کیا جائے گا۔

(7) کافر کلامی کے کفر میں شک کرنا کفر

جب کافر کلامی کے کفر میں شک وشبہہ کرنا کفر ہے تو اس کے کفر کو کفر نہ ماننا بدرجہ اولیٰ

کفر ہوگا، نہ کہ ضلالت وگمرہی ۔ایسا کوئی قانون شرعی کتابوں میں مذکور نہیں ،اور یہ دعویٰ خلاف قانون بھی ہے۔مرتضیٰ حسن دربھنگوی نے بھی یہ نظریہ بلا دلیل اور بلا حوالہ لکھا ہے۔ اس نے منکرین تکفیر کو گمراہ بھی نہیں مانا ہے، کیوں کہ وہ خود بھی منکرین میں سے تھا۔

کافر کلامی کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا مشہور قانون ہے:

(من شک فی کفرہ فقد کفر) جو کافر کلامی کے کفر میں شک کرے، وہ خود کافر ہے۔

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حسام الحرمین کے حوالے سے رقم فرمایا:

’’ان غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعه کخلیل الانبیتهی واشرف علی وغیرهم لا شبهة فی کفرهم بلامجال-بل لا شبهة فی من شک-بل فی من توقف فی کفرهم بحال من الاحوال ۔غلام احمد قادیانی ورشید احمد اور جواس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد اور اشرف علی وغیرہ ،ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے، بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے،اس کے کفر میں شبہ نہیں‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد یازدہم :ص 75-رضا اکیڈمی ممبئ)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ قادیانی اور اشخاص اربعہ کے کفر کا انکار کرنا کفر ہے۔اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ جس کو شبہ ہو جائے ،وہ کافر نہ مانے ، بلکہ یہ بتایا گیا کہ شبہ یا شک کی گنجائش نہیں۔شبہ یا شک کے سبب بھی انکار کرے تو بھی حکم کفر ہوگا۔

کسی کافر کلامی کے حکم کفر کی تصدیق کے لیے اس کے کفریہ عقیدہ اور حکم کفر پر مطلع ہونا ضروری ہے ۔اس کے کلام میں کفر کلامی کس طرح ثابت ہوتا ہے،اس کی تحقیق مفتی مکفر کے ذمہ ہے۔تفصیلی بحث ’’مسئلہ تکفیر اور تحقیق وتصدیق‘‘ باب ششم میں ہے۔’’اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند‘‘ میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی تحریریں منقول ہیں کہ کافر کلامی کو کافر ماننا ہے،اور اس کو مومن ماننے والا کافر ہے۔وہ محض گمراہ نہیں ہے۔

یہ نظریہ اسلاف کرام کی کتابوں میں مرقوم نہیں کہ جس عبارت پر کفر کلامی کا صحیح حکم نافذ ہو چکا ہو، اگر کسی کو وہ کفر سمجھ میں نہ آئے اور وہ عدم فہم کی بنیاد پر ملزم کو مومن مانے تو منکر صرف گمراہ ہے۔ برادران اہل سنت اپنے ایمان کی حفاظت کریں، جہنم کا کندہ نہ بنیں۔

(8) کافر کلامی کو مومن ماننے والا کافر کلامی

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان عظیم متکلم اسلام تھے۔ وہ اپنے عہد میں امام اشعری اور امام ماتریدی کے جانشیں تھے۔ انہوں نے ''تمہید ایمان'' میں فرمایا کہ اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی سے متعلق تمام ضروری تحقیقات ہو چکی ہیں۔ علمائے حرمین طیبین نے بھی حکم شرعی کی تصدیق وتائید فرما دی ہے۔ تمام تاویلات باطل وغلط ہیں۔ اب دو ہی راستے ہیں۔ ایک جنت کا راستہ اور ایک جہنم کا راستہ۔ جس کو جو پسند ہو، وہ اختیار کرے۔ مجدد گرامی نے یہ نہیں فرمایا کہ جس کی تحقیق میں جو ثابت ہو، وہ اسی پر عمل کرے۔

اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی سے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:

''یہاں چار مرحلے تھے۔

(1) جو کچھ ان دشنامیوں نے لکھا، چھاپا، ضرور وہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ودشنام تھا۔

(2) اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے۔

(3) جو انہیں کافر نہ کہے، جو ان کا پاس لحاظ کرے، جو ان کی استادی یا رشتے یا دوستی کا خیال کرے، وہ انہیں میں سے ہے۔ انہیں کی طرح کافر ہے۔ قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔

(4) جو عذر مکر جہال وضلال یہاں بیان کرتے ہیں، سب باطل ونارواو پادر ہوا ہیں۔

یہ چاروں بحمد اللہ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ واضح وروشن ہو گئے۔ جن کے ثبوت قرآن عظیم ہی کی

آیات کریمہ نے دیے۔ اب ایک پہلو پر جنت وسعادت سرمدی۔ دوسری طرف شقاوت وجہنم ابدی ہے۔ جسے جو پسند آئے، اختیار کرے، مگر اتنا سمجھ لو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر زید وعمرو کا ساتھ دینے والا کبھی فلاح نہیں پائے گا۔ باقی ہدایت رب العزت کے اختیار میں ہے۔

بات بحمد اللہ تعالیٰ ہر ذی علم مسلمان کے نزدیک اعلیٰ بدیہیات میں سے تھی، مگر ہمارے عوام بھائیوں کو مہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے زائد کہاں کی ہوں گی۔ جہاں سے دین کا آغاز ہوا، اور بحکم احادیث صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہوگا، لہٰذا اپنے عام بھائیوں کی زیادت اطمینان کو مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ کے علمائے کرام ومفتیان عظام کے حضور فتویٰ پیش ہوا۔ جس خوبی وخوش اسلوبی وجوش دینی سے ان عمائد اسلام نے تصدیقیں فرمائیں، بحمد اللہ تعالیٰ کتاب مستطاب ''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین'' (۱۳۲۴ھ) میں گرامی بھائیوں کے پیش نظر اور ہر صفحہ کے مقابل اردو میں اس کا ترجمہ ''مبین احکام وتصدیقات اعلام'' (۱۳۲۵ھ) جلوہ گر''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 30: تمہید ایمان: ص 357-358 - جامعہ نظامیہ لاہور)

''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کی غلط تشریح

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا مفہوم یہ ہے کہ جس کی ذاتی تحقیق میں ملزم کا کافر ہونا ثابت ہو جائے، پھر وہ کافر نہ مانے، تب وہ کافر ہے۔

اسلاف کرام سے یہ تشریح منقول نہیں، اور یہ تشریح غلط بھی ہے۔ ''من شک'' کی جدید تشریح کفر وزندقہ کا سمندر ہے۔ اس تشریح کے سبب نہ جانے کتنے لوگ کفر وضلالت میں مبتلا ہو گئے۔ خلیل بجنوری کا بھی یہی نظریہ تھا کہ جس کی تحقیق میں ملزم کا کافر ہونا ثابت ہو جائے، وہ کافر مانے۔ بجنوری اپنی تحقیق کی بنیاد پر اشخاص اربعہ کو کافر نہیں مانتا تھا۔

علمائے اہل سنت و جماعت نے متفقہ طور پر بجنوری کو کافر قرار دیا۔ جو لوگ غلط راہ پر جائیں، ہرگز ان کا اتباع نہ کیا جائے۔ جدید نظریات کا تجزیہ کیا جائے، تاکہ حق ظاہر ہو۔

''من شک'' کی صحیح تشریح یہ ہے کہ جس کو کسی کافر قطعی (کافر اصلی وکافر کلامی) کے کافر ہونے کا علم قطعی ہو جائے، پھر وہ اس کو کافر نہ مانے تو خود کافر ہے۔ خواہ اپنی صحیح تحقیق سے ملزم کا کافر ہونا معلوم ہو، یا کسی غیر کی صحیح تحقیق کی بنیاد پر ملزم کا کافر ہونا معلوم ہو۔ کسی دوسرے عالم نے صحیح تحقیق کی، اور خبر متواتر سے اس کی صحیح تحقیق اور ملزم کے کفریہ عقائد کا علم ہو گیا تو اسے کافر ماننا لازم ہے۔

(9) بدیہی اولی میں عدم فہم کا سبب کیا ہے؟

اشخاص اربعہ کی کفریہ عبارتیں کفری معانی میں بدیہی اولی ہیں۔ بدیہی اولی کلام ناقابل فہم نہیں ہوتا ہے۔ ہاں، کوئی باطل شبہ لاحق ہو سکتا ہے۔ کفر بدیہی اولی میں شبہات باطلہ لاحق ہوں تو شبہات دور کر کے حکم شرعی کو تسلیم کیا جائے۔ عقائد اسلامیہ کے انکار کی گنجائش نہیں۔ باب اول میں اس کی تفصیلی بحث ہے۔ بدیہی غیر کسبی میں علم اضطراری حاصل ہوتا ہے۔ اس میں باطل شبہ بھی لاحق نہیں ہوتا ہے۔

بدیہی کی دو قسمیں ہیں: بدیہی کسبی اور بدیہی غیر کسبی۔

بدیہی کسبی کی دو قسمیں ہیں: بدیہی اولی اور بدیہی غیر اولی۔

(الف) بدیہی غیر کسبی شبہات باطلہ سے پاک ہوتا ہے۔ اس میں اضطراری علم حاصل ہوتا ہے۔ بندہ اس علم اضطراری کو دفع نہیں کر سکتا، جیسے انسان کو اپنے وجود کا اضطراری علم حاصل ہے۔ بندہ اس علم یقینی کو دفع کرنے پر قادر نہیں۔

ماننا یا نہ ماننا الگ سی بات ہے۔ انکار و تسلیم سے شئ کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔

سوفسطائیہ، عنادیہ، لاادریہ وغیرہ بدیہیات کا بھی انکار کرتے ہیں، اس سے کسی امر

کی بداہت باطل نہیں ہوتی۔دیابنہ اشخاص اربعہ کو کافر نہیں مانتے تو حکم کفر ختم نہیں ہو سکتا۔

(ب) بدیہی اولی میں کبھی بے توجہی کے سبب شبہات باطلہ لاحق ہوتے ہیں۔

(ج) بدیہی غیر اولی میں اہل علم واہل عقل کو بھی شبہات لاحق ہوتے ہیں، یہاں تک کہ بدیہی غیر اولی کو حل کرنے کے واسطے مناظرہ بھی منعقد ہوتا ہے۔

(د) بدیہی کو قطعی بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے۔نظری کو قطعی بالمعنی الاعم کہا جاتا ہے۔

بدیہی کسبی اولی میں شبہات باطلہ کا امکان

بدیہی غیر کسبی میں شبہ ممکن نہیں، کیوں کہ وہ علم اضطراری ہے۔سوفسطائیہ،لاادریہ اورعنادیہ وغیرہ ہٹ دھرم ہیں۔وہ بدیہی غیر کسبی میں بھی شبہات مانتے ہیں اور اس کی بداہت کا انکار کرتے ہیں۔یہی حال دیوبندیوں کا ہے۔

بدیہی اولی کسبی میں شبہہ ممکن ہے۔اسلام کی حقانیت بدیہی اولی کسبی ہے۔

امام رازی نے (وتلک الایام نداولہا بین الناس) کی تفسیر میں رقم فرمایا:

(واعلم أنه ليس المراد من هذه المداولة أن الله تعالى تارة ينصر المؤمنين وأخرى ينصر الكافرين–وذلك لأن نصرة الله منصب شريف وإعزاز عظيم،فلا يليق بالكافر،بل المراد من هذه المداولة أنه تارة يشدد المحنة على الكفار–وأخرى على المؤمنين والفائدة فيه من وجوه:

الأول:أنه تعالى لو شدد المحنة على الكفار فى جميع الأوقات وأزالها عن المؤمنين فى جميع الأوقات لحصل العلم الاضطرارى بأن الايمان حق وما سواه باطل–ولو كان كذلك لبطل التكليف والثواب والعقاب فلهذا المعنى تارة يسلط الله المحنة على أهل الايمان،وأخرى على أهل الكفر لتكون الشبهات باقية والمكلف يدفعها بواسطة النظر فى

الدلائل الدالة علی صحة الاسلام فیعظم ثوابه عند اللّٰه

والثانی:أن المؤمن قد یقدم علٰی بعض المعاصی،فیکون عند اللّٰه تشدید المحنة علیه فی الدنیا أدباً له–وأما تشدید المحنة علی الکافر فانه یکون غضبا من اللّٰه علیه(تفسیر کبیر:سورہ آل عمران:تفسیر آیت منقولہ)

ترجمہ:جان لو کہ اس مداولت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی مسلمانوں کی مدد فرماتا ہے،اور کبھی کافروں کی مدد فرماتا ہے،اور ایسا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ایک شریف منصب اور عظیم اعزاز ہے،پس کافر اس کا حقدار نہیں،بلکہ اس مداولت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کفار پر مصیبت کو سخت فرما دیتا ہے،اور کبھی مسلمانوں پر،اور اس میں متعدد طریقوں سے فائدے ہیں۔

پہلا فائدہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کفار پر تمام اوقات مصیبت کو سخت کر دے،اور مومنین سے تمام اوقات مصیبت کو دور فرما دے تو یقین اضطراری حاصل ہوگا کہ ایمان حق ہے اور اس کے سوا سب باطل ہے،اور اگر ایسا ہو جائے تو تکلیف اور ثواب وعذاب باطل ہو جائیں گے،پس اسی معنی کے لیے کبھی اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر مصیبت مسلط فرماتا ہے اور کبھی اہل کفر پر،تاکہ شبہات (باطلہ) باقی رہیں اور مکلّف اسلام کی صحت وحقانیت پر دلالت کرنے والے دلائل میں غور وفکر کے ذریعہ ان شبہات باطلہ کو دور کرے،پس اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا ہو۔

دوسرا فائدہ یہ کہ مومن کبھی بعض معاصی پر اقدام کرتا ہے،پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو ادب دینے کے واسطے اس پر دنیا میں مصیبت سخت ہو جاتی ہے،لیکن کافر پر مصیبت کا سخت ہونا،پس وہ اس پر اللہ تعالیٰ کے غضب کے سبب ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کفار کو ہمیشہ آفات وبلیات اور مصائب ومشکلات میں مبتلا رکھے،اور مومنین کو ہمیشہ مصیبتوں سے محفوظ رکھے تو مومنین کو اسلام کی حقانیت کا اضطراری علم حاصل

ہوگا، پھراس سے تکلیف باطل ہو جائے گی ،یعنی دین اسلام کو اپنی عقل وفہم سے حق سمجھ کر اختیار کرنے کا حکم ہے،اسی لیے کبھی مومن بندوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے،تاکہ وہ علم اضطراری کے سبب اسلام کو حق نہ سمجھیں ، بلکہ دلائل کی روشنی میں اپنی عقل وفہم کے ذریعہ اسلام کو حق سمجھ کر قبول کریں۔

علم اضطراری شبہات باطلہ سے پاک ہوتا ہے،اوراسلام کی حقانیت گرچہ بدیہی ہے ،لیکن یہ بدیہی کسبی اولی ہے، بدیہی غیر کسبی یعنی بدیہی اضطراری نہیں ،اسی لیے بہت سے انسانوں کو اسلام کی حقانیت میں باطل شبہہ لاحق ہوتا ہے،جیسے بدیہی اولی میں شبہات باطلہ لاحق ہوتے ہیں کہ لوگ ہنومان کی دم کو ہنومان سے بڑی کہتے ہیں ۔مور کے پنکھ کو مور سے بڑا کہتے ہیں۔ یہ سب شبہات باطلہ ہیں جو ادنیٰ سی توجہ سے ختم ہو جاتے ہیں۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی حکمت

تمام بدیہیات قطعی بالمعنی الاخص ہیں،لیکن وہ قطعی بالمعنی الاخص جو ضروریات دین میں سے ہیں، وہ تمام بدیہی غیر کسبی نہیں ،جن میں احتمالات باطلہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اگراحتمالات باطلہ نفس الامر میں معدوم ہوں ،اور بندوں کو علم اضطراری حاصل ہوتو تکلیف کا معنی باطل ہو جائے گا۔ عقل کے سبب بندوں کو احکام خداوندی کا مکلّف بنایا گیا ہے۔احتمالات باطلہ کو عقل کے ذریعہ دور کرنا ہے، اور حکم خداوندی کے حق ہونے کا یقین کرنا ہے،اوران کو حق ماننا ہے،یعنی یقین مع الاعتقاد کا نام ایمان ہے۔اگر یقین ہو گیا،لیکن تسلیم نہ کیا تو مومن نہیں، جیسا کہ ابو طالب کو یقین حاصل تھا،لیکن اعتقاد حاصل نہیں تھا۔

چوں کہ بندوں کی عقلیں متفاوت ہیں ،پس اللہ تعالیٰ نے عقل کی مدد کے لیے حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ،تاکہ بندوں کو عذر نہ رہے ،اور حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت وارشاد سے احتمالات باطلہ کو دور کرلیں۔

(الف)(وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا)(سورہ اسراء: آیت15)

ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں، جب تک رسول نہ بھیج لیں۔(کنزالایمان)

(ب)(وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْ اُمِّھَا رَسُوْلًا یَتْلُوْ عَلَیْھِمْ آیَاتِنَاوَمَا کُنَّا مُھْلِکِی الْقُرٰٓی اِلَّا وَاَھْلُھَا ظٰلِمُوْنَ)(سورہ قصص: آیت59)

ترجمہ: اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے، اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے، مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔(کنزالایمان)

انسانوں کو عقل دی گئی اور مکلّف بنایا گیا کہ احکام خداوندی کو تسلیم کریں۔ اگر شبہات باطلہ معدوم ہوں تو تکلیف کی صورت باطل ہو جائے گی، کیوں کہ بدیہی غیر کسبی میں عقل اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ وہاں علم اضطراری پایا جاتا ہے، ایسی صورت میں عقل کو استعمال کر کے دو راستوں میں سے ایک راہ کو اختیار کرنے کی صورت مفقود ہوگی۔

بندوں کو مکلّف بنائے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی عقل کو استعمال کر کے حق کو حق مانیں، تب وہ مومن ہوں گے۔ اگر کسی کی گردن پر تلوار رکھ دی گئی اور وہ موت کے خوف سے ایمان لایا، عقلی یقین وقلبی اعتقاد نہیں تو ہرگز مومن نہیں۔

ارشاد الٰہی ہے: (لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ)

(سورہ بقرہ: آیت256)

ترجمہ: کچھ زبردستی نہیں دین میں، بے شک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمرہی سے۔

(کنزالایمان)

اکراہ کے سبب ظاہری ایمان ہو تو وہ قبول نہیں۔ مدار تکلیف عقل ہے۔ عقل کے سبب ایمان وتصدیق ہو، تب قبول ہے۔ قرآن مجید میں جا بجا اس حقیقت کی تفہیم کی گئی کہ ہم نے اپنے رسولوں اور نبیوں کے ذریعہ حق وباطل واضح کر دیا۔ عقل کے سہارے شبہات

باطلہ دور کرلو۔ نہ سمجھ میں آئے تو ہمارے رسولوں اور نبیوں کو شبہات باطلہ بتاؤ، وہ تمہارے شبہات باطلہ دور فرمائیں گے۔ مشرکین مکہ ومشرکین عرب کے بہت سے شبہات باطلہ کو دور کرنے قرآن مجید میں آیات مقدسہ نازل ہوئیں، مثلاً سب فنا ہو جائیں گے تو حشر کیسے؟

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:(**وضرب لنا مثلا ونسی خلقه-قال من یحیی العظام وهی رمیم::قل یحییها الذی انشأها اول مرة وهو بکل خلق علیم**)

(سورہ یٰسین: آیت 78-79)

ترجمہ: اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ بولا، ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔ تم فرماؤ! انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔(کنزالایمان)

یہی وہ ہدایت ہے جو حضرات انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ عالم انسانیت کو عطا گئی۔ اسی کا نام ''ارائۃ الطریق'' ہے، یہ ایصال الی المطلوب نہیں۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے ارائۃ الطریق کے بعد بندوں کو عقل کے سہارے حق کو سمجھنا اور حق کو اختیار کرنا ہے۔ جب نبوت ورسالت کا سلسلہ بحکم الٰہی موقوف ہو گیا تو اب علمائے کرام شبہات باطلہ کو دور کریں گے۔ کسی کو شرعی احکام ومسائل میں شبہ نظر آئے تو علمائے دین سے دریافت کر کے شبہ دور کرے اور شرعی حکم کو تسلیم کرے۔

(10) عالم وجاہل سب کو کفر کلامی کے صحیح فتویٰ کی تصدیق لازم

عالم وجاہل سب پر لازم ہے کہ قادیانی واشخاص اربعہ کو کافر مانیں۔

غیر عالم سے متعلق فتاویٰ رضویہ کے دو اقتباس منقولہ ذیل ہیں:

(1)(سوال دوم) زید مولویان فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو عالم دین سمجھتا ہے، اور ان کی تعظیم وتکریم بھی کرتا ہے، لیکن خود عالم نہیں ہے۔ اب زید مذکور اہل سنت وجماعت کی

امامت کرسکتا ہے یانہیں؟اوراس کی امامت سے نماز سنی کی صحیح ہے، یا کیا؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا:

''دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں ،اورشفائے امام قاضی عیاض وبزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا کے حوالہ سے فرمایا کہ ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر''جوان کے اقوال پر مطلع ہوکران کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر۔اوران کی حالت کفر وضلال اور ان کے کفری وملعون اقوال طشت از بام ہوگئے۔ ہرشخص کہ نرا جنگلی نہ ہو، ان کی حالت سے آگاہ ہے، پھرانھیں عالم دین جانے تو ضرور''منہم''ہے،اوراس کے پیچھے نماز باطل محض:واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدسوم:ص265-رضااکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالاعبارت میں آخری حصے میں ان کی حالت کفر وضلال اور ان کے کفری اقوال کی شہرت کا ذکر ہے۔حالت کفر وضلال یہ ہے کہ حرمین طیبین سے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ آیا اور یہ لوگ تائب نہ ہوئے ،پس اب تک کفر میں مبتلا ہیں۔ان کے کفریہ عقائد اور ان پر نافذ شدہ حکم کفر مشہور ومتواتر تھے تو اب جوان کو کافر نہ مانے ،وہ بھی کافر ہے۔

ہاں،اگر کوئی شخص حقیقت میں ناواقف ہوتو اس کو دیوبندیوں کے کفریہ عقائد بتائے جائیں اور علمائے عرب وعجم کے نافذ کردہ کفر کلامی کے فتاویٰ کے بارے میں بتایا جائے۔ دیوبندیوں کے کفریہ عقائد کا قطعی علم اور فتویٰ تکفیر کا قطعی علم ہوجانے کے بعد بھی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔''منہم''کا مفہوم یہ ہے کہ جو ضروری تفصیل سے آگاہ ہو کر بھی اشخاص اربعہ کو مومن مانے ،وہ بھی کافر ہے۔جس کو کچھ بھی معلوم نہیں،اس کا حکم درج ذیل ہے۔

(2)امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان سے سوال ہوا:''جواشخاص نہ عالم ہیں، نہ دیوبند کے تعلیم یافتہ۔نہ ان سے بیعت وعقیدت رکھتے ہیں۔محض اپنی لاعلمی عقائد کی وجہ سے ان کو کافر نہیں سمجھتے،اوران کے عقائد بھی ایسے بالکل نہیں ہیں،جن پر تکفیر لازم آتی ہے

توان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے، یا تنہا بہتر ہے''؟

(فتاوی رضویہ: جلدنہم: جز دوم:ص313-رضا اکیڈمی ممبئی)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جواب رقم فرمایا:

''سائل صورت وہ فرض کرتا ہے جو واقع نہ ہوگی۔ دیوبندیوں کے عقائد کفر طشت از بام ہوگئے۔ منکر بننے والے اپنی جان چھڑانے کے لیے انکار کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں۔ جو منکر ہو،اس سے کہئے۔ فتاویٰ موجود وشائع ہیں۔ دیکھو کہ کافروں کا کفر معلوم ہو، اور دھوکے سے بچے،اوران کے پیچھے نمازیں غارت نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی فرض ہے۔اس فرض پر قائم ہو تو کہتے ہیں۔ہمیں کتابیں دیکھنے کی حاجت نہیں۔ یہ ان کا کید ہے۔ان کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ہوتی تو جن کی نسبت ایسی عام اشاعت سنتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشنام دہندہ ہے،اس سے فوراً خود ہی کنارہ کش ہوتے اور آپ ہی اس کی تحقیق کو بے قرار ہوتے۔ کیا کوئی کسی کو سنے کہ تیرے قتل کے لیے گھات میں بیٹھا ہے،اعتبار نہ آئے تو چل تجھے دکھا دوں۔ وہ یوں ہی بے پرواہی برتے گا،اور کہے گا۔ مجھے نہ تحقیقات کی ضرورت، نہ اس سے احتراز کی حاجت۔تو یہ لوگ ضرور مکار اور بباطن انہیں سے انفار، یا دین سے محض بے علاقہ و بے زار ہوتے ہیں۔ان کے پیچھے نماز سے احتراز فرض ہے۔ہاں،اگر واقع میں کوئی نو وارد یا نرا جاہل یا ناواقف ایسا ہو جس کے کان تک یہ آوازیں نہ گئیں اور وہ بوجہ ناواقفی محض انہیں کافر نہ سمجھا، وہ اس وقت تک معذور ہے جب کہ سمجھانے سے فوراً حق قبول کرلے''۔

(فتاوی رضویہ: جلدنہم: جز دوم:ص313۔رضا اکیڈمی ممبئی)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے دیوبندیوں کے کفریہ عقائد سے لاعلمی کا مفہوم بیان کیا کہ لاعلمی سے مراد یہ ہے کہ اس کے کان بھی ان عقائد سے ناآشنا ہوں ،یعنی وہ

دیوبندیوں کے کفریہ عقائد سنا ہی نہ ہو۔ بالکل لاعلم ہو۔ دوسری بات یہ کہ وہ بتانے کے بعد حق کو قبول کرلے، تب معذور۔ اگر بتانے کے بعد بھی نہ مانے تو معذور نہیں، بلکہ شرعی حکم وارد ہوگا۔ آج کل لوگ جان بجھ کر انکار کررہے ہیں، دوسری جانب عجیب وغریب تحقیقات وتدقیقات منظر عام پر آرہی ہیں۔ مذبذبین کا قافلہ بھی میدان میں سرگرداں ہے۔

امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایسی صورت واقع ہونا مشکل ہے، کیوں کہ دیوبندیوں کے کفریہ عقائد کا شہرہ چاروں طرف ہے، پس جولوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں، وہ فریب دیتے ہیں۔ اس مفہوم کو ایک مثال سے بھی آپ نے واضح فرمایا۔

اس تحریر کے ذریعہ برادران اہل سنت وجماعت کو صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ قریباً سوا سو سال سے سواد اعظم اہل سنت وجماعت جس عقیدہ پر ہے، وہی صحیح عقیدہ ہے۔ سواد اعظم کبھی گمرہی میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔ قادیانی اور اشخاص اربعہ کے کافر کلامی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

اسی طرح جولوگ قادیانی اور اشخاص اربعہ کے کفریہ عقائد اور علمائے حق کی جانب سے ان لوگوں پر نافذ کردہ کفر کلامی کے حکم پر یقینی طور پر مطلع ہوکر ان لوگوں کو مومن مانتے ہیں ،ان کے کافر ہونے پر بھی سواد اعظم کا اتفاق ہے۔

دراصل حکم شرعی کو ماننا ضروری ہے۔ کسی کی تکفیر اصل مقصود نہیں، بلکہ شرعی حکم کو ماننا اصل مقصود ہے۔ جب حکم شرعی یہی ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں تو ہمیں یہ حکم شرعی ماننا ہے۔ کافر کلامی کو مومن مان لینے سے وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ ہاں ،ملزم کے حکم کفر اور کفری عقیدہ کے علم کے بعد اس کو مومن ماننے والا ضرور کافر ہوجائے گا۔ کوئی شخص اسلامی قانون کو نہیں بدل سکتا۔

الحاصل کافر کلامی کو مومن ماننے والا کافر ہے۔ وہ محض گمراہ نہیں ہے۔

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ::والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم ::وآلہ العظیم</u>

باب پنجم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

تحقیق ومناظرہ اورلغزش وخطا

سوال: اگر کسی عالم نے بوجہ لغزش قطعیات میں کوئی ایسا قول پیش کردیا جوموافق شرع نہیں تواس کاحکم کیا ہے؟

جواب: ظنیات میں اجتہاد ہوتا ہے۔اس میں چوں کہ اجتہاد کی اجازت ہے،اس لیے مجتہد کی خطا پر بھی ایک اجر کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے،کیوں کہ مجتہد نے اپنی پوری قوت صرف کی،محنت ومشقت کی،گرچہ صحت تک رسائی نہ ہوسکی،پس کوشش صرف کرنے کے سبب ایک اجر ہے۔اگر صحت تک رسائی ہوجاتی تو دو اجر کا استحقاق ثابت ہوتا۔

قطعیات میں نہ اجتہاد کی اجازت ہے،نہ ہی لغزش وخطا قابل قبول ہے۔

فصل اول

(1)ظنی واجتہادی مسائل میں خطا کاحکم

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''شرعی احکام اورعرفی خیالات میں بہت تفاوت ہے۔شریعت کاحکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکام الٰہیہ کے حکم کرے۔اگر خلاف حکم الٰہی کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں:ایک عمداً اور ایک خطاً۔عمداً کے لیے قرآن عظیم میں تین ارشاد ہوئے کہ:

من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئک ہم الفسقون

اولٰئک ہم الظلمون

اولٰئک ہم الکفرو ن

قرآن مجید ایسے حکم کو فسق وظلم وکفر فرماتا ہے،یعنی اگر عناداً ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے، ورنہ ظالم وفاسق ،اور اگر خطاءً ہوتو اس کی پھر دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو،یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا، یہ صورت بھی حرام وفسق ہے۔

صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائیں: **قاضی فی الجنة وقاضیان فی النار**۔ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں۔

وہ کہ عالم وعادل ہو جنت میں ہے اور وہ کہ قصداً خلاف حکم کرے یا بوجہ جہل، یہ دونوں نار میں ہیں۔ بوجہ جہل پر ناری ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطابقتِ احکام ممکن نہیں تو مخالفتِ احکام پر قصداً راضی ہوا، بلکہ اُس سے اگر کوئی حکم مطابق شرع بھی صادر ہو، جب بھی وہ مخالفتِ شرع کر رہا ہے کہ اس اتفاقی مطابقت کا اعتبار نہیں، ولہٰذا حدیث میں فرمایا:

من قال فی القراٰن برأیه فاصاب فقد اخطأ۔

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک کہا تو بھی غلط کہا۔

دوسری صورت خطا کی یہ ہے کہ عالم ہے،احکام شرعیہ سے آگاہ ہے،قابلیت قضا رکھتا ہے، احکامِ الٰہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہ بشریت غلط فہمی ہوئی۔اس کی پھر دو صورتیں ہیں: اگر وہ مجتہد ہے،اور اس کے اجتہاد نے خطا کی تو اس پر اُس کے لیے اجر ہے اور وہ فیصلہ جو اس نے کیا، نافذ ہے،اور اگر مقلد ہے، جیسے عموماً قاضیانِ زمانہ، اور جدوجہد میں اس نے کمی نہ کی اور فہم حکم میں اس سے غلطی واقع ہوئی،اور ہے پورا عالم اور اس عہدہ جلیلہ کے قابل تو اس کی یہ خطا معاف ہے،مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں۔ یہ سب احکام قاضیان سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لیے ہیں جو اسی کام کے لیے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکام الٰہیہ فیصلہ کریں''۔(فتاویٰ رضویہ: جلدسوم:ص300-301-رضااکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ فقیہ غیر مجتہد کی تحقیقی لغزش پر اجر وثواب نہیں،اور

اس کا فیصلہ نافذ نہیں۔اس کے لیے مغفرت وبخشش ہے، جب کہ وہ محنت ومشقت کیا ہو۔

نااہل کوفتویٰ دینے کا حق نہیں۔لغزش ہوگی تو گنہ گار ہوگا۔صحیح کہا تو بھی گنہ گار ہے، کیوں کہ یہ اس کا منصب نہیں۔یہ حکم فتویٰ دینے کا ہے۔

احکام خدواندی کے خلاف فیصلہ کرنے والے کو قاضی شرع کہنا جائز نہیں۔

احکام الٰہیہ کے خلاف بندوں کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے والے قاضی وجج کو عادل کہنا ہرگز صحیح نہیں، بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔

(2) فتویٰ میں لغزش کا علم ہونے پر رجوع کا حکم

اگر عالم ومفتی سے کسی شرعی مسئلہ میں لغزش ہوجائے تو اس کے لیے مغفرت کا ذکر فتاویٰ رضویہ کے منقولہ بالا فتویٰ میں مرقوم ہے، پھر جب اسے خود توجہ کرنے یا کسی کے توجہ دلانے سے اپنی لغزش پر اطلاع ہوجائے تو اس سے رجوع کرنے کا حکم ہے۔

فتاویٰ رضویہ سے ایک سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے۔

سوال: جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں، ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے۔اگر قصداً ہے تو شریعت پر افترا ہے ،اور شریعت پر افترا، اللہ عزوجل پر افترا ہے،اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:(**اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ**) وہ جو اللہ پر جھوٹا افترا کرتے ہیں،فلاح نہ پائیں گے، اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتویٰ دے۔

حدیث میں ہے۔نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:(**مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْہُ مَلٰئِکَۃُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ**) جو بغیر علم کے فتویٰ دے،اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ہاں،اگر عالم سے اتفاقاً سہواً واقع ہو،اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی،اور غلط جواب صادر ہوا تو مواخذہ نہیں،مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً

اپنی خطا ظاہر کرے۔اس پر اصرار کرے گا تو پہلی شق یعنی افترا میں آئے گا۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جز دوم:ص275-رضا اکیڈمی ممبئی)

اگر مفتی ومحقق نے مکمل محنت کی۔اپنی جانب سے کوئی کمی نہ کی، پھر بھی خطا ہو جائے تو مفتی معذور اور عنداللہ مغفور ہے، بشرطے کہ خطا کا علم ہوتے ہی اپنی خطا سے رجوع کرے۔ اصرار اور بے جا تاویل کی ضرورت نہیں۔نہ ہی رجوع میں کوئی عار کی بات ہے۔جب بشر غیر معصوم سے خطا کا صدور ایک امر عادی ہے تو تاویل واصرار کی ضرورت کیا ہے۔

منقولہ بالافتویٰ سے واضح ہو گیا کہ لغزش ظاہر ہوتے ہی اس سے رجوع کرے۔

صدرالشریعہ بخاری نے رقم فرمایا:(**والمخطی فی الاجتهاد لا یعاقب-الا ان یکون طریق الصواب بینا**)(التوضیح علی التنقیح: جلد دوم:ص112-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:اجتہاد میں خطا کر جانے والا شخص قابل عذاب نہیں،مگر یہ کہ صحیح طریقہ واضح ہو۔

صحیح طریقہ واضح ہونے کے باوجود اجتہاد میں خطا کر جانے والا شخص بھی معذور نہیں، پھر جس کو حق بات سمجھا دی جائے،وہ حقیقت سے آشنا ہو کر غلط راہ پر اصرار کرے تو معذور کیسے ہو سکتا ہے۔قلت فہم والا بھی نفس مسئلہ کو سمجھ جاتا ہے،گر چہ دلائل کو نہ سمجھ سکے۔

(3)غلط فتویٰ پر عمل کرنا گناہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کے یہاں مفتی فتویٰ دینے کا ذمہ دار ہوگا، یا وہ بھی جو فتویٰ پر عمل کرے؟ بینوا توجروا

الجواب:اگر وہ مفتی قابل فتویٰ نہیں، یا عامہ مسلمین شہر در بارۂ فتویٰ اس پر اعتماد نہیں کرتے، یا فتویٰ ایسا غلط ہے جس کی صریح غلطی مستفتی پر ظاہر ہے، یا عالم معتمد ومستند نے اس کے اغلاط ظاہر کر دیئے، یا فتویٰ واقعات پر نہیں ہے،اوراس میں مفتی نے اصل واقعہ چھپایا اور غلط رخ دکھایا تو مفتی واس پر عمل کرنے والا دونوں ماخوذ وگرفتار ہیں،ورنہ جب تک حق

واضح نہ ہو، جاہل پر وبال نہیں: واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم: جز دوم: ص284-رضا اکیڈمی ممبئی)

جب معتمد و مستند عالم فتویٰ کے اغلاط ظاہر کر دے تو مفتی کا اپنے فتویٰ پر قائم رہنا اور رجوع نہ کرنا اور کسی کا اس فتویٰ پر عمل کرنا گناہ ہے۔ جاہل نے غلطی ظاہر ہونے سے قبل عمل کیا تو گناہ نہیں۔ فتویٰ کے غلط ہونے کا علم عوام کو ہو گیا تو اس پر عمل کے سبب وہ گنہگار ہیں۔

(4) مرجوح اقوال پر عمل جائز نہیں

مرجوح و شاذ اقوال پر عمل جائز نہیں، اسی طرح غلط فتاویٰ پر عمل جائز نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''وہابیوں، بلکہ سب گمرہوں کی ہمیشہ یہی حالت رہی ہے کہ ڈوبتا سوار پکڑتا ہے۔ جہاں کسی کا کوئی لفظ شاذ مہجور پکڑ لیا، خوش ہو گئے اور اس کے مقابل تصریحات قاہرہ سلف وخلف، بلکہ ارشادات صریحہ قرآن وحدیث کو بالائے طاق رکھ دیا، مگر اہل حق بحمد اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ شاہراہ ہدایت اتباع جمہور ہے۔ جس سے سہوا خطا ہوئی، اگرچہ معذور ہے، مگر اس کا وہ قول متروک و مہجور ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد29: ص172-173-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس میں بتایا گیا کہ گمراہ لوگ متروک و مہجور قول کو اختیار کر لیتے ہیں اور شور مچاتے پھرتے ہیں۔ اس کے بالمقابل اقوال صحیحہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

(5) سستی وکاہلی کے سبب غلط فتویٰ دینے پر حکم شرع وارد

یہ بالکل واضح ہے کہ کسی عالم یا مفتی سے اپنی کوشش صرف کرنے کے باوجود کوئی لغزش ہو جائے تو معاف ہے، لیکن اگر کوئی شرعی مسائل کو کتابوں میں نہ دیکھے، اور اپنی سمجھ کے مطابق مسائل بیان کرے اور اس میں غلطی ہو جائے تو یہ غلطی بلا توبہ معاف نہیں۔

معافی اسی وقت ہے، جب اس نے اپنی قوت بھر کوشش کر لی ہو، کتابیں دیکھ لی ہو،

اس کے لیے مسئلہ کی وہی صورت ظاہر ہوئی تو اس نے صحیح سمجھ کر اسے بیان کر دیا، پس وہ اپنی کوشش صرف کرنے کے سبب معذور ہے۔ کاہلی اور غفلت میں مبتلا لوگوں کا حکم درج ذیل ہے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت منکوحہ کو اسی روز اس کے خاوند نے طلاق دی اور اسی روز قاضی صاحب نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ پڑھا دیا قاضی مذکور سے کہا گیا کہ یہ نکاح ناجائز ہے، کیوں کہ اس میں عدت کی ضرورت ہے، انھوں نے کہا کچھ ضرورت نہیں ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کتنے نکاح ایسے پڑھائے ہوں گے۔ انھوں نے کہا کہ سیکڑوں نکاح ہم نے ایسے ہی پڑھائے ہیں، حالاں کہ وہ عورت بالغ تھی اور اپنے شوہر کے یہاں آتی جاتی اور رہتی تھی۔ اس حالت میں وہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور نکاح پڑھانے والے پر شریعت کا حکم کیا ہے؟ اس شخص کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان قاضی صاحب کا بھی نکاح رہا یا نہیں؟

الجواب: وہ نکاح حرام قطعی ہوا، اور اس میں قربت زنائے خالص ہے۔ ان مرد وعورت پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہو جائیں، اور عورت پر فرض ہے کہ عدت پوری کرے، اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ قاضی جو مدت سے نکاح خوانی کر رہا ہے، نرا وحشی جنگلی نہیں ہو سکتا، جو مسئلہ عدت سے آگاہ نہ ہو۔ اس حالت میں اس کا کہنا کہ ''عدت کی کچھ ضرورت نہیں''، کفر ہے۔ اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور وہ ایمان سے خارج ہو گیا۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور مسلمان ہو، اس کے بعد اس کی عورت راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے، ایسے شخص سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے: واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص139- رضا اکیڈمی ممبئی)

(6) جاہل کی لغزش پر حکم شرع وارد

چوں کہ جاہل کو فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے، اس لیے وہ غلطی کرے تو حکم شرعی وارد ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا: ''جاہل کو احکام شرع خصوصًا کفر واسلام میں جرأت سخت حرام، اشد حرام ہے۔کوئی ہو، کسے باشد: واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم:ص209-رضا اکیڈمی ممبئ)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ عوام کو مسئلہ تکفیر یا دیگر مسائل میں اپنی جانب سے کچھ بیان کرنے کی اجازت نہیں۔آج کل ہوٹلوں اور چوراہوں پر بیٹھ کر عوام الناس جو فتاویٰ صادر کرتے ہیں، ان کو ایسی حرکتوں سے باز آنا چاہئے۔

عالم ومفتی کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کو دین کی باتیں بتائیں، پس اگر مکمل کوشش صرف کرنے کے باوجود ان سے کوئی لغزش ہوجائے تو وہ معذور ہیں۔جاہل کو نہ فتویٰ دینے کی اجازت ہے، نہ غلطی ہونے پر وہ معذور ہے۔

ایک غیر عالم شخص نے اپنی جانب سے ایک غلط مسئلہ بیان کردیا تو اس کے لیے توبہ وتجدید نکاح کا حکم ہوا۔فتاویٰ رضویہ سے ایک سوال جواب درج ذیل ہے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گزرا، دوسرے سے کہا: صلوٰۃ ہوگئی اور جماعت تیار ہے۔اس نے کہا: نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں۔جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہوا، اور لوگوں نے کہا: یہ کلمہ کفر ہے تو اس نے کہا کہ ایسی باتوں سے کفر نہیں عائد ہوا کرتا، حالاں کہ یہ شخص عاقل بالغ ہے۔اس شخص کا حکم کیا ہے: بینوا توجروا

الجواب: اس کہنے سے وہ شخص کافر ہوگیا۔اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، اور یہ تیسرا بھی نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے، اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے: واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم:ص175-رضا اکیڈمی ممبئ)

(7) جاہل کو فتویٰ دینا حرام

سوال: جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں، ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے۔اگر قصداً ہےتو شریعت پرافترا ہے ،اورشریعت پرافترا،اللہ عزوجل پرافترا ہے،اوراللہ عزوجل فرماتا ہے:(اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ) وہ جواللہ پرجھوٹاافترا کرتے ہیں،فلاح نہ پائیں گے، اوراگر بےعلمی سے ہےتو جاہل پرسخت حرام ہے کہ فتویٰ دے۔

حدیث میں ہے۔نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:(مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْہُ مَلٰئِکَۃُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ) جوبغیرعلم کےفتویٰ دے،اس پرآسمان وزمین کے فرشتےلعنت کرتے ہیں۔ہاں،اگرعالم سےاتفاقاً سہواًواقع ہو،اوراس نے اپنی طرف سے بےاحتیاطی نہ کی،اورغلط جواب صادر ہواتو مواخذہ نہیں،مگرفرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی خطاظاہرکرے۔اس پراصرارکرےگاتو پہلی شق یعنی افترامیں آئےگا۔

(فتاویٰ رضویہ:جلدنہم:جزدوم:ص275-رضااکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالافتویٰ میں بتایا گیا کہ جاہل کوفتویٰ دیناحرام ہے۔

(8)مسئلہ تکفیر میں مفتی کی لغزش کاحکم

ایک فتویٰ میں تفصیل کےساتھ یہ بیان ہوا کہ ایک عالم دین نےکسی پرکفرکافتویٰ دیا،چوں کہ وہ فتویٰ غلط تھاتوامام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی تفہیم پراس عالم دین نے رجوع فرمالیا۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نےرقم فرمایا کہ جب انہوں نے لغزش کاعلم ہونے پررجوع فرمالیاتوان پرسخت حکم شرعی نہیں۔ہاں،اگرلغزش کاعلم ہونےکےبعدبھی ملزم کووہ کافرکہیں توسخت حکم ہوگا،یعنی مومن کوتاویل فاسد کےسبب کافرکہنےوالاکافرفقہی ہوتا ہے ،وہی حکم یہاں بھی عائدہوگا۔امام اہل سنت علیہ الرحمۃ وارضوان کافتویٰ مندرجہ ذیل ہے۔

الجواب:فقیرغفرلہ المولی القدیرجب جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ میں بعدِسفرمدینہ طیبہ کراچی آیااوروہاں سےاحباب احمدآبادلانےپرمصرہوئے۔

یہاں میرے معظم دوست حامیِ سنت ماحی بدعتِ مولانا مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم و مغفور کے دو معزز شاگردوں مولوی عبدالرحیم صاحب و مولوی علاؤ الدین صاحب سلمہا اللہ تعالیٰ میں نزاع تھی۔ دو فریق ہو رہے تھے، اور اس سے پہلے مولوی علاؤ الدین صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے تھے اور ایک رسالہ پیش کیا جس میں مولوی عبدالرحیم صاحب پر سخت الزام قائم کرنے چاہے، حتی کہ نوبت بہ تکفیر پہنچائی تھی۔

فقیر نے انہیں سمجھایا اور اس رسالہ کی اشاعت سے باز رکھا اور ان الزامات کی غلطی پر دوستانہ متنبہ کیا۔ الحمدللہ مولوی علاؤ الدین صاحب نے گزارشِ فقیر کو قبول کیا، مگر باہم فریق بندی اس وقت تک تھی کہ فقیر حج سے واپس آیا۔

اس وقت مولوی عبدالرحیم صاحب نے یہ سوال پیش کیا جس کا میں نے وہ جواب لکھا، وہ جواب میرا ہی ہے، مگر اس وقت کی حالت سے متعلق تھا۔

میں نے اس جواب ہی میں بتادیا تھا کہ مولوی علاؤ الدین صاحب نے مولوی عبد الرحیم صاحب کی تکفیر عناداً نہ کی تھی، بلکہ مسئلہ ان کی سمجھ میں یوں ہی آیا تھا جس سے انہوں نے بعد تفہیم فقیر رجوع کی تو ان پر کوئی حکم سخت نہیں۔ ہاں، اگر وہ بعد اس کے کہ حق سمجھ لیے، پھر بلا وجہ شرعی تکفیر کی طرف رجوع کریں تو اُس وقت حکم سخت ہونا لازم ہے۔

اس کے بعد وہیں ایام اقامت فقیر میں فریقین فیصلہ فقیر پر راضی ہوئے اور بحمد اللہ تعالیٰ باہم صلح کرادی گئی۔ میں نے اس وقت تک صلح شکن نہ پایا، بلکہ قریب زمانہ میں جب کہ بعض فساد پسندوں نے تکفیر مولوی عبدالرحیم صاحب کا باطل و بے معنی غلغلہ پھر اٹھایا اور پرانا مہمل اشتہار مولوی قندھاری نے دوبارہ کسی شخص وزیر الدین کے نام سے چھاپا۔

اور مولوی عبدالرحیم صاحب کو دفع فتنہ کے لیے یہاں کے فتویٰ کی ضرورت ہوئی ہے اور اس پر ان سے واقعات پوچھے گئے جس کا مفصل جواب انہوں نے ہفتم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو بھیجا۔ اُس خط میں بھی یہ لفظ موجود ہیں: ''احمد آباد میں آپ کے قدم مبارک کراچی سے

رونق افروز ہوئے تھے،اور آپ نے صلح بندی کی اور مولوی علاؤ الدین صاحب کی کرائی تھی،جب سے اب تک بحمداللہ تعالیٰ صلح ہے،وہ میرے موافق ہیں:انتہی بلفظہ"۔

اس کے بعد میرا یہی فتویٰ جواب شیر محمد صاحب نے چھاپا۔مولوی عبدالرحیم نے اس کی نقل مجھے بھیجی تھی اور اس میں سے اُن تمام سطروں پر کہ مولوی علاوہ الدین صاحب کے متعلق تھیں،سُرخی سے قلم پھیر دیا کہ اب اُن کی ضرورت نہیں۔

مولوی علاؤ الدین صاحب کا جو خط فقیر کے نام آیا،اس میں وہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہم اس وقت تک بدستور صلح پر قائم ہیں۔یوں ہی اس سے بھی تازہ تر عنایت نامہ جناب شاہ صاحب وجیہی علوی میں ہے،پھر فقیر نہیں کہہ سکتا کہ اس فتوے کے چھاپنے کی کیا ضرورت ہوئی،اور اس سے کیا نفع ہو سکتا ہے۔

اس میں تو مولوی علاؤ الدین صاحب پر حکم سخت ہونا اس شرط سے مشروط تھا کہ وہ بعد کشف شبہہ تکفیر مسلم کی طرف معاذ اللہ پھر عود کریں۔جب یہ شرط نہیں تو ہرگز اس فتوے سے نہ مولوی علاؤ الدین صاحب کو ضرر،نہ چھاپنے والے کو نفع،اور خدانخواستہ شرط متحقق ہوئی تو اس کا حال اللہ جانتا ہے۔

بالجملہ یہ امر دین ہے،اور دین میں کسی کی رعایت نہیں۔دونوں صاحب میرے دوست ہیں اور دونوں صاحب ذی علم اور ایک استاد کے شاگرد ہیں۔میں امید کرتا ہوں کہ بدستور صلح پر قائم ہوں گے جیسا کہ دونوں صاحبوں کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا،ورنہ جس طرف سے نقض عہد واقع ہو،وہ ضرور اپنے حکم شرعی کا مستحق ہوگا"۔

(فتاویٰ رضویہ:جلد29:ص589-590-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا فتویٰ میں ہے کہ ایک عالم دین نے کسی پر کفر کا فتویٰ دیا،لیکن اس میں لغزش ہوگئی،پھر امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے توجہ دلانے پر انہوں نے فتویٰ سے رجوع کر لیا تو ان پر کوئی شرعی حکم عائد نہیں کیا گیا۔اس سے واضح ہوگیا کہ مفتی کی لغزش قابل

مغفرت ہے۔تحقیق وافتا میں لغزش کے سبب مومن کو کافر کہنے کا حکم عائد نہیں کیا گیا۔

جب لغزش ظاہر ہو جانے کے بعد رجوع نہ کرے، بلکہ اس پر اصرار کرے،تب حکم شرع وارد ہوگا،جیسا کہ منقولہ بالافتویٰ کی درج ذیل عبارت میں اس کی صراحت ہے۔

''اس میں تو مولوی علاؤ الدین صاحب پر حکم سخت ہونا اس شرط سے مشروط تھا کہ وہ بعد کشف شبہہ تکفیر مسلم کی طرف معاذ اللہ پھر عود کریں۔جب یہ شرط نہیں تو ہرگز اس فتوے سے نہ مولوی علاؤ الدین صاحب کو ضرر، نہ چھاپنے والے کو نفع،اور خدانخواستہ شرط متحقق ہوئی تو اس کا حال اللہ جانتا ہے''۔(فتویٰ منقولہ)

الحاصل کوشش صرف کرنے کے باوجود محقق ومفتی سے تحقیق وافتا میں لغزش وخطا سرزد ہو جائے تو وہ معذور ہے،بشرطے کہ علم ہونے پر رجوع کرلے۔اگر عالم ومحقق سے تساہلی وسستی کے سبب غلطی ہوتو معاف نہیں۔اسی طرح جاہل نے غلط مسئلہ بتایا تو معذور نہیں ، کیوں کہ شرعی حکم بیان کرنے کا منصب اسے حاصل نہیں،لہٰذا مسئلہ بیان کرنے کا عمل بھی غلط ہے،اور مسئلہ کی غلطی بھی غلطی ہے۔وہ کسی طرح معذور نہیں۔

(9) لغزش کے سبب کفری کلام کا صدور

غلطی سے کفریہ الفاظ زبان سے صادر ہو جائیں تو قائل پر کفر کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔ صرف توبہ،استغفار اور رجوع کا حکم دیا جاتا ہے۔مندرجہ ذیل عبارتوں میں تفصیل ہے۔

(1) علامہ شامی نے رقم فرمایا:(**قوله(وَاَوْلَادُه اَوْلَادُ زِنَا) كذا في فصول العمادي– لكن ذكر في"نور العين"–وَيُجَدِّدُ بَيْنَهُمَا النِّكَاحُ اِنْ رَضِيَتْ زَوْجَتُه بالعود اليه وَ اِلَّا فَلَا تُجْبَرُ–والمولود بينهما قبل تجديد النكاح بالوطيء بعد الردة،يثبت نسبُه منه–لكن يكون زنا–الخ–قلتُ:وَلَعَلَّ ثبوتَ النَّسَبِ لِشُبْهَةِ الْخِلَافِ–فَاِنَّهَا عند الشافعي–لَا تَبِيْنُ مِنْهُ–تأمل.**

قولہ:(والتوبۃ)ای تجدید الاسلام-قولہ (وتجدید النکاح)اَیْ اِحْتِیَاطًا کَمَا فی الفصول العمادیۃ.

وَزَادَ فِیْہَا قِسْمًا ثَالِثًا-فَقَالَ:وما کان خطأ من الالفاظ ولایوجب الکفر فقائلہ یقرّ علٰی حَالِہ ولایومر بتجدید النکاح-ولکن یومر بالاستغفار والرجوع من ذلک(ردالمحتار:جلد چہارم:ص432)

ترجمہ:(اوراس کی اولاد،زنا کی اولاد ہوگی)ایسا ہی فصول عمادی میں ہے،لیکن نور العین میں مذکور ہے:ان دونوں کے درمیان تجدید نکاح کی جائے گی،اگراس کی بیوی اس کے پاس واپس آنے پر راضی ہو،ورنہ اس کومجبور نہیں کیا جائے گا،اورارتداد کے بعد تجدید نکاح سے پہلے ان دونوں کے درمیان وطی کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچے کا نسب اس سے ثابت ہوگا،لیکن وطی زنا ہوگی،الخ۔میں کہتا ہوں کہ شاید نسب کا ثبوت اختلاف کے شبہہ کے سبب ہے،کیوں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں عورت اس سے جدا نہیں ہوگی،غور کرلو۔

صاحب درمختار کا قول(توبہ)یعنی تجدید اسلام،اوران کا قول(تجدید نکاح)یعنی احتیاطی طور پر(تجدید نکاح کا حکم ہے)جیسا کہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اورفصول عمادیہ میں ایک تیسری قسم کا اضافہ کیا،پس فرمایا:جولفظ لغزش کے سبب صادر ہو،اور کفر کا سبب نہ بنے تو اس کے قائل کو اپنے حال پر باقی رکھا جائے گا اور تجدید نکاح کا حکم نہیں دیا جائے گا،لیکن استغفار اوراس قول سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

علامہ شامی کے قول(وزاد فیہا قسما ثالثا)سے مراد یہ ہے کہ ''فصول عمادیہ''میں کفر کی ایک تیسری قسم بیان کی گئی ہے۔تیسری قسم یہ ہے کہ غلطی سے کفریہ کلام زبان پر جاری ہو جائے تو کفر کا حکم نافذ نہیں ہوگا،لیکن توبہ واستغفار اوراس کفریہ کلام سے رجوع کا حکم ہوگا۔

(2)شیخ اخی یوسف رومی حنفی نے رقم فرمایا:**(وفی الفاظٍ تکَلَّمَ بِہَا خَطَاءً نَحْوَ**

اِنْ اَرَادَ اَنْ یَقُوْلَ:لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَجَرٰی عَلٰی لِسَانِہ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ-اَوْ جَرٰی بَدلَ شَکَرْتُ'' کَفَرْتُ'' لَا یَکْفُرُ فِیْہِ قَطْعًا فَضْلًا عن لزوم النکاح- لکن یؤمر بالاستغفار والرجوع)(ہدیۃ المہدیین:ص14-استنبول ترکی)

ترجمہ:ایسے الفاظ جن کوغلطی کے سبب بول دیا جیسے اگر''لا الہ الا اللہ''(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) کہنا چاہا،پس اس کی زبان پر جاری ہوگیا:''ان مع اللہ الہا آخر''(اللہ کے ساتھ ایک دوسرا معبود ہے)،یا''شکرت''(میں نے شکرادا کیا) کی جگہ''کفرت''(میں نے کفرکیا) جاری ہوگیا تو یقینی طور پر اس صورت میں کافر نہیں ہوگا،چہ جائے کہ تجدید نکاح لازم ہو،استغفاراور(اس کلام سے) رجوع کا حکم دیا جائے گا۔

(3) شیخ فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان آفندی نے رقم فرمایا:(لکن فی الدرر: وَاِنْ لَمْ یَعْتَقِدْ اَوْلَمْ یَعْلَمْ اَنَّھَا لَفْظَۃُ الْکُفْرِ وَلٰکِنْ اَتٰی بِھَا عَنْ اِخْتِیَارٍ-فَقَدْ کَفَرَ عند عامۃ العلماء ولا یعذر بالجھل-وَاِنْ لَمْ یقصد فی ذلک بِاَنْ اَرَادَ اَنْ یَتَلَفَّظَ بِلَفْظٍ اٰخَرَ فَجَرٰی عَلٰی لِسَانِہ لَفْظُ الْکُفْرِ فَلَا یَکْفُرُ)

(مجمع الانہرشرح ملتقی الابحر:جلد دوم:ص502-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:لیکن دررالحکام میں ہے:اگراعتقاد نہ رکھا،یا وہ نہ جان سکا کہ یہ کلمہ کفر ہے، لیکن اس کواپنے قصد واختیار سے بولا تو عام علما کے یہاں کافر ہوگیا،اور جہالت کے سبب معذور نہ ہوگا،اوراگراس کا قصد نہ کیا،بایں طورکہ دوسرا لفظ بولنا چاہا،پس اس کی زبان پر لفظ کفر جاری ہوگیا تو کافر نہیں ہوگا۔

(4) شیخ فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان آفندی نے رقم فرمایا:

(وَمَا کَانَ خَطَاءً من الالفاظ لَا یُوْجِبُ الْکُفْرَ فَقَائِلُہ مُؤْمِنٌ عَلٰی حَالِہ لایومر بتجدید النکاح-ولکن یومر بالاستغفار والرجوع عن ذلک)

(مجمع الانہرشرح ملتقی الابحر:ص688)

ترجمہ: جو الفاظ خطا کے سبب ہوں، وہ کفر کا سبب نہیں، پس اس کا قائل حسب سابق مومن ہے، اسے تجدید نکاح کا حکم نہیں دیا جائے گا، لیکن اسے توبہ اور اس غلطی سے رجوع کا حکم دیا جائے گا۔

منقولہ بالا عبارتوں میں بتایا گیا کہ غلطی سے کفریہ کلام زبان سے نکل جائے تو کفر کا حکم نہیں ہوگا۔ جب کفر کا حکم نہیں تو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم نہیں ہوگا۔ صرف توبہ کا حکم دیا جائے گا اور اس کفریہ کلام سے رجوع کا حکم دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر غلطی سے قلم سے کفری کلام کا صدور ہو جائے تو بھی توبہ حکم ہونا چاہئے۔ تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ قلم کا حکم وہی ہے جو زبان کا ہے: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(1) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے: (من آفات الید کتابة ما یحرم تلفظه من شعر المجون والفواحش والقذف والقصص التی فیها نحو ذٰلک والاهاجی نثرا ونظما والمصنفات المشتملة علٰی مذاهب الفرق الضالة-فان القلم احدی اللسانین فکانت الکتابة فی معنی الکلام-بل ابلغ منه لبقائها علی صفحات اللیالی والایام والکلمة تذهب فی الهواء ولا تبقی: اه-مختصرا)

(فتاویٰ رضویہ: جلد 21: ص138 - جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ: ہاتھ کی آفتوں سے ایک ہے کہ وہ کچھ لکھا جائے جس کا بولنا حرام ہے، یعنی جیسے مذمت کے اشعار، فحش باتیں، گالی گلوچ اور وہ واقعات جو اسی قسم کی باتوں پر مشتمل ہوں اور ہجو کرنا خواہ نثر میں ہو یا نظم میں اور گمراہ فرقوں کے مذاہب پر مشتمل تصنیفات، اس لیے کہ زبان کی طرح قلم بھی ایک زبان ہے، لہٰذا لکھنا بولنے ہی کی طرح ہے، بلکہ بولنے سے بھی زیادہ بلیغ ہے، کیوں کہ وہ مدتوں باقی رہتا ہے، جب کہ (زبان سے ادا ہونے والے) کلمات ہوا میں (منتشر ہو کر) گم ہو جاتے ہیں اور باقی نہیں رہتے: مختصرا۔

(2)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''سائل کو جوابِ مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال صلعم یا ع یا م یا ص یا صللم لکھا کرتے ہیں، محض مہمل وجہالت ہے(القلم احدی اللسانین) (قلم دوزبانوں میں سے ایک ہے۔ت) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا، یوں ہی ان مہملات کا لکھنا، درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔

میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ (فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم) (تو ظالموں نے بدل ڈالی وُہ بات جو ان سے کہی گئی تھی۔ت) میں نہ داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم:ص314- جامعہ نظامیہ لاہور)

فصل دوم

مناظرہ اور افتا کے درمیان فرق

مناظرہ اور افتا میں فرق ہے۔ مناظرہ میں بہت سے امور فرض وتقدیر کے طور پر کہے جاتے ہیں۔ بہت سی باتیں اسکات خصم کے لیے کہی جاتی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(1) کوئی رافضی کہے کہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت قرآن میں منصوص نہیں ہے، پس یہ حضرات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ نہ ہوئے۔

اب سنی مناظر اس کے جواب میں کہے کہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی قرآن مجید میں منصوص نہیں ہے، لہٰذا تمہاری دلیل کے اعتبار سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ نہ ہوئے۔

سنی مناظر کا یہ قول محض اسکات خصم کے لیے ہے۔ یہ اس کے عقیدہ کا بیان نہیں، کیوں کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چوتھے خلیفہ ہیں۔

(2) امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۴ھ-۶۰۶ھ) نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ تحریر فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دہریہ کو ہمیشہ لاجواب کردیا کرتے، اس لیے وہ لوگ ہمیشہ آپ کے قتل کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے۔ دہریہ لوگ خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا خود بخود وجود میں آ گئی۔

ایک مرتبہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کوفہ میں اپنی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک بہت سے دہریہ تلواریں لہراتے ہوئے آپ کے پاس آ گئے، اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ مجھے ایک سوال کا جواب دے دو، پھر جو چاہو، کرو۔ دہریوں نے کہا کہ آپ سوال پیش کیجئے۔

امام اعظم قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ کوئی آدمی تم سے کہے کہ میں نے سمندر میں سامانوں سے بھری ہوئی اور مال واسباب سے لدی ہوئی ایک کشتی دیکھی ہے، کہ پے در پے موجوں اور آندھیوں وطوفانوں کے بیچ میں صحیح راستے پر اور درست سمت میں جارہی ہے، اور اس کشتی کا نہ کوئی ملاح ہے، اور نہ کوئی نگہبان۔ وہ خود بخود صحیح جہت میں اور صحیح راہ پر جارہی ہے۔ بتاؤ! کیا عقل اس بات کو درست قرار دیتی ہے؟

دہریوں نے کہا کہ عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی ہے، پس حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جب ایک کشتی بغیر ملاح کے خود سے سمندر میں نہیں چل سکتی تو اتنی بڑی دنیا خود سے کیسے بن سکتی ہے، اور بغیر کسی محافظ کے موسم وحالات کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں خود بخود کیوں کر ہو سکتی ہیں۔

یہ جواب سن کر دہریوں کو وجود باری تعالیٰ کا یقین ہوگیا۔ وہ لوگ رونے لگے، اپنی تلواروں کو نیام میں ڈال لیے، اور توبہ کر کے داخل اسلام ہوگئے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو خود سے کشتی چلنے کی بات فرمائی، وہ

آپ کا عقیدہ نہیں تھا، نہ ہی حقیقی واقعہ تھا، بلکہ دہریہ کی فہمائش کے لیے آپ نے یہ مثال پیش فرمائی تھی۔ بعد میں آپ نے اپنے کلام کی تردید فرمادی، جس سے واضح ہوگیا کہ محض الزام خصم اور مخاطب کی تفہیم کے واسطے آپ نے یہ بات فرض وتقدیر کے طور پر بیان فرمائی تھی۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ مناظرہ میں الزام خصم کے طور پر کچھ کہا جائے تو ضروری نہیں کہ وہ قائل کا عقیدہ ہو۔ ممکن ہے کہ الزام خصم کے طور پر ایسا کہا گیا ہو۔

امام فخر الدین رازی شافعی نے رقم فرمایا:(کان ابو حنیفة رحمه الله سیفًا علی الدهریة-وکانوا ینتهزون الفرصة لیقتلوه-فبینما هو یومًا فی مسجده قاعد،اذ هجم علیه جماعة بسیوف مسلولة وهموا بقتله-فقال لهم:

اجیبونی عن مسألة ثم افعلوا ما شئتم-فقالوا له،هات.

فقال:ما تقولون فی رجل یقول لکم:انی رأیت سفینة مشحونة بالاحمال مملوئة من الاثقال قد احتوشها فی لجة البحر امواج متلاطمة ورياح مختلفة-وهی من بینها تجری مستویة-لیس لها ملاح یجریها ولا متعهد یدفعها-هل یجوز ذلک فی العقل؟

قالوا:لا،هذا شیء لا یقبله العقل-فقال ابو حنیفة:یا سبحان الله! اذا لم یجز فی العقل سفینة تجری فی البحر مستویة من غیر متعهد ولا مجری فکیف یجوز قیام هذه الدنیا علی اختلاف احوالها وتغیر اعمالها وسعة اطرافها وتباین اکنافها من غیر صانع وحافظ؟

فبکوا جمیعا وقالوا:صدقت،واغمدوا سیوفهم وتابوا)

(التفسیر الکبیر:جلداول:ص255-سورہ بقرہ-داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ:حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دہریوں کے خلاف سیف بے نیام تھے،اور دہریہ موقع انہیں شہید کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے،پس ایک دن

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مسجد میں بیٹھے کہ جبھی ایک گروہ لہراتی ہوئی تلواروں کے ساتھ ان کے پاس اچانک آ گیا اوران کے قتل کا ارادہ کیا، پس حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے کہا کہ مجھے ایک سوال کا جواب دو، پھر جو چاہو، کرو، پس ان لوگوں نے آپ سے کہا کہ بیان کریں۔

پس آپ نے فرمایا: تم لوگ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو جوتم سے کہے کہ میں نے سامانوں سے لدی ہوئی اور مال واسباب سے بھری ہوئی کشتی دیکھی جسے سمندری طوفان میں تھپیڑے مارنے والی موجوں اور مختلف سمت جانے والی آندھیوں نے گھیر رکھا ہے اوران کے درمیان وہ کشتی صحیح راستے پر جارہی ہے، نہ اس کا کوئی ملاح ہے جو اسے چلائے، نہ کوئی نگہبان جو اس کی حفاظت کرے، کیا عقل کے نزدیک بات سچ ہے؟

دہریوں نے کہا: نہیں، یہ ایسی چیز ہے کہ عقل اسے قبول نہیں کرتی ہے۔

پس حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! جب عقل کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں کہ ایک کشتی بغیر ملاح اور بغیر نگہبان کے سمندر میں صحیح راستے پر چلے تو اس دنیا کا قیام بغیر خالق ومحافظ کے کیسے صحیح ہوگا، باوجودے کہ اس کے احوال وکوائف بدلتے ہیں اوراس کے طراف وسیع ہیں اوراس کی جہات جداگانہ ہیں؟ پس وہ تمام دہری رو پڑے اور کہے کہ آپ نے سچ کہا اوراپنی تلواروں کو نیام میں ڈالے اور توبہ کیے۔

(3) مناظرہ وافتا میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مناظرہ میں ایرادات پیش کیے جاتے ہیں اور خصم کے جواب کا انتظار کیا جاتا ہے، تاکہ مخفی حقائق کی عقدہ کشائی ہو، جب کہ افتا میں بحث وتحقیق کے بعد حکم شرعی بیان کیا جاتا ہے۔ مناظرہ میں بحث ومکالمہ کے ذریعہ اظہار حق مقصود ہوتا ہے، اور افتا کا مقصد احکام شرعیہ کو بیان کرنا ہوتا ہے۔

علامہ سید ابن عابدین شامی نے رقم فرمایا: (**واما المعتزلة فمقتضی الوجه حل مناکحتهم لان الحق عدم تکفیر اهل القبلة وان وقع الزاما فی المباحث**

بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل بقدم العالم ونفی العلم بالجزئيات علی ما صرح به المحققون-واقول:وكذا القول بالايجاب بالذات ونفی الاختيار-اه

وقوله:وان وقع الزاما فی المباحث-معناه:وان وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم فی رد مذهبهم بانه كفر،ای يلزم من قولهم بكذا الكفر-ولا يقتضی ذلک كفرهم،لان لازم المذهب ليس بمذهب)(ردالمحتار علی الدر المختار جلد سوم:ص50-دار الفکر بیروت)

ترجمہ:لیکن معتزلہ،پس دلیل ان سے نکاح کے حلال ہونے کی متقاضی ہے،اس لیے کہ اہل قبلہ کی عدم تکفیر ہی حق ہے،گرچہ مباحث میں الزامی طور پرتکفیر واقع ہوئی ،بر خلاف اس کے جس نے ان قطعیات کا انکار کیا جن کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہے،جیسے دنیا کے قدیم ہونے کا قائل،اور(اللہ تعالیٰ سے)جزئیات کے علم کی نفی کا قائل(کافرہے) ،جیسا کہ محققین نے اس کی تصریح فرمائی۔

اورصاحب درمختارفرماتے ہیں کہ اسی طرح(اللہ تعالیٰ کے)فاعل موجب بالذات ہونے کا قول اور(اللہ تعالیٰ سے)اختیار کی نفی کا قول(کفرہے)

علامہ شامی نے فرمایا:صاحب درمختار کا قول''وان وقع الزامافی المباحث''اس کا معنی یہ ہے کہ گرچہ معتزلہ وغیرہ کے ساتھ بحث ومناظرہ کے وقت ان کے مذہب کی تردید کرتے ہوئے ان کے کفر کی صراحت وارد ہوئی کہ یہ کفر ہے،یعنی ان کے ایسے قول سے کفرلازم آتا ہے،اور یہ ان کے کافر ہونے کا مقتضی نہیں،کیوں کہ لازم مذہب،مذہب نہیں ہوتا۔

آخرت میں دیدار باری تعالیٰ کے انکار کے سبب معتزلہ کافرنہیں ۔ان کو بحث ومناظرہ کے وقت لزوم کفر کے سبب صرف بطریق الزام واسکات کافرکہا جاتا ہے۔بعض فقہائے کرام اس مسئلہ کے سبب بھی حکم کفرنافذکرتے ہیں ۔اسی طرح صفات باری تعالیٰ

کے لزومی انکار کے سبب معتزلہ پر کفر فقہی کا حکم عائد ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں نکاح کی حلت سے مراد یہ ہے کہ نکاح باطل نہیں اور بعد نکاح قربت زنائے خالص نہیں، ورنہ یہ نکاح ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔اس کی تفصیل امام اہل سنت قدس سرہ القوی نے رسالہ:''ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار''میں رقم فرمادی ہے۔

مناظراتی مباحث اور عقائد ونظریات

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون یا تراجم ابواب وفصول یا فہرست وفذلکہ عقائد میں لکھتے ہیں۔وہی اہل سنت کا معتقد ہوتا ہے۔وہ ہی خودان علما کا دین معتمد ہوتا ہے۔ہنگام ذکر دلائل وابحاث ومناظرہ جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں ،اس پر نہ اعتماد ہے، نہ خودان کا اعتقاد ہے،اورتو اورخود سب سے اعلیٰ واجلیٰ مسئلہ توحید میں ملاحظہ فرمائیے۔اس کلام محدث (جدید علم کلام) میں اس کے دلائل پر کیا کیا نقض وارد کیے ہیں۔دلائل عقلیہ بالائے طاق رکھئے۔خود برہان قطعی یقینی ایمانی قرآنی۔

(لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا) .

(اگرزمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوااور خدا ہوتے توضرور تباہ ہوجاتے۔ت)

پر کیا کچھ شور وشغب نہ ہوا،حتی کہ علامہ تفتازانی نے اسے محض اقناعی لکھ دیا جس پر نوبت کہاں تک پہنچی۔کیا معاذ اللہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو توحید پر ایمان نہیں، یا اس میں کچھ شک ہے۔نہیں یہ صرف طبع آزمائیاں اور بحث ومباحثہ کی خامہ فرسائیاں ہیں جو گمرہوں کے لیے باعث ضلال ودستاویز اضلال ہوجاتی ہیں ،اوراہل متانت واستقامت جانتے ہیں کہ:(ما ضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون)

(انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑنے کو، بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ۔ت)

(فتاویٰ رضویہ:جلد15:ص515-جامعہ نظامیہ لاہور)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''میں نے ''القمع المبین ''میں متعدد نظائراس کے ذکر کیے ہیں کہ ایمان وعقیدہ کچھ ہے،اور بحث ومباحثہ میں کچھ کا کچھ''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد15:ص515-جامعہ نظامیہ لاہور)

کبھی الزام خصم کے لیے بے توجہی کے سبب بھی بعض ایسی بات صادر ہوجاتی ہے، جس پرحکم شرع وارد ہوتا ہے،لیکن یہ ان کا مذہب نہیں ہوتا،کیوں کہ وہ صراحت کرتے ہیں کہ یہ ہمارا مذہب نہیں۔وہ ایسی باتیں فرض وتقدیر کے طور پرمحض الزام خصم کے لیے لکھ جاتے ہیں اوروہ باتیں قابل تاویل ہوتی ہیں،اوروہ ان کا عقیدہ بھی نہیں ہوتا،کیوں کہ ان کی صراحت موجود ہوتی ہے کہ یہ ہمارے عقائد نہیں، بلکہ بحث ومناظرہ ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''یہ حضرات خودبھی تصریح کر گئے ہیں کہ عقائد معلوم ومتعین ہو چکے۔ابحاث ومشاجرات وغیرہا میں جوکچھ ہم لکھیں،اس پراعتماد نہ کرو۔عقیدہ سے مطابقت ومخالفت دیکھ لو''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد15:ص515-جامعہ نظامیہ لاہور)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''شرح مواقف میں فرمایا:**علیک برعایة قواعد اهل الحق فی جمیع المباحث وان لم یصرح بها.** (تجھ پرتمام مباحث میں اہل حق کے قواعد کی رعایت لازم ہے،اگرچہ ان کی تصریح نہ کی گئی ہو۔ت)

فتح القدیرونہرالفائق ودرمختار کتاب النکاح میں ہے:

الحق عدم تکفیر اهل القبلة وان وقع الزامًا لهم فی المباحث۔

(حق اہل قبلہ کی عدم تکفیر ہے،اگرچہ مباحث میں الزامی طور پرتکفیرواقع ہوئی۔ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں تصریح کی کہ جوکچھ میں اس میں کہوں، میرا مذہب نہ سمجھا جائے۔میری باگ ایک قوم بے ادب کے ہاتھ میں ہے۔جدھرلے جاتے ہیں،جانا پڑتا ہے۔بالجملہ مباحث کلام ومناظرہ کا کچھ اعتبارنہیں۔محل بیان عقائد میں

جو کچھ لکھا ہے، وہ عقیدہ ہے، یا جس پر صراحۃً اجماع ملت بتایا جائے، یا اسے تصریحاً عقیدہ اہل سنت کہا جائے، یا اس کے خلاف کو مذہب گمراہاں بتایا جائے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد15 ص515- جامعہ نظامیہ لاہور)

کسی سے بحث ومناظرہ میں تسامح واقع ہوجائے تو معذور ہے۔لاعلمی میں اگر کفر لزومی بھی صادر ہوجائے اور قائل کو اس کا علم نہ ہوسکے تو قائل پر حکم کفر عائد نہیں ہوگا۔

لاعلمی کی صورت میں لزوم کفر کا حکم عائد نہیں ہوتا

ماقبل میں امام اہل سنت قدس سرہ کا مفصل فتویٰ منقول ہوا کہ ایک عالم نے کسی کے لیے بوجہ لغزش حکم کفر لکھ دیا،لیکن اس پر کوئی شرعی حکم عائد نہیں کیا گیا، حالاں کہ یہ ظاہر ہے کہ مومن کو کافر کہنا کفر ہے تو مفتی پر حکم کفر عائد ہونا چاہئے ،لیکن اگر مفتی سے تحقیق میں لغزش وخطا کے سبب ایسا حادثہ درپیش ہوگیا تو لغزش کا علم ہونے پر رجوع کا حکم ہوگا، کفر کا حکم نہیں۔ اگر لغزش کا علم ہونے کے بعد رجوع نہ کرے، بلکہ اصرار کرے تو حکم شرعی وارد ہوگا۔

(1) علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ) نے کفر لزومی سے متعلق تحریر فرمایا:(**من یلزمه الکفر ولایعلم به لیس بکافر**)

(شرح مواقف:ص556-مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ: جسے کفر لازم ہو،اور اسے اس کا علم نہ ہو تو وہ کافر نہیں۔

(2) امام عبد الوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے تحریر فرمایا:(**لا یکفر اذا لم یعلم بان اللازم کفر**) (الیواقیت والجواہر: جلد دوم:ص123:مصر)

ترجمہ: جب لزوم کفر کا علم نہ ہو تو مرتکب کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

جب مناظر ومباحث کو اپنی لغزش کا علم ہوجائے تو اپنی خطا سے رجوع لازم ہے، ورنہ حسب حال حکم شرع وارد ہوگا۔ایسا نہیں کہ بحث ومناظرہ میں کفریات کہنے کی اجازت

ہے، بلکہ بے توجہی کے سبب اگر ایسا ہو جائے تو معذور ہے، نیز ان حضرات کا اقرار سابق اوران کی وضاحت موجود ہوتی ہے کہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں،اس لیے حکم شرع وارد نہیں ہوتا۔

شریعت اسلامیہ کا حکم ہے جب کسی سے اس کا عقیدہ دریافت کیا جائے تو اپنے صحیح عقیدہ کا اقرار ضروری ہے۔تصدیق قلبی ہر حال میں ضروری ہے اور ضرورت کے وقت اقرار لسانی بھی لازم ہے۔اقرار کے وقت وہ اپنا صحیح عقیدہ بیان کرے گا،اور بحث ومناظرہ میں صادر ہونے والے غلط کلمات کا بطلان واضح کرے گا۔اگر اصرار کرے گا تو جیسی بات کہی ہے،ویسا حکم عائد ہوگا: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

واضح رہے کہ یہ حکم کفر لزومی کا ہے۔کفر التزامی میں مفتی ومناظر پر حکم شرعی وارد ہوگا۔

حکم شرعی اور بحث محض

(1)علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے تحریر فرمایا:(**قال العلامة قاسم فی حق شیخه خاتمة المحققین الکمال بن الهمام: لا یعمل بابحاث شیخنا التی تخالف المذهب**)(شرح عقود رسم المفتی:ص19)

ترجمہ:علامہ محدث قاسم بن قطلو بغا حنفی (۸۰۲ھ-۸۸۲ھ) نے اپنے شیخ خاتم المحققین کمال ابن ہمام (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے شیخ کی ان بحثوں پر عمل نہیں کیا جائے گا جو مذہب کے مخالف ہوں۔

امام ابن ہمام حنفی صاحب فتح القدیر فقہ حنفی کے اصحاب الترجیح میں سے ہیں۔وہ مذہب حنفی کے مخالف مسائل کو ترجیح دیں توان پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

(2)(**کلام البحر صریح فی ان المحقق ابن الهمام من اهل الترجیح حیث قال عنه انه اهل للنظر فی الدلیل-وح قلنا اتباعه فیما یحققه ویرجحه من الروایات او الاقوال ما لم یخرج عن المذهب.**

فان لہ اختیارات خالف فیھا المذھب فلا یتابع علیھا کما قالہ تلمیذہ العلامۃ قاسم-وکیف لایکون اھلًا لذلک وقال فیہ بعض اقرانہ- وھو برھان الانباسی:لوطلبت حجج الدین،ماکان فی بلدنا من یقوم بھا غیرہ) (شرح عقود رسم المفتی:ص27)

ترجمہ:البحرالرائق کا کلام اس بارے میں صریح ہے کہ محقق ابن ہمام اصحاب الترجیح میں سے ہیں، جہاں انہوں نے فرمایا کہ وہ دلیل میں نظر وفکر کی اہلیت رکھنے والے ہیں۔

اوراسی وجہ سے ہم نے کہا کہ امام ابن ہمام کا ان روایات واقوال میں اتباع کرنا ہے جن کی وہ تحقیق کرتے ہیں اور جن کو وہ ترجیح دیتے ہیں، جب تک کہ وہ مذہب حنفی سے باہر نہ جائیں، کیوں کہ ان کی بہت سی ترجیحات ہیں،جن میں وہ مذہب حنفی کے خلاف گئے ،پس ان امور میں ان کا اتباع نہیں کیا جائے گا،جیسا کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم بن قطلو بغا نے فرمایا،اور امام ابن ہمام دلیل میں نظر وفکر کی اہلیت رکھنے والے کیوں نہیں ہوں گے، حالاں کہ ان کے بارے میں ان کے بعض معاصرین یعنی فقیہ برہان انباسی نے فرمایا:

''اگر تم دین کے دلائل طلب کروتو ہمارے شہر میں امام ابن ہمام کے علاوہ کوئی نہیں جو دین کے دلائل پیش کرسکے''۔

اصحاب الترجیح فقہا کبھی دلائل کی روشنی میں اپنے فقہی مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب فقہیہ کے اقوال کو بھی ترجیح دیتے ہیں،لیکن بلا حاجت شرعیہ دیگر فقہی مذاہب کے اقوال پر عمل نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ یہ تلفیق کی صورت ہوگی ،اور تلفیق ممنوع ہے۔

تقلید شخصی کو علمائے امت نے واجب قرار دیا ہے،تا کہ تلفیق کی صورت پیدا نہ ہو، اور اتباع شریعت کی جگہ اتباع نفس کی کیفیت رونما نہ ہوجائے ، کیوں کہ لوگ اپنی سہولت کی خاطر بعض مسائل میں ایک مجتہد کی تقلید کریں گے،اور بعض دیگر مسائل میں دوسرے مجتہد کی تقلید کریں گے۔یہی تلفیق کی صورت ہے جو ممنوع ہے۔

اقوال علما کا صحیح مفہوم مراد لینا واجب

شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ قائل کے اقوال کو صحیح مفہوم پر محمول کیا جائے، مثلاً کسی عبارت کا دو مفہوم ظاہر ہو رہا ہو تو جو صحیح مفہوم ہے، وہی مفہوم مراد لیا جائے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی نے رقم فرمایا:(**ان الصحة مقصود کل متکلم- فمهما امکن حمل کلامه علیٰ وجه صحيح يجب حمله عليه**)

(المبسوط: جلد ہفتم:ص4-المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ: ہر متکلم کا مقصود صحت ہوتی ہے، پس جب تک اس کے کلام کو صحیح مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہو تو اس کے کلام کو صحیح مفہوم پر محمول کرنا لازم ہے۔

اگر کسی کلام کے متعدد مفاہیم ظاہر ہوں تو ان میں سے جو مفہوم اسلام کے موافق ہو، اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ بالفرض اگر صحیح مفہوم مراد لینے کی گنجائش نہ ہو تو حقائق سے چشم پوشی کر کے غلط کو صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا، کیوں کہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ بشر غیر معصوم سے لغزش وخطا کا صدور ہوتا ہے۔ بے جا تاویلات کی ضرورت نہیں۔ اپنی لغزش سے لاعلم ہونے کے سبب قائل معذور قرار دیا جائے گا۔علم کے بعد رجوع کا حکم ہوگا۔

پس اگر ایسی عبارت باب تحقیقات کی ہو تو لغزش وخطا پر محمول کیا جائے گا۔اگر ایسا کلام مناظراتی مباحث میں نظر آئے تو یہی سمجھا جائے گا کہ الزام خصم واسکات مقابل کے لیے یہ کلام پیش کیا گیا ہے۔باب قطعیات میں ایک ہی قول حق ہوتا ہے،یعنی جو اصول وقوانین کے موافق ہو۔باب ظنیات میں کچھ تفردات بھی ہیں ،اور بعض مرجوع ومرجوح اقوال بھی۔بعض مفتی بہ اور بعض غیر مفتی بہ۔بعض صحیح اور بعض اصح۔باب قطعیات میں مختلف صورتیں نہیں۔قطعیات میں ایک قول حق وصحیح ہوگا،اس کے علاوہ سب باطل وغلط۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

باب ششم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

پھلواروی کی تعزیت سے رئیس القلم کا رجوع

عصر حاضر میں بعض لوگ بدمذہبوں کی تعزیت کرتے ہیں اور دلیل کے طور پر رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کا وہ تعزیت نامہ پیش کرتے ہیں جو علامہ موصوف نے امان اللہ پھلواروی کی موت پر تحریر فرمایا تھا۔ دراصل حضور رئیس القلم کو اس وقت امان اللہ پھلواروی کے عقائد کا علم نہیں تھا۔ جب علم ہوا تو آپ نے تعزیت نامہ سے رجوع فرمالیا۔ خانقاہ مجیبیہ، تعزیت نامہ اور اس سے رجوع کے احوال مندرجہ ذیل ہیں۔

خانقاہ مجیبیہ: پھلواری شریف

خانقاہ مجیبیہ: پھلواری شریف (پٹنہ) ریاست بہار کی مشہور خانقاہوں میں سے تھی۔ تحریک ندوہ کے سبب خانقاہی مشائخ متاثر ہوئے۔

انجام کار متاخرین سجادگان ضلالت وکفر میں مبتلا ہوئے، لیکن آج تک دعویٰ ہے کہ ہم لوگ سنی ہیں۔ اسی طرح کا دعویٰ عہد حاضر کے فرقہ بجنوریہ کا ہے۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی (دہلی) نے رقم فرمایا کہ رجب 1318 مطابق نومبر 1900 میں ندوہ کے خلاف جو سنی مسلمانوں کی عظیم الشان کانفرنس ہوئی تھی۔ اس میں بہار کے مشاہیر علما میں شاہ محی الدین خلف مولانا شاہ بدرالدین خانقاہ پھلواری شریف شریک تھے۔ حضرت شاہ بدرالدین سجادہ نشیں پھلواری شریف اور متعدد مشائخ جو لاعلمی میں اہل ندوہ کے ساتھ ہوگئے تھے، انہوں نے ندوہ کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا تھا۔

(امام احمد رضا اور جدید تحریکات: ص142 - دار القلم دہلی)

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:

''خانقاہ مجیبیہ کے خدام دوطرح کے ہیں۔ایک وہ جو دیوبندیوں کی تکفیر کرتے ہیں، وہ ہمارے ساتھ ہیں۔دوسرے وہ جو ہم سے الگ ہیں، وہ دیوبندیوں سے گھال میل رکھتے ہیں۔ان کو مسلمان، نہ صرف مسلمان، بلکہ بزرگ حق دار مانتے ہیں، جیسے عون بابو اور ان کے ہم نوا۔ان لوگوں کا حکم وہی ہے کہ ان سے الگ تھلگ رہیں: واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاویٰ شارح بخاری: جلد سوم: ص525-رضوی کتاب گھر دہلی)

حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا: ''شاہ امان اللہ صاحب اور عون احمد صاحب سے پہلے جو پھلواری شریف کے بزرگ تھے، مثلاً شاہ غلام محی الدین، شاہ بدرالدین ،ان کے بارے میں ہمارا احسن ظن یہی ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ تھے۔دیوبندیوں اور وہابیوں سے الگ تھلگ تھے ،اور ان دونوں سے پہلے جو بزرگ وہاں گزرے ہیں، وہ بہر حال ہمارے بھی بزرگ اور بلا شک وشبہہ صحیح العقیدہ سنی تھے۔شاہ غلام محی الدین اور شاہ بدر الدین کے بارے میں اب پھلواری لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ دیوبندی سرغنہ کی کفری عبارتوں پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو مسلمان جانتے تھے، لیکن اس خصوص میں ان لوگوں کی روایت شرعی ثبوت نہیں کہ منت اللہ رحمانی کے اثر سے متاثر ہو کر یہ لوگ دیوبندیوں کے ہم نوالہ، ہم پیالہ ہو چکے ہیں''۔(فتاویٰ شارح بخاری: جلد سوم: ص511-رضوی کتاب گھر دہلی)

شاہ محی الدین پھلواروی کی وفات 1366ھ میں ہوئی۔1367 مطابق 1947 میں عون احمد پھلواروی نے ''حیات محی الملۃ'' لکھی۔اس کتاب میں عون احمد مجیبی برادر زادہ: شاہ محی الدین پھلواروی نے انکشاف کیا کہ شاہ محی الدین تکفیر دیابنہ کے قائل نہیں تھے۔ چوں کہ یہ دعویٰ وفات کے بعد کیا گیا، اس لیے بہت سے علما نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

خانقاہ مجیبیہ (پٹنہ) کے ماقبل کے مشائخ سنی صحیح العقیدہ تھے۔امان اللہ پھلواروی کے

بعد کے سجادہ نشین عون احمد مجیبی نے منت اللہ رحمانی کے اثر سے دیوبندیوں سے علی الاعلان میل جول شروع کیا، تب علمائے اہل سنت اہل پھلواری کے بارے میں تحقیق کرنے لگے۔

امان اللہ پھلواروی کی موت ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء میں ہوئی ،اور شارح بخاری قدس سرہ العزیز نے 20:محرم الحرام 1421 مطابق 27:اپریل 2000 کے سوال کے جواب میں امان اللہ پھلواروی سے متعلق مفصل فتویٰ رقم فرمایا۔

فتویٰ کے چند اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں:

(الف)''تحقیق سے ثابت ہے کہ شاہ امان اللہ پھلواری دیوبندیوں کے ان چار اکابر کو جنہوں نے ضروریات دین کا انکار کیا ہے،اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں، یعنی رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، خلیل انبیٹھوی کو مسلمان، نہ صرف مسلمان، بلکہ عالم دین بزرگ مانتے تھے۔ان کے ناموں کے ساتھ ''رحمۃ اللہ'' لگاتے تھے''۔(فتاویٰ شارح بخاری: جلد سوم:ص 512)

(ب)''ایسی صورت میں یہ بات واضح ہے کہ امان اللہ صاحب اپنے باپ دادا کی رسم منانے کے طور پر یا اپنی پیری مریدی کے کاروبار کو چمکانے کے لیے عرس، نیاز وفاتحہ ،میلاد وغیرہ کرتے تھے،اور اندر اندر ان کا عقیدہ وہی تھا، جو دیوبندیوں کا ہے''۔

(فتاویٰ شارح بخاری: جلد سوم:ص 512-رضوی کتاب گھر دہلی)

(ج)''ان کے مریدین میں جو لوگ ان کے ظاہر حال عرس، نیاز، فاتحہ دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ سنی پیر ہے، مرید ہو گئے، وہ قابل درگزر ہیں۔ان کے ساتھ میل جول کرنے میں حرج نہیں۔البتہ یہ ضروری ہے کہ ان لوگوں کو اصل حال سے واقف کیا جائے۔ان کو نرمی سے سمجھایا جائے۔حکم شرعی بیان کیا جائے۔امان اللہ کی تقیہ بازی کو بتایا جائے''۔

(فتاویٰ شارح بخاری: جلد سوم ص 512-513-رضوی کتاب گھر دہلی)

رئیس القلم کا تعزیتی خط اور اہل خانقاہ کے پوشیدہ عقائد

حضرت علامہ ارشد القادری قدس سرہ العزیز نے امان اللہ پھلواری کی موت پر 1405 مطابق 1985 میں تعزیت نامہ لکھا، اس وقت تک اہل پھلواری کے حقائق مشکوک تھے۔ اس وقت تحقیق نہیں ہوئی تھی۔ امان اللہ پھلواروی نے اہل سنت کے مراسم ومستحبات کو ترک نہ کیا تھا، اس لیے لوگ اسے سنی سمجھتے رہے۔ چوں کہ خانقاہ مجیبیہ (پٹنہ) سنی خانقاہ کے نام سے متعارف تھی، اس لیے بہت سے سنی حضرات اس خانقاہ سے منسلک اور مرید تھے۔ جب لوگوں کو حقائق معلوم ہوئے تو بہت سے لوگ بیعت توڑ دیئے۔

تعزیت نامہ: رئیس القلم

مکرمی زیدت مکارم سلام مودت

یورپ اور سعودی عرب کے سفر سے واپسی پر کل اچانک اس عظیم حادثے کی خبر ملی، جس سے دل کو انتہائی صدمہ پہنچا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ حضرات کو صبر وقرار مرحمت فرمائے، اور آپ کی ذات کو اس مقدس خانقاہ کی برکتوں کا سرچشمہ بنائے۔

تعزیت کے لیے میں جلد ہی حاضر ہوں گا۔ حضرت صاحب سجادہ کی ذات اس دور پرفتن میں اپنے اسلاف کا گراں قدر نمونہ تھی۔ آہ! کہ یہ آخری چراغ بھی گل ہوگیا۔

شریک غم:

ارشد القادری (جمشید پور)

(سوانح شاہ امان اللہ پھلواروی: ص469)

(مطبوعہ: 1410 مطابق 1989 - دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری: پٹنہ)

تعزیت نامہ سے رجوع

مناظر اہل سنت، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان ہمہ

وقت فروغ اسلام وسنیت کے لیے کوشاں رہتے۔انہوں نے تعمیری وتنظیمی،تبلیغی خدمات سے مذہب اہل سنت وجماعت کو عروج وفروغ بخشا۔وہ علم وفضل کے ساتھ ایک عظیم مدبر تھے۔

جب حضرت رئیس القلم علیہ الرحمۃ والرضوان کو امان اللہ پھلواروی کے غلط عقائد کا علم ہوا تو آپ نے تعزیتی خط سے توبہ ورجوع فرمالیا۔عہد حاضر میں بعض مذبذبین اس تعزیتی خط کا حوالہ دے کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔رجوع کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(1) حضرت مولانا عبد الصمد قادری ساکن:رفیع گنج ضلع اورنگ آباد(بہار) نے رقم فرمایا:''قائد اہل سنت حضرت علامہ مولانا ارشد القادری صاحب نے مرتد امان اللہ پھلواروی کے تعزیت نامہ والی تحریر سے بفضلہ تعالیٰ رجوع فرمالیا،اور آج مجھے حکم صادر فرمایا کہ میرا رجوع نامہ اپنی کتاب میں شائع کردیں۔

مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ موصوف کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے،اور مسلک حق اہل سنت وجماعت کی حمایت ودفاع کے لیے ان کا سایہ کرم دراز فرمائے،اور جو لوگ دنیاوی مفاد اور شہرت وناموری کے لیے بے دینوں وبد دینوں سے اتحاد منا رہے ہیں،علامہ کے اس رجوع وتوبہ سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اپنی غلطی وکوتاہیوں سے رجوع کرلینا اہل حق کا شیوہ ہے۔ہٹ دھرمی اور ضد وعناد سے اپنی رائے پر قائم رہنا ابلیسی وطیرہ ہے۔فقط والسلام:عبد الصمد القادری،خادم:مدرسہ اہل سنت قادریہ رضویہ رضانگر روڈ:رفیع گنج ضلع اورنگ آباد(بہار)

نزیل:مدینہ مسجد گوونڈی بمبئی ۲۶:ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

(مکتوبات بدر ملت:ص120-رضا اکیڈمی ممبئی)

(2) مکتوبات بدر ملت میں حضرت قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے رجوع کو شائع کرنے کے دو سال بعد حضرت مولانا عبد الصمد صاحب قبلہ نے اس کو ہفت روزہ:مسلم ٹائمز ممبئی(12:تا18:نومبر 2000)میں شائع فرمایا۔موصوف نے تحریر فرمایا:

''علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ نے دوسال قبل امان اللہ پھلواروی کے تعزیت نامہ والی تحریر سے توبہ ورجوع کیا، اورمکتوبات میں اپنے توبہ ورجوع نامہ کے شائع کرنے کا حکم دیا۔موصوف کے حکم کے مطابق میں نے ''مکتوبات بدر ملت''ص 120: میں شائع کر دیا۔بعدہ وہ عبارت تین باشرع گواہوں کے ساتھ جمشید پور فیض العلوم میں ان کے سامنے پیش کیا، جس کو موصوف نے بخوشی قبول فرمایا۔وہ عبارت یہ ہے:

''حضرت علامہ مولانا ارشد القادری صاحب نے مرتد امان اللہ پھلواروی کے تعزیت نامہ والی تحریر سے بفضلہ تعالیٰ رجوع فرمالیا اور آج مجھے حکم صادر فرمایا کہ میرا رجوع نامہ اپنی کتاب میں شائع کردو''۔(ہفت روزہ:مسلم ٹائمز:ص2-12: تا18:نومبر 2000)

(3) حامی سنت ماحی بدعت شارح مسلک اعلیٰ حضرت یادگار اسلاف حضرت علامہ مفتی کوثرحسن قادری رضوی دام ظلہ العالی نے ہفت روزہ مسلم ٹائمز کی منقولہ بالا تحریر کو پمفلٹ کی شکل میں صفر المظفر 1422 مطابق مئی 2001 میں شائع فرمایا۔

(4) 13:رمضان المبارک 1442 کو راقم نے حضرت مولانا عبد الصمد صاحب قبلہ سے فون پر بات چیت کی اور جن تین گواہوں کا ذکر مسلم ٹائمز کی تحریر میں ہے، ان کے اسمائے گرامی دریافت کیا۔مولانا موصوف نے فرمایا کہ اس وقت حضرت حافظ وقاری نذیر عالم رضوی صاحب، حضرت مفتی عابد حسین صاحب نوری اور متعدد افراد تھے۔

(5) 13:رمضان المبارک 1442 کو مفتی قوم وملت حضرت علامہ مفتی عابد حسین نوری دام ظلہ الاقدس (چیف قاضی:ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ) سے راقم نے فون پر بات کی۔

ممدوح گرامی نے فرمایا کہ میں اس مجلس میں شریک تھا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ نے میرے سامنے رجوع فرمایا تھا۔حضرت حافظ نذیر عالم رضوی صاحب ودیگر احباب بھی اس وقت حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ کے پاس حاضر تھے۔

(6) 27:رمضان المبارک 1442 کو حضرت مولانا عبد الصمد صاحب قبلہ قادری

نے راقم سے رابطہ فرمایا اور رجوع کی تفصیل بیان فرمائی کہ میں نے حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ کے حکم کے مطابق تعزیت نامہ سے ان کے رجوع کا ذکر مکتوبات بدر ملت میں بھی کر دیا تھا، پھر حضرت رئیس القلم کی حیات ہی میں مسلم ٹائمز (ممبئی)، ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی شریف)، ماہنامہ کنزالایمان (دہلی) وغیرہ میں شائع کر دیا تھا۔

مولانا موصوف نے تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ مکتوبات بدر ملت میں رجوع کی اشاعت کے بعد میں نے حضرت حافظ نذیر عالم رضوی ساکن: رفیع گنج ضلع اورنگ آباد (بہار) کو ایک تحریر دے کر حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ کی خدمت میں جمشید پور بھیجا تھا۔

وہ تحریر مندرجہ ذیل ہے:

''حضرت علامہ مولانا ارشد القادری صاحب نے مرتد امان اللہ پھلواروی کے تعزیت نامہ والی تحریر سے بفضلہ تعالیٰ رجوع فرمالیا اور آج مجھے حکم صادر فرمایا کہ میرا رجوع نامہ اپنی کتاب میں شائع کردو''۔

27: رمضان المبارک 1442 کو راقم نے حضرت حافظ وقاری نذیر عالم رضوی صاحب قبلہ سے بات کی۔ حضرت حافظ صاحب قبلہ نے فرمایا کہ میں حضرت مولانا عبد الصمد صاحب قبلہ کی تحریر لے کر جمشید پور گیا تھا۔ وہاں میں اپنے ہم زلف جناب منظور احمد رضوی ساکن جمشید پور کے ساتھ مدرسہ فیض العلوم (جمشید پور) میں حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ کی خدمت میں 14: رجب المرجب 1420 مطابق 24: اکتوبر 1999 کو حاضر ہوا۔

اس وقت حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ کی خدمت میں حضرت مفتی عابد حسین نوری صاحب قبلہ اور دیگر احباب موجود تھے۔ میرے ساتھ منظور احمد صاحب رضوی بھی تھے۔

حضرت رئیس القلم علیہ الرحمہ نے منقولہ بالا تحریر دیکھ کر فرمایا کہ میں نے مولانا عبد الصمد صاحب کو امان اللہ پھلواروی کے تعزیت نامہ سے اپنے رجوع کو مکتوبات بدر ملت میں شائع کرنے کے لیے کہا تھا۔ انہوں نے میرے کہنے پر میرا رجوع شائع کیا ہے۔ حضرت

رئیس القلم علیہ الرحمہ نے رجوع نامہ کی مذکورہ تحریر کو قبول فرمایا اوراس کی تصدیق فرمائی۔

اطلاع: یہ تحریر 13: رمضان المبارک 1442 مطابق 26:اپریل 2021 کو سوشل میڈیا پرنشر ہوئی تھی۔ 27:رمضان المبارک 1442 کو حضرت مولانا عبد الصمد قادری صاحب قبلہ نے تفصیل بیان فرمائی اور حضرت حافظ نذیر عالم رضوی صاحب قبلہ سے بات چیت ہوئی، تب کچھ ترمیم کے ساتھ اور حضرت علامہ مفتی عابد حسین نوری صاحب قبلہ (چیف قاضی: ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ)، حضرت مولانا عبد الصمد قادری صاحب قبلہ وحضرت حافظ نذیر عالم رضوی صاب قبلہ کی نظر ثانی کے بعد یہ تحریر دوبارہ نشر کی جارہی ہے۔

مذکورہ حضرات کے موبائل نمبرس درج ذیل ہیں۔ بوقت ضرورت رابطہ کیا جاسکتا ہے:

حضرت مفتی عابد حسین نوری (جمشید پور) 9835553380

حضرت مولانا عبد الصمد قادری (رفیع گنج) 9764135477

حضرت حافظ نذیر عالم رضوی (رفیع گنج) 9199187359

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم:: والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم: وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

29: رمضان المبارک 1442 مطابق 12: مئی 2021

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

دین ومذہب کا تحفظ لازم

رسالہ حاضرہ میں عہد حاضر اور ماضی قریب کے علمائے اہل سنت وجماعت کے کلامی اقوال پر تبصرہ وتجزیہ اور بعض مسائل کی تصحیح وتشریح مرقوم ہے۔ چوں کہ یہ تمام اقوال ونظریات حضور اقدس تاجدار دوجہاں علیہ التحیۃ والثنا کے دین ومذہب سے تعلق رکھتے ہیں، لہٰذا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت کے سبب حسب ضرورت قابل بحث افکار ونظریات پر کلام کیا گیا۔ خاص طور پر کسی عالم ومفتی کے قول پر بحث مقصود نہیں، نیز کسی عالم دین پر شخصی تنقید سے گریز کیا جاتا ہے۔ اگر کہیں شخصی تنقید ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ تصحیح کردی جائے گی۔ ہمارا مقصود اصلی حل مسائل ہے۔ کسی کی شخصیت پر انگشت نمائی مقصود نہیں۔

داخلی مسائل پر بحث کے بعد محاذ کی طرف واپسی

تیس سالہ عہد محبت کے بعد نظر آیا کہ ہمارے درمیان بعض اعتقادی امور قابل بحث ہیں، لہٰذا دین مصطفوی کے تحفظ کی خاطر حالیہ دو سالوں (2021-2022) کو داخلی مسائل کے حل کے لیے مختص کیا۔ شور وغل کی ضرورت نہیں۔ ہماری تحریروں میں کہیں لغزش وخطا ہو تو اطلاع فرمادیں، ان شاء اللہ تعالیٰ شکریہ کے ساتھ غور وفکر کے بعد تصحیح کردی جائے گی۔

اہل سنت وجماعت کے داخلی امور میں باب اعتقادیات کے چار پانچ مسائل ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان مسائل پر تبصرہ وتجزیہ اور توضیح وتشریح کے بعد بدمذہبوں کے رد وابطال کی جانب اپنا رخ پھیر لوں گا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم مخالفین سے نبرد آزمائی کرتے رہیں اور گھر کے لوگ غلط راہ پر چلے جائیں۔ جہاں مجھے اعتراض سمجھ میں آیا، انصاف ودیانت داری کے ساتھ

اپنی بات پیش کردی۔جب فیصلہ کا وقت آئے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ فیصلہ بھی ہو جائے گا۔

داخلی مسائل کی طرف متوجہ ہونے کا سبب

ہم مخالفین کے جن باطل افکار ونظریات کا رد وابطال کرتے ہیں۔اسی قسم کے بعض نظریات بعض علمائے اہل سنت کی تحریروں میں نظر آتے ہیں۔ایسی صورت میں ہماری تمام کاوش وجاں فشانی رائیگاں ہو جاتی ہے، نیز احباب اہل سنت وجماعت کے غلط راہ پر جانے کا بھی سخت خطرہ موجود رہتا ہے، لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا کہ پہلے داخلی مسائل کو حل کیا جائے۔ اصحاب معاملات کو متانت وسنجیدگی کے ساتھ اس جانب متوجہ کیا جائے۔

چوں کہ یہ دین ومذہب حضور اقدس نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے، لہٰذا حل مسائل کے واسطے دربار اعظم سے مدد طلب کی جائے۔آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ گری کے بعد کوئی نبی ورسول پیدا ہونے والے نہیں۔اب اولیائے امت وعلمائے اہل سنت کو تبلیغ دین وتحفظ اسلام کی ذمہ داری نبھانی ہے۔ یہ ذمہ داری اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جانب سے تفویض کی گئی ہے، لہٰذا ہم اپنی قوت بھر کام کریں، باقی امور میں اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مدد طلب کریں۔

اس کا تعلق کس طبقہ سے ہے؟

بھارت کے مسلمانان اہل سنت وجماعت کے درمیان کئی عشروں سے اختلافی ماحول ہے۔ابتدائی مرحلہ میں فقہی مسائل میں علمی وتحقیقی اختلافات ہوئے اور پھر رفتہ رفتہ اعتقادی مسائل میں بھی اختلاف ہونے لگے۔ایسے ماحول میں کسی داخلی مسئلہ پر بحث کی جائے تو لوگ یہ تفتیش کرنے لگتے ہیں کہ یہ مباحث ومحرر کس طبقہ سے منسلک ہے۔

راقم السطور اہل سنت وجماعت کا ایک فرد ہے اور امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے عقائد ونظریات کو حق مانتا ہے۔بندہ آغاز امر سے ہی اہل سنت وجماعت کے کسی ذیلی طبقہ

میں شامل نہیں۔آغاز امر اور ابتدائے عمر سے ہی ہم نے دربار اعظم کا راستہ اختیار کرلیا۔

حرم مصطفوی کی فضاؤں سے واپسی ہماری دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی ہوگی۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں،لیکن اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہم محبت کرتے ہیں اور دربار الٰہی ودربار مصطفوی میں ہم سرخمیدہ ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ سرخمیدہ رکھے، ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما کر اتباع شرع کی توفیق عطا فرمائے،اور اپنی اور اپنے حبیب وخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ورضا کی حالت میں موت عطا فرمائے: آمین

طویل مدت سے دست کرم نواز کی شاہانہ عطاؤں سے مالا مال ہورہا ہوں۔ان شاء اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں بھی شفاعت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ایک بندے کو اور کیا چاہئے۔

کون سی نعمت ہے جو وہاں نہیں ملتی۔وہاں کا ہر ایک ذرہ کوہ ہمالہ سے فزوں تر ہے۔ ہر ایک اپنے ظرف وتقدیر کے مطابق پاتا ہے۔سلاطین زمانہ وشاہان وقت بھی دربار اعظم میں گداگر ودریوزہ گر کی صورت میں حاضر ہوئے اور حسنات عظمیٰ وبرکات کبریٰ اور تحائف شاہانہ والطاف خسروانہ سے سرفراز ہوئے۔احباب اہل سنت وجماعت بھی ادب وتعظیم اور محبت وخلوص کے ساتھ دیار حبیب علیہ السلام کا رخ کریں اور اپنی دنیا وآخرت سنوار لیں۔

باب اعتقادیات میں مداہنت کی اجازت نہیں

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''تنبیہ دوم: مبادا اگر رگ تعصب جوش میں آئے،اور خدا ایسا نہ کرے تو اِس قدر یاد رہے کہ عقائد اسلام وسنت کے مقابل ہم پر فلاں ہندی وبہمان سندی کسی کا قول سند نہیں،نہ احکام شرعیہ شخص دون شخص سے خاص۔

(اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ) (عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ت) شرع سب پر حجت ہے۔وہ کون ہے جو شرع پر حجت ہو سکے۔اس قسم کی حرکت جس سے صادر ہوگئی،وہ بقدر اپنے سیئہ کے حکم کا مستحق ہوگا،کسے باشد (کَائِنًا مَّنْ کَانَ) (جو بھی ہو۔ت) اِین وآں سے ہمیں

موافقت اسی وقت تک ہے جب تک وہ دین حق سے جدانہیں اوراس کے بعد عیاذ اباللہ:
(اللہ کی پناہ۔ت) ع/ سایہ اش دور باد از مادور(اس کا سایہ ہم سے دور ہو۔ت)
جس کا قول ہم اسلام وسنت کے موافق پائیں گے،تسلیم کریں گے،نہ اس لیے کہ اس کا قول ہے، بلکہ اس لیے کہ صراط مستقیم سے مطابق ہے،اور جس کی بات خلاف پائیں گے، زید ہو یا عمرو، خالد ہو یا بکر، دیوار سے مار کر رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رِکاب سے لپٹ جائیں گے۔اللہ ان کا دامن ہم سے نہ چھڑائے،دنیا میں نہ عقبیٰ میں۔آمین الٰہی آمین

محمد عربی کابروئے ہر دوسراست   کسے کہ خاک درش نیست خاک برسراو

(حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں جہاں کی آبرو ہیں۔
جوان کے دراقدس کی خاک نہیں ہے،اس کے سر پر خاک ہو۔ت)''۔
(فتاویٰ رضویہ: جلد یازدہم:ص306-رضا اکیڈمی ممبئی)
(فتاویٰ رضویہ: جلد27:ص188-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالاشعر فارسی شاعر ہلالی چغتائی کا ہے۔دیوان ہلالی میں یہ شعر مجھے نہیں مل سکا۔اس کا مصرع اول تین طرح لکھا جاتا ہے۔(1) محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است (2) محمد عربی آبروئے ہر دوسرا است (3) محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا است۔شاید وزن شعری کے سبب''کہ آبرو''کو''کابرو''کردیا گیا ہے:واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اصحاب علم وفضل حقائق کو واضح کریں

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا:''امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے۔ایک عالم صاحب کی وفات ہوگئی۔ان کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا: آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: جنت عطا کی گئی، نہ علم کے سبب، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک

بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ مانیں، نہ مانیں، یہ ان کا کام۔

سرکار نے فرمایا کہ بھونکے جاؤ، بس اس قدر نسبت کافی ہے۔ لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان۔ جس کو یہ نسبت حاصل ہے، اس کو کسی مجاہدے، کسی ریاضت کی ضرورت نہیں۔ (پھر فرمایا) اور اسی میں ریاضت کیا تھوڑی ہے۔ جو شخص عزلت نشیں ہو گیا، نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے، نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو۔ اس سے کہیے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے، اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے"۔

(الملفوظ: حصہ سوم: ص 281- رضوی کتاب گھر دہلی)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: "علما کی یہ حالت ہے کہ رئیسوں سے بڑھ کر آرام طلب ہیں۔ حمایتِ مذہب کے نام سے گھبراتے ہیں۔ جو بندۂ خدا اپنی جان اس پر وقف کرے، اسے احمق، بلکہ مفسد سمجھتے ہیں۔ مداہنت ان کے دلوں میں پیری ہوئی ہے۔

ایامِ ندوہ میں ہندوستان بھر کا تجربہ ہوا۔ عباراتِ ندوہ سُن کر ضلالت، ضلالت کی رَٹ لگا دیں، اور جب کہیے: حضرت لکھ دیجئے، بھائی لکھواؤ نہیں، ہمارے فلاں دوست برا مانیں گے۔ ہمارے فلاں استاد کو بُرا لگے گا۔

بہت کو یہ خیال کہ مفت میں اوکھلی میں سر دے کر موسل کون کھائے۔ بدمذہب دشمن ہو جائیں گے۔ دانتوں پر رکھ لیں گے۔ گالیاں، پھبتیاں اخباروں اشتہاروں میں چھاپیں گے۔ طرح طرح کے بہتان، افترا اچھالیں گے۔ اچھی بچھی جان کو کون جنجال میں ڈالے۔

بعض کو یہ کد کہ حمایتِ مذہب کی تو صلح کلی نہ رہے گی۔ ہر دل عزیزی جا کر پلاؤ، قورمے، نذرانہ میں فرق آئے گا، یا کم از کم آؤ بھگت تو عام نہ رہے گی"۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد 29: ص 597-598- جامعہ نظامیہ لاہور)

دفع مفاسد لازم ہے۔ خواہ کوئی مانے، یا نہ مانے۔ لوگ راضی ہوں، یا ناراض ہوں۔ صرف وہ راضی رہنا چاہئے جس سے ہمارا کام بنتا ہو۔ ہر مومن جانتا ہے کہ دنیا وآخرت کی

بھلائیاں اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رضاوخوشنودی پر موقوف ہیں۔

خلوص ونیک نیتی کے ساتھ کام کرتے جائیں۔اعمال صالحہ پر اللہ تعالیٰ نے اجرعظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔سطحیت کو کچل دیں اور حقیقت کی طرف آئیں۔اگر اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) راضی نہ ہوں تو زید وبکر کی رضامندی سے کچھ فائدہ نہیں۔

اشاعت فاحشہ کیا ہے؟

راقم السطور باب اعتقادیات سے مشغولیت رکھتا ہے۔اعتقادی مسائل میں کسی عالم اہل سنت کی تحریر وتقریر میں اگر کوئی نامناسب بات نظر آتی ہے تو انہیں نظر ثانی کی گزارش کر دی جاتی ہے۔اصحاب علم وفضل ہماری عرضی پر توجہ دینے کی بجائے ہماری حیثیت ناپنے لگتے ہیں،حالاں کہ ان نفوس عالیہ کو اپنی حیثیت پر نظر کرنی چاہئے کہ وہ قوم کے مقتدا و پیشوا ہیں۔ ان کا قدم پھسل گیا تو ان کے ہزاروں لاکھوں متبعین بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اہل سنت سے بتقدیر الٰہی جو ایسی لغزش فاحش واقع ہو،اس کا اخفا واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بد اعتقاد ہوں گے تو جو نفع ان کی تقریر اور تحریر سے اسلام وسنت کو پہنچتا تھا،اس میں خلل واقع ہوگا۔اس کی اشاعت اشاعتِ فاحشہ ہے،اور اشاعتِ فاحشہ بنصِ قرآن عظیم حرام۔قال اللہ تعالیٰ:(ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرة)

جولوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فاحشہ کی اشاعت ہو،ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خصوصاً جب کہ وہ بندگانِ خدا حق کی طرف بے کسی عذر وتامل کے رجوع فرما چکے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:(من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ)۔جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عار دلایا وہ مرنے سے قبل اسی گناہ میں ضرور مبتلا ہوگا۔

قال ابن المنیع وغیرہ:المرادذنب تاب عنہ–قلت:وقد جاء کذا مقید فی الروایۃ کما فی الشرعۃ–ثم فی الحدیقۃ الندیۃ۔

(ابن منیع وغیرہ کہتے ہیں کہ گناہ سے مراد وہ ہے کہ اس سے توبہ کرلی گئی ہو۔میں کہتا ہوں:شرعہ اور حدیقہ میں روایت میں توبہ کی قید لگی ہوئی ہے۔ت)

(فتاویٰ رضویہ:جلد29:ص594-جامعہ نظامیہ لاہور)

(1) جس گناہ سے توبہ ہو چکی ہے،اس کی تشہیر اشاعت فاحشہ ہے۔(2)عدم اطلاع کے سبب جس امر سے رجوع نہ ہوسکا ہو،لامحالہ صاحب معاملہ کواس جانب متوجہ کرنا ہوگا،تاکہ وہ غوروفکر کرسکیں،اور دربار الٰہی میں اعتقادی عیوب سے منزہ ہوکر حاضر ہوں۔

(3)جن مسائل میں متعدد مشہور نظریات ہوں۔ایسے امور میں دلائل وشواہد سے جس نظریہ کی تائید وتوثیق ہو،اس کو واضح کرنا اشاعت فاحشہ نہیں،بلکہ صحیح موقف کی تائید ہے۔

داخلی مسائل میں ہماراطریق کار

ہمارے لیے کسی کی تحریروتقریر میں کوئی اعتقادی عیب ظاہر ہوتا ہے جس سے امت مسلمہ کا قدم راہ حق سے پھسلنے کا خوف ہوتو شخصی طور پر ان سے نظر ثانی کی گزارش کردی جاتی ہے۔جب گزارش کے باوجود بے توجہی برتی جاتی ہے،تب امت مسلمہ کے دین وایمان کے تحفظ کے واسطے حقائق واضح کرنے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے،اور تحریر منظر عام پر آتی ہے۔

حل مسائل کے لیے غوروفکر کی ضرورت ہوتی ہے،اسی لیے فقہی سیمیناروں میں مندوبین اپنے تحریری مقالات پیش کرتے ہیں۔زبانی مباحثہ میں غوروفکر کی مہلت میسر نہیں ہوتی۔ہم اصحاب معاملات سے مراسلاتی نظام کے ذریعہ حل مسائل کی پیش کش کرتے ہیں ،لیکن وہ راضی نہیں ہوتے،حالاں کہ یہی بہتر طریقہ ہے۔اہل علم کوئی بات غوروفکر کے بعد رقم فرماتے ہیں۔لسانی مباحثوں میں بے احتیاطی بھی دخل انداز ہوجاتی ہے۔

داخلی مسائل کے حل کے واسطے زبانی مباحثہ مناسب نہیں۔زبانی مباحثہ سے تلخی پیدا ہوتی ہے اور معاملہ مزید بگڑ جانے کا خوف رہتا ہے،جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ العزیز نے فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ (فصل عاشر) میں رقم فرمایا ہے(یہ فصل رسالہ حاضرہ کے باب اول: بحث سوم میں منقول ہے۔)،لہٰذا داخلی مسائل میں لسانی مباحثہ سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے۔کسی اقدام سے قبل ہی اس کے فوائد ونقصان پر غور کرنا چاہئے۔

شرعی اصول وقوانین کے اعتبار سے بھی اصاغر واکابر کے مابین مباحثہ مناسب نہیں۔ اصاغر کو لامحالہ حدود وآداب کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا،لہٰذا بسا اوقات خموشی اختیار کرنی ہوگی اور اصل مقصود فوت ہوجائے گا،پس لسانی مباحثوں سے فائدہ نہیں۔اگر اصاغر دوٹوک بات کریں تو معاملہ مزید الجھ جائے،مقصد فوت ہوجائے،اور یہ طریق کار بھی مناسب نہیں۔

علامہ عبد الرشید جون پوری قدس سرہ العزیز نے امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حوالے سے مناظر ومباحث کے لیے چند لازمی امور اور ہدایات کے بیان میں رقم فرمایا کہ اس شخص سے مناظرہ نہ کرے،جو لوگوں کی نظر میں معزز ومکرم اور صاحب شوکت وحشمت ہو۔ایسوں سے مباحثہ ومناظرہ میں دقت نظر اور ذہن کی تیزی زائل ہونے کا خطرہ ہے۔ایسی صورت میں مسئلہ حل ہونے کی بجائے لاینحل ہوسکتا ہے۔

علامہ شیخ عبد الرشید جون پوری نے رقم فرمایا:(**والسابع:ان یحترز عمن کان مهيبًا محترمًا–اذ هيبة الخصم واحترامه ربما تزيل دقة نظره وحدة ذهنه**)

(مناظرہ رشیدیہ:ص61-مطبع مصطفائی لکھنو)

ترجمہ:ساتویں بات یہ کہ ایسے شخص سے مناظرہ سے پرہیز کرے جو صاحب حشمت اور قابل احترام ہو،کیوں کہ خصم کی شان وشوکت اور اس کا احترام بسا اوقات دقت نظر اور حدت ذہن کو زائل کردیتا ہے۔

ہم نے بعض اصحاب معاملات سے بالمشافہہ بھی بات چیت کی،لیکن فائدہ نہیں۔

ہماری گزارش پر کوئی اسی وقت توجہ دے سکتا ہے جب اسے یقین ہو جائے کہ یہ شخص ہمارا خیر خواہ ہے۔عہد حاضر میں ہاں میں ہاں ملانے والوں کو خیر خواہ اور توجہ دلانے والوں کو بدخواہ سمجھا جاتا ہے۔میں کئی سالوں تک ''گویم مشکل وگرنگویم مشکل'' کی کیفیت سے دوچار تھا۔

انجام کار مذکورہ بالا اسباب وعلل کے پیش نظر ہم نے یہی بہتر سمجھا کہ اصحاب معاملات سے گزارش کر دی جائے۔اگر وہ غور وفکر کے لیے راضی ہوں تو ہم اپنے دلائل انہیں بھیج دیں ،تاکہ وہ اپنے دلائل اور ہمارے دلائل میں غور وفکر کر کے صحیح فیصلہ کر سکیں۔اگر وہ غور وفکر کے لیے راضی نہ ہوں تو امت مسلمہ کو مسئلہ کی صحیح صورت سے آشنا کر دیا جائے،تاکہ حق کا متلاشی ہماری تحریروں سے فائدہ حاصل کرے،اور جس کی تقدیر میں ضلالت وگمرہی ہو،اسے کون بچا سکتا ہے۔امت مسلمہ میں کوئی غلط نظریہ پھیل رہا ہو تو اس پر بند باندھنا لازم ہے۔

داخلی مسائل کے فیصلے کے واسطے دربار اعظم میں عرضی پیش کر دی جاتی ہے۔حضور اقدس تاجدار کائنات علیہ التحیۃ والثنا اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق اور خلیفہ اعظم ہیں۔وہ اپنا فیصلہ کائنات میں نافذ فرما سکتے ہیں۔ہم کام کرتے ہیں اور دربار اعظم سے بے حساب انعام واکرام پاتے ہیں۔باحیات اصحاب معاملات بھی دربار اعظم کی طرف متوجہ ہوں اور بصد خلوص ہدایت ورہنمائی طلب کریں۔ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرما دی جائے گی۔

ہمیں امت مسلمہ اور اصحاب معاملات دونوں طبقے کا لحاظ کرنا ہے،تاکہ لوگ ایمان کی صحت وسلامتی کے ساتھ دربار الٰہی میں حاضر ہوں۔اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے اور غلط نظریات پھیلتے رہے تو ہم دین رسول کے محافظ وپاسبان نہیں۔ہم زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کر سکتے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ بعض لوگ غلط افکار ونظریات کے ساتھ دنیا سے چل بسیں۔

تا تریاق از عراق آوردہ شود　　مار گزیدہ مردہ شود

ایک عجیب وغریب نظریہ

ایک جدید نظریہ گشت لگا رہا ہے کہ اکابرین آپس میں علمی اختلاف کر سکتے ہیں،لیکن

اصاغرین کو اکابرین سے اختلاف کی اجازت نہیں۔ یہ جدید نظریہ ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذۂ کرام کا بہت سے مسائل میں اپنے امام واستاذ سے اختلاف ہے۔ وہ تلامذۂ کرام علم یا عمر کسی بھی اعتبار سے اپنے استاذ وامام کے مساوی نہ تھے۔

لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کے بعض مریدوں نے ان سے علمی وتحقیقی اختلاف کیا، جو علم وفضل اور تقویٰ وبزرگی میں ان سے فروتر ہیں۔

واضح رہے کہ ہمیں صرف اشاعت فاحشہ سے پرہیز کرنا ہے، اور قابل بحث نظریات پر ضرور کلام کرنا ہے۔ باب اعتقادیات میں عجیب وغریب نظریات رونما ہور ہے ہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ ہم آج جو طریق کار اختیار کریں گے، وہ صدیوں تک کے لیے رہنما خطوط بن جائیں گے۔ اگر صدی سوم میں طبقہ جدلیہ نے مدعیان اجتہاد کے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو آج تک نہ جانے کتنے جھوٹے لوگ دعویٰ اجتہاد کرتے اور باب فقہیات میں چار مذاہب پر امت مسلمہ کا اجماع بھی مشکل ہوتا۔ ہم نے سمجھ بجھ کر قدم اٹھایا ہے۔

ہمارا کام کوشش کرنا ہے۔ کامیابی وکامرانی اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت پر موقوف ہے۔ سواد اعظم بفضل الٰہی راہ حق پر قائم ومستحکم رہے گا۔ سواد اعظم میں صرف اصحاب علم شامل نہیں ، بلکہ عوام مسلمین سواد اعظم کا بڑا حصہ ہیں۔ اکثر عوام کو باہمی اختلافی نظریات کا علم نہیں۔ ایسی صورت میں عقائد حقہ صحیحہ کی اجمالی تصدیق کے اعتبار سے وہ تمام عوام مسلمین سواد اعظم میں شمار ہوں گے۔ محض اہل علم کی اکثریت واقلیت دیکھ کر سواد اعظم کا فیصلہ نہیں ہوسکتا، نیز سارے جہاں کے اہل حق کے اعتبار سے سواد اعظم کا تعین ہوگا۔ ملکی حدود کا لحاظ نہیں۔

ہماری ذمہ داری محدود

آم کا ایک باغ ہے۔ باغ کے اردگرد رہائشی مکانات ہیں۔ بچے باغ میں جا کر آم توڑ لیتے ہیں تو مالک وہاں کتا بیٹھا دیتا ہے، تاکہ وہ بھونکے اور بچے ڈر کر بھاگ جائیں۔ کتا

بھونکتا ہے تو آس پاس کے باشندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ مالک اپنے باغ کے پڑوسیوں کے گھر ایک ایک ٹوکرا آم بھیج دیتا ہے، تاکہ لوگ کتا بھونکنے سے ناراض نہ ہوں اور ہمارا باغ بھی محفوظ رہے۔ کتا کا کام بھونکنا ہے۔ لوگوں کی ناراضگی دور کرنا مالک کا کام ہے۔

ع/ کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں

ہمارا جو کام ہے، وہ ہم انجام دیتے ہیں۔ باقی امور دربار اعظم کے سپرد ہیں۔ اصحاب معاملات دربار اعظم کا رخ کریں، پھر واپس نہ آئیں۔ حیات مستعار کا محفوظ حصہ تصورات حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں صرف کردیں۔ ہمارے نظریہ پر کوئی سوال ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ جواب دیا جائے گا، اور کہیں لغزش وخطا ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ تصحیح کردی جائے گی۔

حضور اقدس تاجدار دوعالم علیہ التحیۃ والثنا کی رضا جوئی کے واسطے ہم نے دسوں سال قبل کلامی مسائل کا سلسلہ شروع کیا۔ اگر داخلی مسائل پر میں کام نہ کروں تو اللہ تعالیٰ کسی اور کو مقرر فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذریعہ اپنے دین کی حفاظت فرماتا ہے۔

یہ ہماری سعادت مندی ہے کہ ہمیں یہ اعزاز عطا فرمایا گیا، ورنہ اکثر اصحاب علم وفضل داخلی مسائل میں لب کشائی سے پرہیز کرتے ہیں، حالاں کہ اعتقادی مسائل میں خموشی مناسب نہیں۔ عزت وذلت رب تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم کام کرتے رہیں گے۔ اللہ ورسول (عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارے حامی وناصر ہوں۔

اگر ہم صحیح مسائل کی طرف امت مسلمہ کی رہنمائی کریں اور اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قبول فرمائیں تو ہمارے کلمات میں تاثیر عطا کردی جائے گی، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سے لوگ ان تحریروں سے ہدایت پائیں گے۔ نظام کائنات اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اور ہمارے حبیب وخلیل سید السادات علی الاطلاق افضل الخلائق بالاتفاق حضور اقدس سیدنا وسندنا ومولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے نائب مطلق اور خلیفہ اعظم ہیں۔ زید وبکر کی رضا وعدم رضا سے کچھ ہونے جانے والا نہیں۔

غلط افکار ونظریات کا رد وابطال لازم ہے۔ برادران اہل سنت وجماعت غیروں کی تحریروں سے متأثر نہیں ہوتے ہیں، لیکن اپنوں کی غلط تحریریں دیکھ کر ضرور بعض لوگ غلط راہ اختیار کر سکتے ہیں۔ ہمیں شخصیات کی عزت وحرمت کے تحفظ کے ساتھ دین ومذہب کا تحفظ بھی کرنا ہے۔ شخصیات کی قدر شناسی میں دین ومذہب کو پس پشت ڈال دینا بالکل غلط ہے۔

فقہی اختلاف، اکابر پرستی اور اعتقادی اختلاف

بھارت کے علمائے اہل سنت وجماعت کے درمیان فقہی مسائل سے اختلاف کا آغاز ہوا، پھر رفتہ رفتہ اعتقادی مسائل میں اختلاف ہونے لگا۔ اب یہ محسوس ہوتا ہے کہ دیوبندیوں کی طرح ''اکابر پرستی'' بھی دبے پاؤں ہماری جانب قدم بڑھا رہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس بدترین رواج اور مہلک کلچر کو میں تباہ وبرباد کر کے ہی دم لوں گا۔

دیوبندی اکابرین سے صریح کفریات کا صدور ہوا۔ ان کے مریدین وتلامذہ نے ان کفریات کی تائید وطرفداری کی اور دین ومذہب کو پس پشت ڈال دیا۔ اپنے ملاؤں کی عزت وحرمت کے تحفظ کے واسطے اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عزت وحرمت سے لاپرواہی برتی۔ انجام کار متبوعین وتبعین مستحق جہنم قرار پائے۔

تھانوی سے اس کے حیدرآبادی مریدین ومتوسلین نے حفظ الایمان کی عبارت میں تبدیلی کی گزارش کی۔ تھانوی نے عبارت بدل ڈالی، لیکن حفظ الایمان کی عبارت سے توبہ نہ کی۔ اگر مریدین ومتوسلین اور تلامذہ ومتعلقین توبہ ورجوع کی بھی گزارش کرتے تو رجوع وتوبہ بھی ہو سکتی تھی، لیکن اشخاص اربعہ کے احباب وتلامذہ نے تاویل باطل کی راہ اختیار کی۔

اشخاص اربعہ اور قادیانی کے لیے 1324 مطابق 1906 میں حرمین طیبین سے حکم کفر آیا۔ آج تک دیابنہ تاویلات باطلہ کا ٹوکرا سر پر لیے پھر رہے ہیں، لیکن ان کا کفر اپنی جگہ اٹل ہے۔ اب دیوبندیوں کا ارتدادی فتنہ برصغیر کے اہل سنت وجماعت کو بھی اپنی لپیٹ میں لیتا جار

ہا ہے، لہٰذا بد مذہبوں کے ردوابطال کے ساتھ ہمیں (قوا انفسکم واہلیکم نارا) پر بھی عمل کرنا ہے۔

بالواسطہ ربط وتعلق واسطہ پر منحصر وموقوف

حضور اقدس تاجدار دوجہاں علیہ التحیۃ والثنا کی کلمہ خوانی کے سبب شخصیات سے ربط وتعلق ہے۔ جب کسی کے افکار ونظریات دین مصطفوی کے خلاف ہوں تو اس سے ربط وتعلق ضعیف وکمزور بھی ہوسکتا ہے اور معدوم بھی ہوسکتا ہے۔ بالواسطہ ربط وتعلق کا یہی دستور ہے۔

قبر میں تین سوال ہوں گے: (1) من ربک؟ (2) ما دینک؟ (3) ما کنت تقول فی شان ھذا الرجل؟ (تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اس مقدس شخصیت سے متعلق تم کیا کہتے تھے؟) قبر میں شیوخ واساتذہ، متعلقین وتلامذہ اور احباب واقارب سے متعلق سوال نہیں ہوگا، بلکہ حضور اقدس حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوال ہوگا، لہٰذا تعلیمات مصطفویہ پر عمل کریں، اور اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔

ارشاد الٰہی ہے: (یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِینَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِینَ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ) (سورہ ابراہیم: آیت 27)

ترجمہ: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے، اور اللہ جو چاہے، کرے۔ (کنز الایمان)

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا

یارب تو کریمی ورسول ما کریم   صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

انسانوں کے سردار اور دونوں جہاں کے تاجدار حضور اقدس سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں عرضی پیش کرنے میں قبولیت کی امید ہی امید ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ کی شہادت موجود ہے کہ وہ بلند کردار اور عظیم اخلاق والے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے: (اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ) وہ رحمت مجسم ہیں۔ ارشاد الٰہی

ہے:(وَمَـا اَرْسَـلْـنٰکَ اِلَّا رَحْـمَةً لِّـلْعٰلَمِیْن) وہ پیکر جود وسخا ہیں۔کبھی کسی کو منع نہیں فرماتے۔ارشاد الٰہی ہے:(وَاَمَّـا السَّـائِـلَ فَلَا تَنْهَـرْ) اورخود ارشاد فرما چکے کہ میں نعمت خداوندی تقسیم کرتا ہوں:(اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ)(صحیح بخاری)

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں

نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

وہ جسے چاہیں، جتنا عطا فرما دیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بے حساب عطا فرمایا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:(اِنَّـا اَعْـطَـیْـنٰـکَ الْـکَوْثَرَ) جو عطا فرمایا گیا،اسی پر بس نہیں، بلکہ عطائے خداوندی مسلسل جاری ہے اور بھی بہت زیادہ عطا ہونے والا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

(وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی::وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی)

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن وادا کی قسم

کائنات عالم کے سب سے بلند اخلاق اور سب سے بڑے سخی سے طلب میں خوف کیوں ہو۔ہم تو ادب وتعظیم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور وہ لغزشوں سے چشم پوشی فرماتے ہیں۔

کرم اے شہ عرب وعجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم

وہ گدا کہ تو نے عطا کیے ہیں جنہیں دماغ سکندری

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز شان اقدس میں یوں گوہر فشاں ہوئے:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انساں وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

ع/ بعد از خدا بزرگ تر توئی قصہ مختصر

سیکنڈ ایڈیشن میں مشمولات کی تصحیح اور حسب ضرورت حذف واضافہ کیا گیا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم:وآلہ العظیم

04:ذی الحجہ 1444 مطابق 23:جون 2023=بروز:جمعہ مبارکہ

مؤلف کے فقہی وکلامی رسائل وکتب

(1)البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ(بارہ رسائل)

(2)مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟(خلیل بجنوری کے نظریات کارد)

(3)ضروریات دین کی تعریفات(ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4)فرقہ وہابیہ:اقسام واحکام(مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کا بیان)

(5)تحقیقات وتنقیدات(لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6)اسماعیل دہلوی اوراکابردیوبند(اسماعیل دہلوی اوراکابردیوبند کا شرعی حکم)

(7)معبودان کفاراورشرعی احکام(معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام)

(8)مناظراتی مباحث اورعقائدونظریات(اہل قبلہ کی تکفیر پرتبصرہ)

(9)تاویلات اقوال کلامیہ(کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10)معروضات وتأثرات(رسالہ:''اہل قبلہ کی تکفیر''پرمعروضات:چہار حصص)

(11)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتراول)

(12)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتردوم)

(13)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفترسوم)

(14)روشن مستقبل کے سنہرے خاکے(دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)

(15)تصاویر حیوانات:اقسام واحکام(کس تصویر کی حرمت پراجماع ہے؟)

(16)عرفانی نظریات کے حساس مقامات(عرفان مذہب ومسلک پرتبصرہ)

(17)ہندودھرم اورپیغمبرواوتار(مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

(18)ظلم وستم اورحفاظتی تدابیر(بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)

(19)تکفیر دہلوی اورعلمائے اہل سنت وجماعت(دہلوی کی تکفیر فقہی کا بیان)

(20)حوالہ دکھاؤ!ایک لاکھ انعام پاؤ!(تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ)

(21)وہابیوں کی سیاسی بازی گری(وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)

(22)گمراہ محض کا ذبیحہ حلال(بد مذہبوں کے ذبیحہ کے احکام)

(23)وہابیوں سے نکاح ونکاح خوانی(وہابیوں سے نکاح کرنے،وہابیوں سے نکاح پڑھوانے اور وہابیوں ودیوبندیوں کوزکات دینے کے شرعی احکام کا بیان)

(24)باب اعتقادیات کے جدید مغالطے(مسئلہ تکفیر سے متعلق جدید مغالطے)

(25)کفر کلامی اور عدم فہم(ایک وائرل ویڈیو کے مشمولات پر تبصرہ)

(26)جدید عقائد ونظریات(قادیانیوں ودیوبندیوں سے متعلق غلط نظریات کا رد)

(27)حق پرستی اور نفس پرستی(غلط اقوال کی باطل تاویلات کا رد وابطال)

(28)جدید اعتقادی مغالطے(باب اعتقادیات کے جدید مغالطّوں کے جوابات)

(29)علامہ عبد الباری فرنگی محلی کی توبہ(اختلاف،توبہ اور چار توبہ نامہ کا تذکرہ)

(30)بد مذہبوں سے میل جول(بد مذہبوں سے ربط وتعلق وسیاسی اتحاد کے احکام)

(31)کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر(قادیانی وعناصر اربعہ کی عبارتوں کی خبر وعدم تکفیر)

(32)سید احمد رائے بریلوی کا شرعی حکم(رائے بریلوی کی تکفیر فقہی کی بحث:مسودہ)

(33)سکوت دہلوی کا خیالی دعویٰ(اسماعیل دہلوی کے فرضی سکوت کا رد وابطال)

(34)تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال(تکفیر فقہی میں من شک کے استعمال کے شواہد)

(35)حقانیت کی نشانیاں(اہل سنت وجماعت کی حقانیت کی علامتیں اور نشانیاں)

(36)الاضافات الجیدۃ علی الصوارم الہندیہ(حسام الحرمین کی جدید تصدیقات)

(37)ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف(انکار پر تکفیر فقہی کا حکم)

(38)قطعیات اربعہ اور ظنیات(قطعیات وظنیات اور اجماعی عقائد کی تشریح)

(39)کفر کلامی اور کفر فقہی(کفر کے اقسام واحکام کا تفصیلی بیان)

(40)عبارات شارح بخاری(فتاویٰ ومقالات کی عبارتوں کی تشریحات)

(41) فقیہ اور اہل نظر فقیہ (فقیہ واہل نظر فقیہ کے اوصاف اور فقہی اختلاف کا حکم)

(42) فتاویٰ رضویہ اور فقہی اختلاف (فتاویٰ رضویہ سے ہر فقیہ کو اختلاف کرنا صحیح نہیں)

(43) اتحاد اہل سنت اور احکام شریعت (اعتقادی مسائل کے حل کی ترغیب)

(44) مسئلہ تکفیر اور تحقیق یا تصدیق (صحیح تکفیر کلامی کی تصدیق کے شرائط کا بیان)

(45) الموت الاحمر اور الزامی جوابات (الموت الاحمر کی متعدد عبارتوں کی تشریح)

(46) لغزش وخطا اور ضد واصرار (بعد فہم کے جدید نظریہ پر معروضات وتاثرات)

(47) دیوبند وسراواں اور عناصر اربعہ (فرقہ سراویہ کی تلبیسات کا رد وابطال)

(48) اجماع متصل اور ضروریات دین (اجماع متصل اور اجماع مجرد کا بیان)

(49) ضروریات دین کا تعارف (ضروریات دین کی سات تعبیرات وتعریفات)

(50) حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت (ختم نبوت سے متعلق حکیم ترمذی کی عبارت پر تبصرہ)

(51) کفر لزومی اور فقہا و متکلمین (کفر لزومی اور اصحاب تاویل کے احکام کا بیان)

(52) رام بھکتی اور متصوفین ووہابیہ (معبودان ہنود سے متعلق اسلامی احکام کا بیان)

(53) مذہبی شعار اور قومی شعار (کفار اصلی وبد مذہبوں کے مذہبی وقومی شعار کا بیان)

(54) کفار ومرتدین اور جمہوری ممالک (جمہوری ملکوں میں کفار ومرتدین کے احکام)

(55) برصغیر میں نیم رافضیت کا فروغ (عصر حاضر میں نیم رافضیت کا فروغ)

(56) کافر کلامی اور کافر فقہی (کافر کلامی کو کافر فقہی اور گمراہ کہنے کا شرعی حکم)

(57) قطعی مسائل میں ایک حق (قطعیات میں ایک قول کے حق ہونے کا بیان)

(58) نصیر الدین ومذبذبین (نصیر طوسی کی تاویل اور مذبذبین کی تحریف کا بیان)

(59) توبہ کی شہرت کاذبہ (شرعی احکام میں جھوٹی توبہ کا اعتبار نہیں)

متفرق کتب ورسائل

(1) آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)

(2) دیوان لوح وقلم (دفتر اول) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(3) دیوان لوح وقلم (دفتر دوم) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(4) تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)

(5) قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)

(6) مصباح المصابیح فی احکام التراویح (بیس رکعت تراویح کے دلائل)

(7) عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کے نظریات کا ردوابطال)

(8) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموت (ایصال ثواب کے جواز کی بحث)

(9) شب میلاد کی افضلیت (شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)

(10) امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر (غیر مقلدوں کے چند فقہی مسائل کا رد)

(11) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)

(12) قانون شریعت شافعی (فقہ شافعی کے روزہ، نماز، حج وزکات کے مسائل)

(13) تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)

(14) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)

(15) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الی قرب القیامہ (اہل سنت کی حقانیت کی علامات)

(16) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)

(17) تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)

(18) تجدید دین ومجددین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجددین کی فہرست)

(19) عشق نبوی کے آداب ووسائل (عشق نبوی کے آداب واسباب کا بیان)

(20) سراج ملت: حیات وخدمات (حضرت سید سراج اظہر قدس سرہ کے حالات)

(21) تاریخ کیرلا (بھارت کی ریاست کیرلا کی مختصر اسلامی وسیاسی تاریخ)

(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

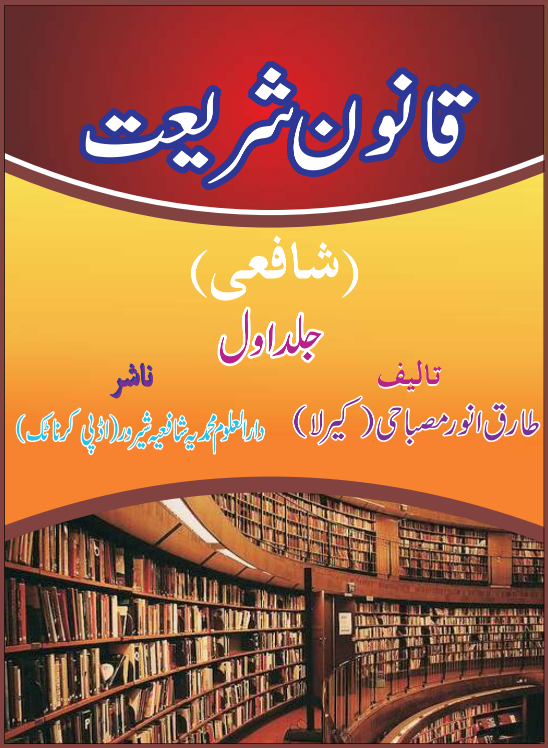

ورفعنا لک ذکرک

قرآن مجید کی ہر آیت میں مدح مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود ہے، گرچہ ہمارا علم وشعور اس کا ادراک نہیں کر پاتا۔ امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ–۱۳۴۰ھ) نے تحریر فرمایا۔

’’شیخ محقق (عبدالحق محدث دہلوی) نے اخبارالاخیار میں بعض اولیا کی ایک تفسیر بتائی، جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کردیا ہے‘‘۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ص ۲۵۲–رضا اکیڈمی ممبئی)

﴿اَخْرَجَ اَبُوْ یُعْلٰی وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ مَرْدَوَیْهِ وَاَبُوْنُعَیْمٍ فِی الدَّلَائِلِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ: اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ: تَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَکَ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ: اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ﴾

(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور ج ۸ص ۵۴۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبریل امین آئے تو انھوں نے کہا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رب دریافت فرماتا ہے کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کیسے آپ کا ذکر بلند فرمایا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ علم والا ہے۔ جبریل امین نے جواب دیا (کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو میرے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے۔